طارق عزیز

Marfat.com

داستان

طارق عزیز

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انارکلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Marfat.com

ہماری کتابیں .....

خُوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین و اہتمام اشاعت

صفدر حسین

88046

ضابطہ :

اشاعتِ اوّل : دسمبر ۱۹۹۸ء

اشاعتِ دوم : جولائی ۱۹۹۹ء

مطبع : شرکت پریس

ٹائٹل : ریاظ

قیمت : ۲۰۰/- روپے

Marfat.com

انتساب

مجید نظامی

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

1 - "تھینک یو بے نظیر" نذیر ناجی ، ۱۱
2 - حرف کی حرمت بشریٰ رحمٰن ، ۱۳
3 - ایک ہمہ جہت کردار ادیب جاودانی ، ۱۵
4 - ٹی وی کے پروگرام اور پالیسی ، ۱۷
5 - اپریل کا مہینہ اور تاریخ کا سبق ، ۲۱
6 - پاگل گائے' کابینہ اور ہم ، ۲۷
7 - معاملہ گڑ بڑ ہے ، ۳۱
8 - عمران خان کا دھماکہ ، ۳۶
9 - زرداری اور جام ، ۳۹
10 - یا اللہ اپوزیشن کو ہدایت فرما ، ۴۳
11 - برسی مزدور تحریک کے بشیر احمد بختیار (مرحوم) کی ، ۴۷
12 - بھٹو...... پرچی اور برچھی ، ۵۰
13 - گو...... گو...... بی بی گو ، ۵۵
14 - وزیراعظم اور جیل ، ۶۰
15 - چرس' اسلحہ اور استعفیٰ ، ۶۴
16 - پاور فل لیڈی ، ۶۸
17 - پہلا مقدمہ مبارک ، ۷۳
18 - حضرت عمرؓ کا پیغام - ممبران اسمبلی کے نام ، ۷۷
19 - پی ٹی وی کے علماء و مشائخ کا ہدیہ تبریک ، ۸۰

Marfat.com

20 - سنیٹر نہیں سنیٹری انسپکٹر ، ۸۴
21 - مغل ملکائیں اور خواجہ سرا ، ۸۸
22 - "چراغ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے" ، ۹۲
23 - باقی طوطوں کا کیا بنے گا ، ۹۷
24 - مرزا نے کچھ ملا نہ دیا ہو حلیم میں ، ۱۰۱
25 - بھٹو..... سیاست اور ڈرامہ ، ۱۰۶
26 - تمہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے ، ۱۱۰
27 - پھر اس کے بعد کبھی ہم نہ تم کو روکیں گے ، ۱۱۴
28 - سالگرہ کا بے نظیر تحفہ ، ۱۱۷
29 - آٹے کا خالی کنستر اور لوہا ، ۱۲۲
30 - یہ پانچ بلاول کس کے تھے ، ۱۲۶
31 - اخبار خور بجٹ ، ۱۳۰
32 - چار وزیر اعظم..... دو لاشیں ، ۱۳۴
33 - قلندر ہر چہ گوید' دیدہ گوید' ۱۴۰
35 - ٹیلی ویژن..... ذہنی اور مالی طور پر "کنگال" ، ۱۵۱
36 - ملک میں کوئی بحران نہیں؟ ، ۱۵۵
37 - ممبروں کو ڈالے دانہ ، ۱۵۹
38 - جتوئی ہاؤس سے ظہور پیلس تک ، ۱۶۳
39 - "قتل میراثن تے چودھری" ، ۱۶۷
40 - ہے بھی یہاں غوب کی بستی کا کوئی مول ، ۱۷۱
41 - "نیلسن منڈیلا اور حاجی نواز کھوکھر" ، ۱۷۵
42 - ایٹمی صلاحیت..... قوم کی امانت ، ۱۸۰
43 - "جب ہمیں دھوپ کھا گئی" ، ۱۸۳
44 - مولانا جہانگیر بدر اور علامہ محمود احمد قادری ، ۱۸۶

Marfat.com

45 - عاشق کا گریبان یا قومی پرچم ، ۱۹۰
46 - اچے برج لاہور دے ، ۱۹۴
47 - اف میری توبہ ، ۱۹۸
48 - صوبہ سرحد اور سندھ کا بے روک فیصلہ ، ۲۰۱
49 - امریکن سنڈی اور ہمارے کھیت ، ۲۰۷
50 - ایک شہر دو وزیر اعظم ، ۲۱۰
51 - پی ٹی وی کا نواز شریف سے سلوک ، ۲۱۴
52 - بھٹو سے بھٹو کے وارث تک ، ۲۱۸
53 - ہر شخص پوچھتا تھا فقط تیری داستان ، ۲۲۳
54 - بے نظیر یہاں بھی ہار گئی ، ۲۳۲
55 - اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا ، ۲۳۶
56 - کہانی کے سارے کردار مشکوک ہیں ، ۲۳۹
57 - کیا بجٹ کی تقریر ایسی ہوتی ہے؟ ، ۲۴۲

Marfat.com

مُدّت کے بعد دیکھا عجب اُس کا حال ہے
چہرے پہ گہرے غم کی لکیروں کا جال ہے
مَیں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا مسافرو!
اِس دُکھ بھرے دیار میں جینا محال ہے

(طارق عزیز)

Marfat.com

"تھینک یو بے نظیر"

طارق عزیز کی اس کتاب کا نام "تھینک یو بے نظیر" ہونا چاہئے۔ نہ بینظیر بھٹو رعنا شیخ کو ٹیلی ویژن کی سربراہ بناتیں اور نہ طارق عزیز نئی راہ پر چلتے۔ طارق عزیز سے میرا رشتہ ایک تہائی صدی سے زیادہ پرانا ہے' آپ اسے فرسودہ بھی کہہ سکتے ہیں' کیونکہ اتنی پرانی چیز میں تازگی کہاں رہتی ہے' میرے اور طارق عزیز کے تعلق میں بھی تازگی نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی' اب ہم ایک دوسرے سے ملتے بھی ہیں' تو انتہائی بے زاری کی حالت میں بس چہرے سے تاثرات کا اظہار کیا اور ملاقات ہوگئی' زیادہ مجبوری ہوئی' تو ٹھنڈے ٹھار انداز میں سلام دعا کرلی اور ہاتھ ملانا تو عجیب سا ہی لگتا ہے' بات یوں ہے کہ تعلق اتنے پرانے ہو جائیں تو الفاظ بے معنی ہو جاتے ہیں' الفاظ کے ذریعے گفتگو وہ لوگ کرتے ہیں' جو ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوں' جن سے تعلق مجموعی عمر کے نصف سے بھی زیادہ پرانا ہو جائے' پھر وہ گفتگو کرتے ہوئے اچھے نہیں لگتے' اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے درمیان ابلاغ میں کوئی خامی رہ گئی ہے' میں اپنے سارے ہی پرانے دوستوں کے ساتھ لفظوں میں بات نہیں کرتا' صدیق جاوید مل جائے تو گھنٹوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے رہتے ہیں' پانچ دس منٹ کے بعد ایک آدھ جملہ ہوتا ہے' ملاقات دو' تین گھنٹوں کو بھی محیط ہو تو الفاظ صرف دس پندرہ ہی استعمال ہوتے ہیں' مگر گفتگو مسلسل رہتی ہے' طارق عزیز کے ساتھ بھی میرا معاملہ کچھ اسی طرح کا ہے' وہ ٹی وی پر بے تکان بولتے ہیں' مجھے آج تک حیرت ہے کہ کیسے

Marfat.com

بولتے ہیں؟ کیونکہ طارق عزیز تو بے انتہا کم گو انسان ہے' ساہیوال میں جوگی کا ہوٹل ہو یا راولپنڈی میں وو گیز کیفے اور اس کے بعد طارق کی طراریاں اور ٹیلی ویژن کے مختلف مراکز' طارق مجھے جہاں بھی ملے' کم گو ہی ملے۔

وہ بہت تنگ ہو کر بولتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تنگ آ جائیں تو لکھتے ہیں' طارق عزیز کے کالموں کا مجموعہ بھی' تنگ آمد کا نتیجہ ہے' اگر بینظیر بھٹو نے انہیں دھکا نہ دیا ہوتا تو ہم طارق عزیز کے گلے میں پھولوں کے ہار نہ ڈال رہے ہوتے' روایتی ہیرو کا مسئلہ یہ تھا کہ جب اسے ہار ڈالے جا رہے تھے تو وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا کہ "مجھے دھکا کس نے دیا؟" طارق عزیز وہ ہیرو ہے' جسے معلوم ہے کہ اسے دھکا کس نے دیا؟ اس دھکے کا کریڈٹ طارق عزیز بے نظیر کو دیتے ہیں یا نہیں' یہ ان کی مرضی مگر انہیں نیشنل اسمبلی میں لانے کے ذمہ دار پرویز رشید ہیں' اب وہ پی ٹی وی کے سربراہ ہیں' عزیزی پرویز رشید سے درخواست ہے کہ وہ طارق عزیز کو دھکا نہ دیں ورنہ ایک اور کتاب آ جائے گی۔

ہم تو ہار پہنانے والے ہیں' خوش رہو طارق عزیز۔

نذیر ناجی

Marfat.com

حرف کی حرمت

پچھلی کچھ دہائیوں سے کالم نگاری باقاعدہ صنف ادب بن چکی ہے۔
اس لئے نہیں کہ بڑے بڑے شاعر اور ادیب بھی کالم لکھ رہے ہیں بلکہ کالم اخبار کے چہرے کی ضیا بن گیا ہے۔

قارئین میں بھی ایک نیا رجحان پیدا ہوا ہے۔ ان کا تجسس میزان تک جا پہنچا ہے۔ جہاں تجزیہ اور تبصرہ ناگزیر ہو گیا ہے۔

کالم لکھتے وقت گویا۔ کالم نویس ایک مقدمہ پیش کرتا ہے۔ خود کٹہرے میں جا کھڑا ہوتا ہے۔ خود دلائل تلاش کرکے لاتا ہے۔ انجام کار خود ہی مقدمہ جیت کر بغل میں دبا لیتا ہے۔

جمہوری ادوار میں کالم نگاری کے اسلوب میں فرق آیا ہے۔ بعض اوقات مغلوب اور غالب بین السطور میں بھی نمایاں ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی کالم نویسوں کے اس اژدہام میں چراغ حسن حسرت' عبدالمجید سالک' مولانا غلام رسول مہر اور مولانا ظفر علی خان کے پیروکار الگ سے پہچانے جاتے ہیں۔

محترم طارق عزیز نے آواز کے صحرا سے نکل کر الفاظ کے جنگل میں صدا لگائی اور داستان طرازی کا اسلوب اختیار کیا۔ اسلوب شخصیت کا پرتو ہوتا ہے۔

ہر چند کالم نویس کو ذاتی عناد' تعصب اور بہتان تراشی سے مبرا' ہو کر لکھنا پڑتا ہے۔ تاہم تلخ و ترش کی نشتر زنی کرتے وقت اسے چاندی کے صدہا ورق اور طریقت کا گاڑھا شیرہ درکار ہوتا ہے۔ جو حقائق کو سراب میں گم نہیں ہونے دیتا۔

Marfat.com

طارق عزیز ' حرف کی حرمت سے آگاہ ہیں۔ لفظ کی لذت کے شیدائی ہیں۔
فقرے کے فقر کا عرفان رکھتے ہیں اور جملے کی جنوں سامانیوں کے معترف ہیں۔
اس لئے انہیں صحافت کی دنیا میں مقام بنانے میں دیر نہیں لگی۔
طارق عزیز' اپنی مٹی کی سوندھی خوشبو کا مشکیزہ کاندھوں پر اٹھائے' نہ جانے کب سے اپنے سفر پر روانہ ہیں۔ پاکستان سے ان کا عشق غیر مشروط اور لامحدود ہے۔

بشریٰ رحمٰن

Marfat.com

ایک ہمہ جہت کردار

قومی اسمبلی کے رکن اور وزیراعظم کے خصوصی معتمد جناب طارق عزیز اپنے کالموں کے مجموعہ داستان کی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ طارق عزیز یوں تو ایک ہمہ جہت کردار ہیں لیکن ان کا کمال یہ ہے کہ زندگی میں جس شعبہ میں قدم رکھا کامیابیاں ان کا مقدر بنتی چلی گئیں۔ کچھ عرصہ قبل "انٹرنیشنل ٹائمز" لاہور کے چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے ان کا نام سامنے آیا تو ہمیں حیرت ہوئی کہ طارق عزیز کامیاب اداکار غیرمعمولی صلاحیتوں کے کمپیئر اور سماجی کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ قلمکار بھی ہیں۔ یہ جریدہ تو کچھ عرصہ تک جاری رہ سکا لیکن طارق عزیز نے اپنا قلمی جہاد جاری رکھا۔ "نوائے وقت" میں "داستان" کے عنوان کے شائع ہونے والے ان کے کالموں کو اندرون ملک اور بیرون ملک بہت پسند کیا جاتا تھا۔ ان کالموں کے اندر وہ خصوصی طور پر محترمہ بینظیر بھٹو کے کردار کا صحیح صحیح تجزیہ پیش کرتے رہے اور بسا اوقات سماجی موضوعات پر بھی بڑے دلربا انداز میں لکھتے رہے۔ بلاشبہ انہوں نے ایسے کالم لکھے کہ محترمہ بینظیر بھٹو تک پراثر انداز ہوئے۔ بینظیر کی حکومت کے خاتمے میں ان کے قلم نے بہرحال ایک موثر کردار ادا کیا۔ ان کے کالم میں تاریخ ہوا کرتی تھی۔ اب وہ اپنے کالموں کا مجموعہ چھاپ رہے ہیں تو یقیناً یہ بھی تاریخی دستاویز ثابت ہوگا۔

جناب طارق عزیز ایم این اے منتخب ہو جانے کے بعد ایک کامیاب سیاستدان بھی ہیں لیکن اب انہوں نے ایک جماعت کے ساتھ وابستگی کے باعث شاید قلم کو استعمال

Marfat.com

میں لانے سے گریز کی راہ اپنا رکھی ہے۔ ہم انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ وہ قلم اٹھائیں وہ سیاست کے علاوہ بھی کئی موضوعات پر لکھ سکتے ہیں۔ طارق عزیز سیاست کو بھی عبادت سمجھ کر ہی اپنائے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمیں دکھ ہوتا ہے کہ سیاست نے ایک قلم کار ہم سے چھین لیا۔ اب بھی ہم تو طارق عزیز کو یہی مشورہ دیں گے کہ وہ "داستان" لکھنے کا آغاز کردیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اس "داستان" میں اپنی حکومت کی حقیقی داستان بھی لکھیں۔ وہ کسی بھی موضوع پر لکھ سکتے ہیں۔ ہمیں اس خواہش کے جواب میں طارق عزیز کے فیصلے کا انتظار رہے گا۔

ادیب جاودانی

Marfat.com

نیلام گھر کا داستاں گو ..... طارق عزیز

پھر یوں ہوا کہ محترمہ بینظیر بھٹو نے اپنے دوسرے دور حکومت میں قومی اداروں کو اپنے پہلے دور کی پالیسی کے مطابق برباد کرنا شروع کردیا تو ایک وفاقی سیکرٹری کی بیگم رعنا شیخ کو پاکستان ٹیلی ویژن کا ایم ڈی نامزد کردیا اور رعنا شیخ نے پاکستانی کلچر کو تباہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو انہوں نے وہ پروگرام بھی بند کردیا جو رب جلیل کے پاک نام سے شروع ہوتا تھا اور "پاکستان پائندہ باد" کے نعرۂ مستانہ پر بند ہوتا تھا۔ اس پروگرام کے پیش کار طارق عزیز تھے جو ٹیلی میڈیا پر "نیلام گھر" کو دنیا کا طویل ترین پروگرام ثابت کرنے کے آرزومند تھے اور ایک عالمی ریکارڈ قائم کرنا چاہتے تھے۔ رعنا شیخ نے ان کی یہ معصوم سی آرزو پوری نہ ہونے دی' حالانکہ اس میں پاکستان کی شہرت اور ٹی وی کی عظمت کے بہت سے زاویئے بھی موجود تھے۔ طارق عزیز نے ٹی وی کو بادل نخواستہ چھوڑا تو ادب و صحافت کی دنیا میں آگئے اور وہ "داستان" لکھنے لگے جس کے وہ عینی شاہد تھے۔ ان کا کالم "داستان" روزنامہ نوائے وقت میں چھپتا جو اُس وقت حزب اقتدار کا ناپسندیدہ اخبار تھا اور اقتدار کی کرسی پر ذوالفقار علی بھٹو کی دخترِ مشرق بیٹھی تھیں۔ طارق عزیز کا بیان ہے کالم نویسی پر انہیں ارشاد احمد عارف نے مائل کیا۔ بھٹو صاحب آزادی اظہار کا ڈھنڈورا تو بہت پیٹتے تھے لیکن اخبارات کا ٹینٹوا زور سے دبائے رکھتے تھے۔ انہوں نے "نوائے وقت" کا گلا دبانے کیلئے بھی سب مذموم حربے استعمال کئے۔ اس کی تفصیل جنرل ضیاء الحق کے جاری کردہ "وائٹ پیپر" میں درج ہے' حال ہی میں اس کا ایک اقتباس انگریزی کے ممتاز کالم نگار اردشیر کاؤس جی نے اخبار "ڈان" میں اپنے موضوعِ بحث کی حمایت میں چھاپا ہے۔ بھٹو کے آمرانہ احکامات ملاحظہ کیجئے:

Marfat.com

"نوائے وقت" بہت عرصے سے ہمیں زک پہنچا رہا ہے ...... اس اخبار نے ہماری حکومت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے ...... اخبار (نوائے وقت) کو دیئے جانے والے تمام اشتہارات فوری طور پر بند کئے جائیں۔ حکومت پنجاب سے کہا جائے کہ ایڈیٹر اور ناشر کی طرف سے حاصل کی گئی جائیداد کی تحقیقات کرائیں' ایڈیٹر مجید نظامی کے انکم ٹیکس گواشواروں کی تفتیش کرائی جائے ...... میں (ذوالفقار علی بھٹو) مجید نظامی کو قومی مفاد کی خاطر راہ راست پر لانے کے تمام شریفانہ طریقے استعمال کر چکا ہوں۔ نوائے وقت کو تمام سرکاری اور نیم سرکاری اشتہارات کی فراہمی بند کردی گئی ہے۔ اس بندش کی وجہ سے اخبار نے حکومت اور وزارت اطلاعات کا ناک میں دم کر رکھا ہے ...... میں نے سرکاری سٹاک سے "نوائے وقت" کو نیوز پرنٹ کی سپلائی بند کردی ہے اور اشتہاری اداروں کو سختی سے ہدایت کی ہے کہ وہ مجید نظامی کے اخبارات کو نجی شعبے کے اشتہارات زیادہ تعداد میں نہ دیں ...... میں نے وزیر خزانہ رانا حنیف سے بھی کہا ہے کہ وہ متعلقہ اہلکاروں کو ہدایت کریں کہ نوائے وقت گروپ اور نظامی فیملی کے انکم ٹیکس کے واجبات کے متعلق تیزی سے کارروائی کریں۔"

یہ طویل اقتباس میں نے حالیہ دور کے صحافتی تناظر میں پیش کیا ہے لیکن مقصد صرف یہ عرض کرنا ہے کہ "نوائے وقت" کو بینظیر بھٹو کے دو ادوار میں بھی ایسی نفرت انگریز نظروں سے ہی دیکھا جاتا تھا جس طرح بڑے بھٹو کے دور میں۔

دوسری طرف پاکستان پیپلزپارٹی تو بھٹو کے زمانے میں ہی اپنی نظریاتی جہت سے برگشتہ ہوگئی تھی' رہی سہی کسر "دختر مشرق" نے پوری کردی۔ ان تمام ادوار میں نوائے وقت نے شور نہیں مچایا۔ مارچ' بھوک ہڑتالیں اور مظاہرے نہیں کئے۔ سیاستدانوں کو مدد کے لئے نہیں للکارا اے پی این ایس اور سی پی این ای کی دہائی نہیں دی اور نہ اپنے حق میں صفحات سیاہ کئے' حکمرانوں سے خفیہ ملاقاتیں کرنا تو درکنار' ان کی دوبارہ پیش کشوں کو بھی درخوراعتنا نہیں سمجھا۔ لیکن "نوائے وقت" ہر دور کا نظریاتی اخبار ہے' حق بات کہنے والوں کا خیر مقدم کرتا ہے۔ اس وقت طارق عزیز نے جابر سلطانہ کے سامنے کلمۂ حق کہنے کے لئے قلم تھام رکھا تھا اور جابر سلطانہ یہ بھول

Marfat.com

گئی تھی کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھا سکتا ہے۔ طارق عزیز نے لنکا ڈھانے کا یہ کام بڑے سلیقے سے کیا' ان کا مقبول عام پروگرام "نیلام گھر" سمعی اور بصری پروگرام تھا۔ ان کا کالم "داستان" نظریاتی اور فکری کالم ثابت ہوا' ٹی وی کے پروگرام کا بہت سا حصہ ہوا میں اڑ جاتا اور حافظے سے مٹ جاتا ہے' لیکن "داستان" کے کالم اب کتابی صورت میں چھپ گئے ہیں اور اس میں 5 اپریل 1996ء سے لے کر 15 جولائی 1997ء تک کی وہ داستانیں موجود ہیں جو اس عہد زیاں کی دستاویزی شہادتیں ہیں اور اگر پاکستان میں کبھی "سچ کمشن" قائم ہوا تو انہیں "بیان استغاثہ" کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ میں نے طارق عزیز کے کالم اپنے ذاتی ریکارڈ میں تراشوں کی صورت میں محفوظ کر رکھے تھے۔ مجھے جب کبھی مضامین میں بے نظیر بھٹو کے بھیانک دور کا حوالہ دینے کی ضرورت پڑتی' فائل نکال کر یہ کالم دیکھ لیتا۔ خود عبرت حاصل کرتا' اپنے قارئین کو عبرت کا سبق دیتا۔ حیرت ہے کہ نئے حکمرانوں نے اس دور کے جبر سے کوئی سبق نہیں سیکھا' اپنی خو بدلنے کے بجائے بے نظیر بھٹو کی وضع اختیار کرلی۔ حالانکہ اب طارق عزیز ان کے ہم عناں بلکہ ثناخواں ہیں اور "پاکستان پائندہ باد" کے ساتھ نواز شریف زندہ باد کا نعرہ بھی پورے جوش و جذبہ سے لگواتے ہیں۔

معاف کیجئے' تمہید ذرا طویل ہوگئی ہے لیکن میں پہلے اوپر کے لکھے کی تصحیح کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ طارق عزیز نے "داستان" کے کالموں میں فلمی ٹیکنیک استعمال کی ہے' وہ حال کو دیکھتے دیکھتے "فلیش بیک" سے ماضی میں جاگھستے ہیں اور اس دور کو بھی اجاگر کردیتے ہیں جب وہ ذوالفقار علی بھٹو کے ہم عناں تھے اور "قائد عوام زندہ باد" کے نعرے لگاتے تھے۔ اس کتاب میں بھٹو کا عہد بھی زندہ ہے اور یہ عہد عبرت کا زیادہ نمائندہ ہے' طارق عزیز نے اس اس کی جو داستانیں لکھی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں ہمارے زوال کی رفتار تیز تر ہوگئی تھی' ہم متحدہ پاکستان کے بلند پہاڑ سے پھسل چکے تھے اور بھٹو ٹوٹے اور لڑھکتے ہوئے پتھروں پر مسلسل ضربیں لگا رہے تھے' اداروں کو برباد اور قدروں کو تباہ کررہے تھے۔ پھر وہ بچے کھچے پاکستان کے سیاسی سٹیج پر خود اداکاری کرنے لگے' عوام کو ٹریجڈی دکھانے لگے لیکن یہ ایسی

Marfat.com

ٹریجڈی تھی۔ حقیقت کھل جاتی تو ڈرامہ دیکھنے والوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلتا۔ طارق عزیز نے ہمیں ان کی "ڈرامہ بازی" کے بہت سے مناظر دکھائے ہیں' جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سیاسی فائدہ اٹھانے کے لئے اپنی اولاد سے بھی ڈرامہ بازی کر جاتے تھے۔ اولاد کا ذکر بعد میں' پہلے یہ دیکھئے کہ بھٹو نے طارق عزیز کو کس طرح اپنی سیاسی مصلحت میں عملی کردار بنایا تھا۔ طارق عزیز لکھتے ہیں: "انہیں دنوں کراچی میں ایک بہت بڑا جلسہ ہو رہا تھا۔ بہت بڑا سٹیج بنایا گیا تھا جس پر پارٹی کے تمام عہدیدار اور سینئر لوگ بیٹھے تھے۔ میں اور معراج محمد خان بھی جلسے میں موجود تھے' میری اور معراج محمد خان کی تقریر کے بعد آخری مقرر بھٹو تھے۔ بھٹو لوگوں کی نفسیات کے بہت ماہر تھے اور لوگوں کو خوش کرنے کی دھن میں کبھی کبھی حد سے بھی گزر جاتے تھے۔ اس دن ہماری تقریروں کے بعد جب بھٹو تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ بھٹو نے عوامی سوٹ شلوار قمیض پہنا ہوا تھا۔ اٹھنے سے پہلے انہوں نے اپنے ایک کف کا بٹن بھی کھول لیا ..... انہوں نے ہاتھ ہلا ہلا کر لوگوں کی محبتوں کا جواب دیا۔ اس کے بعد روایتی انداز میں تقریر شروع کی ..... پھر دو مقرروں کا نام لے کر ان کے خیالات سے اختلاف کیا ..... میرا نام لے کر میری تقریر کے کچھ ایسے حصوں کے بخیے بھی ادھیڑے جو میں نے ہارون فیملی کے بارے میں کہے تھے۔ حالانکہ تقریر سے پہلے بھٹو نے خود مجھے وہ پوائنٹ بتائے تھے اور تاکید کی تھی میں اپنی تقریر میں اس کا ذکر ضرور کروں" پھر جب بھٹو نے میرا نام لے کر میرے انہی پوائنٹس کی نفی کی' تو میں حیران رہ گیا کہ

"یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟"

لیکن اس وقت طارق عزیز قائد عوام کی مصلحتوں کی بھینٹ چڑھائے جا چکے تھے اور ان کے کھیت کو چڑیاں چگ گئی تھیں۔ اب سیاسی مفاد کے لئے اپنی اولاد کو استعمال کرنے کا واقعہ سنئے' طارق عزیز لکھتے ہیں:

"میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک بھٹو نے سٹیج پر بیٹھے اپنے بیٹے شاہ نواز سے مخاطب ہو کر کہا "شاہ نواز! تم یہاں کیوں بیٹھے ہو' تمہیں یہاں بیٹھنے کی اجازت کس نے

Marfat.com

دی ہے؟ یہاں صرف پارٹی کے رہنما بیٹھیں گے' جنہوں نے عوام کی خدمت کی ہے۔ تم یہاں سے اٹھو اور نیچے عوام کے ساتھ جاکر زمین پر بیٹھو۔ تم میرے بیٹے ہو تو گھر میں ہو' یہ سب میرے بیٹے ہیں' تمہیں ان کے ساتھ بیٹھنا ہے۔ چلو' اترو سٹیج سے اور میرے ان لاکھوں بیٹوں کے ساتھ بیٹھو تاکہ تمہیں ان کے دکھ درد کا احساس ہو" شاہ نواز بے چارہ حیران پریشان بلندی پر بنے ہوئے سٹیج سے اٹھا اور سیڑھیاں اتر کر سامنے والی دری پر لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔"

دوسرے دن طارق عزیز کلفٹن گئے تو انہوں نے شاہ نواز سے پوچھا "تم تو کبھی اس طرح کے جلسوں میں نہیں جاتے' کل کیسے چلے گئے؟" شاہ نواز نے روہانسا ہوکر جواب دیا "ڈیڈی نے خود مجھے جلسے میں آنے کے لئے کہا تھا۔ میں نور محمد نورے کے ساتھ گیا۔ مجھے سٹیج پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا اور پھر ڈیڈی نے سب کے سامنے مجھے سٹیج سے اتار دیا۔"

اس روہانسے بچے کو طارق عزیز نے دلاسا دیا اور کہا "بھٹو آپ کے ڈیڈی ہیں' انہوں نے جو کچھ کیا ٹھیک ہی کیا ہوگا۔ اس میں کوئی مصلحت ہوگی۔"

یہ داستان پڑھ کر میرا ذہن 1971ء کے دور میں چلا گیا۔ اس وقت بھٹو پورے پاکستان کے ساتھ ڈرامہ بازی کررہے تھے۔ اس ڈرامہ بازی میں انہوں نے پاکستان توڑ ڈالا۔ اس وقت بھٹو قائدعوام کہلاتے تھے۔ اس وقت انہوں نے جو کچھ کیا تھا..... کیا ٹھیک کیا تھا؟

اس سوال کا جواب طارق عزیز نے بینظیر بھٹو کے دور کے واقعات سے دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی آنسوؤں کا سیلاب بھی بہہ نکلتا ہے؟ طارق عزیز! آپ نے یہ کتاب شائع کرکے بہت سے زخم تازہ کردیئے ہیں' قوم کو پہلے سے زیادہ دکھی کردیا ہے۔

Marfat.com

داستاں چھوڑ آئے

طارق اسماعیل ساگر

میں آپ سے طارق عزیز کا تعارف نہیں کروانے جارہا کہ اس کی نہ تو مجھے ضرورت ہے نہ آپ کو۔ مجھے طارق عزیز کے محاسن بھی بیان نہیں کرنے' مجھے تو صرف یہ بتانا ہے کہ اپنی ذات میں انجمن یہ شخص دوسری بے شمار خوبیوں کے علاوہ بلا کا داستان گو ہے اور یہ اس کے حسنِ آوارگی کا اعجاز ہے کہ جہاں بھی جائے ایک داستان ضرور چھوڑ آتا ہے۔ یہ جو "داستان" آپ کے سامنے ایک کتاب کی صورت میں موجود ہے دراصل طارزق عزیز کی بے شمار کہانیوں میں سے چند کہانیاں ہیں۔ ممکن ہے آپ انہیں اخباری اور مروّجہ زبان میں کالم کہیں۔ خود طارق عزیز بھی اسے اپنے کالموں کا مجموعہ ہی کہیں گے لیکن ہر کالم ایک کہانی ہے اور ہر کہانی ایک کالم

طارق عزیز کا ہی کمال ہے کہ وہ کہانی کو کالم میں سمیٹ دیتے ہیں اور کالم کی کہانی بنا دیتے ہیں۔

شاید 81ء یا 82ء تھا جب مجھے ان کے ساتھ کراچی میں ایک ڈائجسٹ میں چند روز کام کرنے کا موقع ملا۔ تب وہ اس ڈائجسٹ کے مدیر تھے اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کراچی ایسے شہر نگاراں میں کہ جہاں شکیل عادل زادہ جیسے ساحر موجود تھے طارق عزیز بھی دھونی رما کر بیٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اپنے پرچے کو ایک کامیاب پرچہ بنا دیا۔ تب مجھے حیرت ہوا کرتی تھی کہ فلموں میں کام کرنے والا ٹی وی کمپیئر طارق عزیز

88046

Marfat.com

ایک رسالے کا ایڈیٹر کیسے بن گیا اور اگر بن ہی گیا تو یہ پرچہ چل کیسے رہا ہے۔

ان ہی دنوں حیرت کا ایک اور باب وا ہوا اور طارق عزیز کی پنجابی شاعری کا مجموعہ "ہمزاد دا دکھ" شائع ہوا جس نے طارق عزیز کی تہہ در تہہ شخصیت کا ایک اور پرت کھولا "ہمزاد دا دکھ" سے ایک بات کھل کر سامنے آئی کہ وہ کسی ہجوم کا حصہ نہیں' بلکہ انسانوں کی اسی بھیڑ میں رہتے ہوئے بھی الگ تھلگ اور ممتاز دکھائی دے رہا ہے۔

اس سے محبتوں کے یوں تو بہت سے حوالے رہے ہوں گے لیکن سب سے مضبوط حوالہ اس کی وطن دوستی ہے۔ نیلام گھر سے جیوے پاکستان اور طارق عزیز شو تک اس نے وطن دوستی اور اپنی زمین سے محبتوں کی خوشبو بکھیری ہے اور خوشبو کا یہ سفر ہنوز جاری ہے اس دور ریاکاری میں کہ جب شوبز سے متعلق تقریباً ہر شخصیت خود کو "بین الاقوامی" کہلانے کے چکر میں اپنی زمین اور نظریئے سے خود کو یوں الگ کرلیتی ہے جیسے مکھن سے بال نکال لیا جائے۔ طارق عزیز کی عظمت یہ ہے کہ اس نے اپنی پاکستانی شناخت کو قائم رکھا ہے۔ وہ جہاں بھی جائے جیسے حالات بھی ہوں "پاکستان زندہ باد" کہنا نہیں بھولتا۔

اور جو لوگ اپنی مٹی سے اپنا رشتہ اتنی مضبوطی سے باندھ لیں وہ بھی زندہ باد ہوجاتے ہیں۔

اداکار' کمپیئر' صحافی' سیاستدان' شاعر طارق عزیز دراصل ایک محب وطن پاکستانی ہے وہ زندگی میں جس شعبے میں بھی رہا' اپنی مٹی سے جڑ کر رہا' کٹ کر نہیں۔ اس نے اپنا رشتہ اپنے لوگوں سے بڑی مضبوطی سے باندھ رکھا ہے اور اس کا ثبوت اس کے معمولات ہیں۔

نوائے وقت میں طارق عزیز نے کالم نگاری شروع کی تو ماہر نباض کی طرح معاشرے کے ہر اس ناسور کی نشاندہی کی جس نے ہمارے جسد ملی کو اندر سے کھوکھلا کرنا شروع کردیا تھا بسااوقات کوئی ایک واقعہ کوئی ایک حادثہ انسانی زندگی میں کسی نئے انقلاب کا باعث بن جایا کرتا ہے۔ ممکن ہے لوگوں کی یہ سوچ صحیح رہی ہو کہ طارق

Marfat.com

عزیز کو کالم نگاری کی طرف میدان صحافت کی طرف محترمہ بے نظیر بھٹو نے دھکیلا تھا۔ اس لئے نذیر ناجی نے کہا تھا کہ ان کی اس کتاب کا نام "تھینک یو بے نظیر" ہونا چاہئے لیکن میرا نقطہ نظر ذرا مختلف ہے۔ اگر معاشرتی ناسوروں کی نشاندہی کرنا ناانصافی پر احتجاج رجسٹر کروانا کالم نگاری ہے تو طارق عزیز طویل عرصے سے یہی کچھ کر رہا ہے۔

وہ حکومت میں ہو یا اپوزیشن میں' اپنا احتجاج ہمیشہ ریکارڈ پر لاتا رہتا ہے۔ "داستان" کی شکل میں اس کے کالموں کا جو مجموعہ ہمارے سامنے ہے' وہ اس کی مثال ہے۔ آج وہ ایم این اے ضرور بن گیا ہے لیکن یہ بھی اس کی اپنے لوگوں سے اپنی زمین سے بندھے رہنے کی ایک مثال ہے۔ وہ کچھ کر گزرنا چاہتا ہے۔ اس کے پاس اپنے لوگوں اور اپنے ملک کے لئے بڑے منصوبے اور پروگرام ہیں لیکن اس کا المیہ اس کی زبان میں یہ ہے کہ

ہم وہ سیہ نصیب ہیں طارق کہ شہر میں
کھولیں دکان کفن کی تو سب مرنا چھوڑ دیں

Marfat.com

ٹی وی کے پروگرام اور پالیسی

میں آج اپنا پہلا کالم رب جلیل' رسول کریم' قرآن مجید اور پاکستان کے نام سے شروع کر رہا ہوں' اس لئے کہ میں اپنی سوچوں کا سارا رزق انہی پاکیزہ چشموں سے کشید کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ یہی فوز و فلاح کی راہ ہے۔

یہ سچ ہے کہ عملی زندگی کے آغاز میں یقیناً" کچھ ٹھوکریں بھی کھائی ہیں' کچھ ایسے راستے بھی اپنائے جن پر کیا ہوا سارا سفر رائیگاں نظر آتا ہے۔ میری ساری زندگی سیاست اور ثقافت کے خارزاروں میں خاک اڑاتے گزری ہے۔ حالات و واقعات کی کتنی بہت سی ترتیبیں ہیں جن کا میں چشم دید گواہ بھی ہوں جب مشرقی پاکستان' بنگلہ دیش بن رہا تھا تو جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے ساتھ جو چند لوگ مجیب الرحمان سے گفتگو کرنے گئے تھے میں بھی ان میں شامل تھا۔

میرے بھی دستخط ہیں سر محضر شکست
میرے لئے بھی بچ کے نکلنا محال ہے

میں اپنے تجربات کی داستانیں گاہے بگاہے آپ کو سنا تا رہوں گا اس لئے کہ کہنے سننے کے عمل سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

یہ اعجاز ہے حسن آوارگی کا
جہاں بھی گئے داستان چھوڑ آئے

میں نے اپنی عمر کے تیس برس پاکستان ٹیلی ویژن کی نذر کر دیئے۔ اس سارے سفر میں دو دفعہ مجھ پر ٹیلی ویژن کے دروازے بند ہوئے۔ پہلی بار جرم یہ تھا کہ جناب

Marfat.com

ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا ساتھی تھا اور پاکستان پیپلز پارٹی میں شامل تھا یہ بات اس وقت کے مارشل لاء کے چیف جنرل یحیٰ مرحوم کی حکومت کو پسند نہ آئی اور مجھے مارشل لاء کے تحت گرفتار کرکے ایک سال قید بامشقت کی سزا سنا دی گئی اور میں سنٹرل جیل کی ایک کوٹھری میں جا پہنچا۔

وقت کی سب سے پیاری ادا یہ ہے کہ یہ گزر جاتا ہے۔ دوسری بار ٹیلی ویژن کے دروازے موجودہ دور میں بند ہوئے اس بار جرم یہ تھا کہ میں پارٹی میں شامل نہیں تھا۔ قرآن مجید فرقان حمید کی آیت کا یہ ترجمہ ایسی صورتحال میں کتنا حقیقت کشا ہے۔

"دیکھو ہم تمہارے درمیان دنوں کو کس طرح پھیر دیتے ہیں۔"

صاحبو! ورلڈ کپ کرکٹ کے ہنگاموں کی اڑائی ہوئی گرد آب آہستہ آہستہ بیٹھ رہی ہے پاکستانی قوم کرکٹ کی شکست کے جذباتی صدمے سے نکل آئی ہے اور کاروبار حیات دوبارہ اپنے روایتی انداز میں رواں دواں ہیں۔ ورلڈ کپ کے دوران پاکستانی ٹیلی ویژن کی کارکردگی دیکھتا ہوں تو افسوس ہوتا ہے جتنی بے حیائی اور فحاشی اس دور میں ورلڈ کپ کرکٹ کے کلچرل پروگراموں کی آڑ میں پھیلائی گئی' پاکستانی ٹیلی ویژن کی پوری تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہم لوگوں نے ٹیلی ویژن کو کن بنیادوں پر استوار کیا تھا اور آج یہ ادارہ کہاں کھڑا ہے۔ کس ڈھٹائی سے قوم کی رگوں میں بے حیائی کا زہر اتارا جا رہا ہے لوگوں کے گھروں میں کیسی آگ لگا رہا ہے جس کی تپش ایوانِ صدر میں بھی محسوس کی گئی اور صدر پاکستان جناب فاروق احمد خان لغاری کو بھی کہنا پڑا کہ "پاکستان ٹیلی ویژن پر ناچ گانا کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے۔"

صدر لغاری کے اس مذمتی بیان کی سیاہی بھی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو کا بیان آ گیا جس کے الفاظ کم و بیش کچھ ایسے تھے کہ میں نہیں چاہتی کہ ٹیلی ویژن سے ایسے پروگرام نشر ہوں جو میرے بچوں کے ذہنوں پر غلط اثرات مرتب کریں۔ میں بھی ایک ماں ہوں اور اپنے بچوں کے مستقبل سے لاپرواہ نہیں رہ سکتی۔"

وزیر اعظم نے ان الفاظ میں ٹیلی ویژن سے پھیلائی جانے والی فحاشی کی مذمت

Marfat.com

کی۔ اپنے نوابزادہ نصراللہ خان بزرگ سیاستدان ہیں۔ شعر و ادب کا نہایت شستہ مذاق رکھتے ہیں کشمیر کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ حکومت وقت کے ساتھ اپنی تمام تر ہمدردیوں کے باوجود خاموش نہ رہ سکے۔ کلچرل شوز کے سلسلے میں جو کچھ ان کی تجربہ شناس آنکھوں نے دیکھا' ان کے صبر و ضبط کا بندھن کچھ ان احساسات کے ساتھ ٹوٹا "ٹی وی پر لڑکے لڑکیاں ایسے ناچتے ہیں جیسے انہوں نے پی رکھی ہو پاکستان ٹیلی ویژن پر آج کل جو میوزک کے پروگرام دکھائے جا رہے ہیں وہ سراسر فحاشی اور عریانی ہے یہ غیر اسلامی ثقافت ہے اور نظریہ پاکستان کے منہ پر طمانچہ ہے۔"

بات کو ذرا مختصر کرتا ہوں ان شخصیات کے علاوہ ملک کی تقریباً" تمام قابل ذکر سیاسی اور دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے بھی اس فحاشی کے خلاف بھرپور صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ ملی یکجہتی کونسل تو ٹیلی ویژن کے دروازوں پر پہنچ کر وارننگ دے آئی ہے۔

اورصاحبو!

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ٹیلی ویژن کی نامزد ایم ڈی بیگم رعنا شیخ کی "فاش گوئی" اب پروٹوکول کی حدود کو بھی توڑ رہی ہے اور اپنے "بیان" کے لئے مزید وسعتیں تلاش کر رہی ہے۔ صدر پاکستان' وزیراعظم پاکستان کے علاوہ پورے ملک کے احتجاج کے جواب میں بیگم رعنا شیخ فرماتی ہیں۔

"کلچرل پروگرام شرمناک نہیں تھے ملک کا حقیقی کلچر سامنے لانے پر فخر ہے' معذرت خواہانہ رویہ کیوں اختیار کریں۔"

دوسرے لفظوں میں بیگم صاحبہ نے صدر پاکستان اور وزیراعظم کے علاوہ تمام سیاسی اور دینی قائدین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ آپ لاکھ بیان بازی کر لیں میری صحت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن وہ جانیں اور ان کا کام میرا سارا دکھ صرف اور صرف ٹیلی ویژن کے لئے ہے اس لئے کہ میں بھی اس قبیلے کے اس لشکر میں شامل تھا۔ جنہوں نے اس ملک میں ٹیلی ویژن کی داغ بیل ڈالی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ ٹیلی ویژن کس قدر طاقتور اور مہلک ہتھیار ہے اس کو اگر ذہنی نابالغوں اور سطحی سوچ رکھنے والوں کے ہاتھوں میں دے دیا جائے تو نتائج کتنے بھیانک نکل سکتے ہیں۔ ہماری اس بدقسمتی

Marfat.com

میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان ٹیلی ویژن کے ایم ڈی کی پوسٹ سو فیصد سیاسی بن چکی ہے اور حکومتیں اپنے اپنے مطلب کے بندے جانے کہاں کہاں سے ڈھونڈ کر لاتی ہیں جو جائز ناجائز حکومت اور حکمرانوں کی مدح سرائی کرتے کرتے' انہیں زوال کے اندھیروں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ موجودہ صورتحال میں ٹی وی کے پروگراموں اور پالیسی سے خود وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی پوزیشن عجیب و غریب ہوگئی ہے اس لئے کہ احتجاج اور مذمتی بیانات کو پس پشت ڈال کر جانے کس برتے پر ان بے حیائی کے پرچارک پروگراموں کو دوبار ٹیلی کاسٹ کیا جا رہا ہے۔ لوگ سوچتے ہیں کہ وزیراعظم کا ٹیلی ویژن کے فحش پروگراموں کے بارے میں دیا ہوا مذمتی بیان محض رسمی اور رواجی تھا۔ ایک روایتی سیاست دان کی طرح آپ نے بھی عوامی احتجاج کی ہاں میں ہاں ملا دی تھی یا واقعی آپ نے پوری ذہنی صداقتوں اور دل کی گہرائیوں کے ساتھ "دختر مشرق" بن کر محسوس کیا اور ٹیلی ویژن کے ناپسندیدہ پروگراموں کی مذمت کی۔

یہ درست ہے کہ دوست کبھی کبھار دوستوں سے ایک خاص طرح کی آزادی لے لیتے ہیں اور من مانی کر گزرتے ہیں لیکن جب کوئی حد فراموش ہو جائے تو پھر اس کو اس کے سائز میں لے آنا بہتر ہوتا ہے۔ وزیراعظم اگر دوستی نبھانا چاہتی ہیں تو بیگم رعنا شیخ کو موجودہ تنخواہ سے دس گنا زیادہ تنخواہ دے کر پی ایم ہاؤس میں رکھ لیجئے یا لاڑکانہ اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کے لئے بھیج دیجئے۔ مگر حق دوستی ادا کرتے ہوئے اخلاق اور ملک کے مفاد کو بھی پیش نظر رکھیں' ٹی وی کے پروگرام قومی اقدار اور قوم کی نفسیات کو مدنظر رکھ کر تیار کئے جائیں اور ٹی وی کے فنڈز کو قومی امانت سمجھا جائے۔ اگرچہ یہ کام مشکل ہے لیکن کوشش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ ٹیلی ویژن پر خوشامدیوں کا ایک گروہ تیار کر لیا گیا ہے جو ابھی سے نعرے لگا رہا ہے۔ وزیراعظم ---- رعنا شیخ

۵ اپریل ۱۹۹۶ء

Marfat.com

اپریل کا مہینہ اور تاریخ کا سبق

اپریل کا مہینہ شاید پاکستان کی سیاسی تاریخ کا سب سے متنازع مہینہ ہے۔ اپریل میں پاکستان کے ایک وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان کے قتل کے الزام میں سپریم کورٹ کی طرف سے سنائی جانے والی سزائے موت پر عمل درآمد کیا گیا اور یوں ہماری سیاسی تاریخ میں ایک ایسی خونی خلیج بن گئی جس میں سیاسی اخلاق' رواداری اور جمہوری روایات ڈوب ڈوب گئیں۔

خیال تھا کہ شاید وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس المیئے کی شدت میں کمی آ جائے گی لیکن ایسا نہیں ہو سکا اور آئندہ بھی

"کوئی صورت نظر نہیں آتی"

پاکستان پیپلزپارٹی جب اقتدار میں ہوتی ہے تو وہ بھٹو صاحب کی آخری آرام گاہ پر برسی کے نام پر قرآن خوانی سے لیکر ثقافتی پروگراموں کی راہ سے ہوتے ہوئے جلسہ عام تک پہنچ جاتی ہے۔

بے نظیر بھٹو اگر وزیراعظم کی حیثیت سے اس موقع پر گڑھی خدا بخش میں موجود ہوں تو پاکستان کے کونے کونے سے آئے ہوئے وڈیرے' لیڈران کرام' سرکاری حکام اور جلسوں کی رونق بڑھانے والے پکڑ دھکڑ کی بسوں اور ویگنوں میں لائے گئے جیالوں کا طرز عمل بھی دیدنی ہوتا ہے۔ پارٹی لیڈر اور سرکاری حکام تو خاص طور پر حسرت موہانی کے اس شعر کی جیتی جاگتی تصویر بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

پوچھتے ہیں وہ جانثاروں کو
تم بھی حسرت اٹھو سلام کرو

یہ سب خواتین و حضرات بے نظیر بھٹو کی خوشنودی کی خاطر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔

سرکاری درباری ٹیلی ویژن بھی اس دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں رہتا اور اپنی اوقات سے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔ اور اگر بھٹو خاندان اقتدار میں نہ ہو تو پھر صورتحال بالکل الٹ ہوتی ہے۔

گویا برسی کی کامیابیاں' اقتدار کے ساتھ مشروط ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہوتی آئی ہے اور ہوتی رہے گی۔

اس بار ٹیلی ویژن نے "آخر شب کے ہم سفر" کے عنوان سے بھٹو صاحب پر ایک پروگرام خاصا پیش کیا جو خاصا اثر انگیز تھا۔ اس لئے کہ وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو نے بہ نفس نفیس اس میں حصہ لیا اور بھٹو صاحب مرحوم کی زندگی کے آخری لمحات کی داستان سنائی۔ ماضی کی تلخ یادیں دہراتے ہوئے ان کی آنکھوں سے درد آنسو بن کر بہہ نکلا' باربار ضبط کے بندھن ٹوٹ ٹوٹ جاتے تھے۔

جو جو صدمے ہم پر گزرے کیسے ان کا بیان کریں
کونسا داغ نکال کے دل سے ثبت سر دیوان کریں

بھٹو کہانی کے یہ تینوں کردار واقعی اس وقت تنہا اور دہشت زدہ تھے۔ بھٹو صاحب' بیگم نصرت بھٹو صاحبہ اور بے نظیر بھٹو' علیحدہ علیحدہ جیلوں میں بند تھے۔ ان کے ناخن تدبیر سے ایک گتھی سلجھتی تو اور دس الجھاؤ سامنے آن کھڑے ہوتے۔ کل کے جانثاروں نے اپنے آپ کو مصلحتوں کی کوٹھریوں میں بند کر لیا تھا اور کچھ تو باقاعدہ پرچہ نویس بن گئے تھے باڑنے خود کھیت کو کھانا شروع کر دیا تھا۔

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

Marfat.com

"آخر شب کے ہمسفر" میں بے نظیر بھٹو نے گلوگیر آواز میں یہ بھی بتایا کہ جب وہ آخری ملاقات کے لئے گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ بھٹو صاحب کا چہرہ مچھروں اور کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے کی وجہ سے سوجا ہوا تھا اور ان کے استعمال کے لئے "اوپن لیٹرین" تھی۔ یہ ساری سچی باتیں ہیں پاکستان میں عام اخلاقی قیدیوں کی بات تو چھوڑیئے یہاں سیاسی قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے' اس کے بیان سے بھی اذیت ہوتی ہے۔ میں خود مارشل لا کا قیدی رہا ہوں۔ حیدر آباد جیل میں جو کچھ میرے ساتھ ہوا اور وہاں عام قیدی جو جو کہانیاں سنایا کرتے تھے ان دکھوں کے سامنے شاید بے نظیر بھٹو کے دکھ معمولی لگیں۔

قلندر ہر چہ گوید' دیدہ گوید

بینظیر بھٹو نے ایک بے بس بیٹی کی حیثیت سے جن حقائق کا سامنا کیا' ان کا اثر ان پر یقیناً تھا۔ جس کا انہوں نے اظہار کیا۔

گفتگو کسی سے ہو ترا دھیان رہتا ہے
ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے سلسلہ تکلم کا

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ بھٹو صاحب کی روح کو سکون پہنچانے کے لئے کیا ہی اچھا ہوتا کہ بینظیر بھٹو نے ٹی وی پر جیل کا حال سنانے سے قبل پاکستان کے تھانوں کی حوالاتوں اور جیلوں میں شرف انسانیت کے خلاف سلسلوں کو ختم کرکے ان مجرم ساز فیکٹریوں کے حالات تبدیل کر دیئے ہوتے' انہیں اصلاح گھر بنا دیا ہوتا۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ بہت سی خواتین جب حوالاتوں یا جیلوں میں اپنے عزیز رشتے داروں سے پہلی یا آخری ملاقات کے لئے جاتی ہیں تو مالی رشوتوں کے علاوہ انہیں جسم و جاں کی جن بھٹیوں میں سلگنا پڑتا ہے حوا کی بیٹی کو اس سے بچایئے اور "محترمہ" آپ پر تو یہ فرض دوہرا ہو جاتا ہے کہ آپ وزیراعظم ہیں اور خاتون ہیں۔

آپ کو ایک عورت ہونے کے حوالے سے وطن عزیز میں بسنے والی اپنی بہنوں کے ساتھ ہونے والی ان زیادتیوں کا ازالہ کرنا چاہئے۔ تھانوں' حوالاتوں اور جیلوں کے

Marfat.com

قوانین میں انقلابی تبدیلیاں لانی چاہئیں۔

نہ دردمندی سے یہ راہ تم چلے ورنہ
قدم قدم پہ تھی یاں جائے نالہ و فریاد

چار اپریل کو گڑھی خدا بخش میں اکٹھے ہونے والوں کے حلقوموں سے دو لفظ تو اتر کے ساتھ نکلتے ہیں بھٹو اور جمہوریت اور جمہوریت کے لئے بھٹو صاحب کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے جمہوریت کے استحکام کے لئے جان کی بازی لگا دینے کا عزم کیا جاتا ہے لیکن اس عہد کو عمل کی راہ یوں ملتی ہے کہ وہاں تقریر کرتے ہوئے وزیراعظم فرماتی ہیں کہ "پیپلزپارٹی کے علاوہ پاکستان کی سب سیاسی جماعتیں آمریت کی پیداوار ہیں۔

بھٹو خاندان کی ایک کمزوری سے زمانہ واقف ہے کہ یہ مجمع دیکھ کر توازن کھو بیٹھتا ہے۔ اس کا مظاہرہ بھٹو صاحب بھی کرتے رہے ہیں اور بینظیر بھی اس سے نہیں بچ سکیں۔ یہ انکشاف کرتے وقت وہ یہ بھی بھول گئیں کہ ان کے حلیف سیاست دانوں کے دل پر کیا گزرے گی۔

اپنے نوابزادہ نصراللہ خان کے ذہن میں وزیراعظم کا بیان پڑھ کر غالب کا یہ شعر تو ضرور گونجا ہوگا۔

لو وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

اور یہ جو پچھلے دنوں اخباروں میں خبر اڑتی پھرتی رہی کہ ایک ہجوم نے نواب صاحب کے نکلسن روڈ والے گھر یا دفتر پر حملہ کیا اور گاڑی کی توڑ پھوڑ کی تو یہ کہیں پیپلزپارٹی والوں کا کارنامہ نہ ہو کیونکہ یہ پارٹی آمریت کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ یہ "آمریت" کی ہر نشانی مٹا کر "جمہوریت" کے ایوان میں سرخرو ہونا چاہتی ہے۔ اس ضمن میں مولانا فضل الرحمان کو بھی ہوشیار رہنا چاہئے کیونکہ وہ بھی ایک پارٹی کی "ف" شاخ کے امیر ہیں۔

ویسے سارا غصہ تو انہیں میاں نواز شریف اور ان کی جماعت پر تھا۔ وزیراعظم کے

Marfat.com

سیاسی ترکش کے سارے تیروں کا ہدف صرف اور صرف میاں نواز شریف ہیں۔ جو ہر تیر کھانے کے بعد اور زور سے پکارتے ہیں۔

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

لاہور میاں نواز شریف کا شہر ہے۔ اس شریف شہر کی سب سے بڑی شرافت یہ ہے کہ یہ اپنے روایتی ہلے گلے کے بعد الیکشن کے وقت اپنے سارے ووٹ میاں نواز شریف کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔ پچھلے قومی اسمبلی کے الیکشن کے نتائج میری اس بات کی بے روک گواہی ہیں۔

اسی لاہور میں چار اپریل کو مسلم لیگ کے کارکنوں نے اپنے جمہوری حق کے تحت ایک جلوس نکالا اور ایک عدالتی فیصلے کے حق میں نعرہ زن ہوئے۔ جمہوری دور میں یہ جلوس اور ہلا گلہ بھی جرم بن گیا۔ مسلم لیگ کا ایک کارکن' جاوید اشرف بدترین ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ جاوید اشرف لاہور کے سیاسی گلشن کا سب سے زیادہ مہکنے والا پھول تھا۔ وہ انگلش لٹریچر میں ایم اے تھا اور سیاست کو عبادت کا درجہ دیتے ہوئے سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر مخلوق خدا کی خدمت کرتا تھا۔ اس کا ثبوت اس کے جنازے میں دوسری سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کی شرکت سے بھی ملتا ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ چار اپریل کو وزیراعظم یہ حکم دیتیں کہ آج کے دن پاکستان کی تمام پولیس اپنی بارکوں میں رہے اور لوگ اس "یوم جمہوریت" پر اپنے گلے شکوے کر لیں کیونکہ ہم جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں لیکن یہ تو میری خواہش ہے اور ظاہر ہے کہ وزیراعظم کی سوچ میری خواہش کے تابع نہیں ہے۔

بھٹو خاندان اس دعوے میں ہمیشہ سب سے آگے رہا ہے کہ ہم تاریخ کے طالب علم ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن انہوں نے تاریخ سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ سیاسی رہنماؤں کے بارے میں ان کے بیانات کی سطح بھی بلند نہیں رہی اور پھر ان کے مقلدین کی تو پوچھو نہیں۔ حالانکہ اپریل کے متنازعہ مہینے کا سبق یہ ہے کہ مفاہمت اور

Marfat.com

روا داری کو فروغ دیا جائے ورنہ ہر سال چار اپریل کو کچھ لوگ گڑھی خدا بخش میں اور بہت سے لوگ لاہور میں شہید جمہوریت جاوید اشرف کی برسی منایا کریں گے اور پرتشدد دور میں کسی بندوق سے نکلا ہوا سکہ کس کے پیٹ سے برآمد ہوگا کون جانتا ہے۔ ہاں جاننے والے یہ ضرور جانتے ہیں کہ اس کے بعد پھر جمہوریت اور سیاست کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

جاوید اشرف کی جوانمرگی پر پورا لاہور سراپا احتجاج ہے پورا پنجاب اداس ہے اور پورا پاکستان سوگوار ہے۔ سرکاری پریس نوٹ کی زبان بہت گھٹیا تھی۔ سیاسی کارکنوں کو دہشت گرد قرار دینا شرمناک ہے لوگ تو جاوید اشرف کی موت کے بعد کراچی میں پولیس مقابلوں کے بارے میں بھی شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے ہیں۔ جاوید اشرف کی موت پر اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔

کیا لوگ تھے کہ جو غم جاناں میں مر مٹے
اے روزگار! کیوں تیری گردش نہ تھم گئی

۱۰ اپریل ۱۹۹۶ء

Marfat.com

پاگل گائے' کابینہ اور ہم

آج کل اپنی قومی اسمبلی کی روداد پڑھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے معزز نمائندگان اتنی بہت سی عجوبہ روزگار باتیں کس طرح کر جاتے ہیں جن کی مثال ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے تعلقات بھی عجیب موڑ پر آن پہنچے ہیں۔

حکومتی ارکان خواہ کتنی ہی معقول بات کریں' ضرور ہے کہ حزب اختلاف ناک منہ چڑھا کر' اس میں سو سو کیڑے نکالے اور حزب اختلاف اگر یہ بھی کہے کہ "خدا ایک ہے" تو سرکاری بنچوں پر بیٹھنے والے شک و شبے کا اظہار کرتے ہوئے وزیر داخلہ یا وزیر اطلاعات و نشریات کی طرف ضرور دیکھیں گے کہ آج پارٹی لائن کیا ہے کیونکہ ان کی لائنیں اکثر بدلتی رہتی ہیں اور یہ خود کوئی فیصلہ نہ کر سکیں تو پھر اوپر والوں سے پوچھا جاتا ہے کہ "حزب اختلاف یہ کہہ رہی ہے کیا کیا جائے" اوپر سے کچھ ایسا جواب آ سکتا ہے۔

"اگر کچھ زیادہ ہی گنجلک معاملہ ہے تو پھر گول مول بات کر دیں یا دینی معاملہ قرار دے کر مولانا سے رجوع کرنے کی ہدایت کریں۔" قومی اسمبلی میں بحث ہو رہی تھی۔ مسلم لیگ کے جاوید اشرف کی جوانمرگی پر' ہمارے فاضل وزیر داخلہ نے عدالتی تحقیقات سے پہلے ہی اپنی تحقیق کا ڈول ڈالا اور دور کی کوڑی لائے کہ وہ دہشت گرد تھا۔ اسے اپوزیشن نے خود مروایا تاکہ ملک میں مارشل لاء لگوایا جا سکے۔

Marfat.com

جو میرا قتل تھا وہ خودکشی ہوا ثابت
بہت ذلیل ہوئے داد خواہ سب میرے

وزیر داخلہ کے ان زریں خیالات کے جواب میں اپوزیشن احتجاج کرتے ہوئے واک آؤٹ کر گئی اور جاتے جاتے پوری کابینہ کی ذہنی صحت کو یہ کہہ کر مشکوک کر گئی کہ "کابینہ نے پاگل گائے کا گوشت کھا لیا ہے۔"

ہم لوگ جو نہ کابینہ کے حریف نہ اپوزیشن کے حلیف اس طرح کی بیان بازی سے سخت الجھن میں پڑ جاتے ہیں۔

"یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے"

ہمارے اکثر لیڈران کرام کا تعلق طبقہ امرا سے ہے اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ ہماری اشرافیہ کی روزمرہ کی زندگی میں درآمدی اشیاء کا کتنا عمل دخل ہے۔ یہ بھی سنا کہ بہت سے لیڈروں کے پینے کا پانی بھی فرانس سے آتا ہے۔

ہمارے لیڈر بہت کام کرتے ہیں۔ قائداعظمؒ کا یہ قول ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتا ہے "کام' کام اور صرف کام" اور جب یہ کام کرنے پر آتے ہیں تو انہیں کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہتا اور اکثر چائے کے ساتھ سینڈوچ وغیرہ سے پیٹ کی آگ بجھا لیتے ہیں۔ ان کی زبان میں اسے "ورکنگ یا کوئیک لنچ" بھی کہا جاتا ہے۔ تحقیق کر لینی چاہئے کہ کہیں غیر ملکی آقاؤں نے کسی بہانے پاگل گائے کا گوشت تو ان کے معدوں میں نہیں اتار دیا۔ کیونکہ یہ آنکھ بند کر کے ایسے بہت سے کام کئے جا رہے ہیں جو کسی عنوان سے بھی ملک و قوم کے مفاد میں نہیں ہیں لیکن پھر یہ سوچ کر دل کو تسلی ہو جاتی ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے ہمارے بڑے لوگوں کے معدے بہت مضبوط ہیں۔ پاگل گائے کا گوشت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ مہلک ترین زہریلی کر بھی ڈکار نہیں لیتے بلکہ ساقی کا دامن تھام کر التجائیں کرتے ہیں۔

اب بادہ و مینا سے کہاں بجھتی ہے دل کی
لا ساقی تیرے پاس کوئی شعلہ اگر ہو

Marfat.com

میڈیکل سائنس بتاتی ہے کہ پاگل پن کی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض اوقات پاگل پن کے دورے وقفے وقفے سے پڑتے ہیں اس پاگل پن کا مریض اکثر اپنے اردگرد والوں کو یہ یقین دلاتا رہتا ہے کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ اب جون کا گرم مہینہ آنے والا ہے۔ شاید قومی بجٹ بھی اسی مہینے میں آئے گا اور نئے نئے ٹیکس لائے گا۔ لوگوں کا صبر آزمائے گا۔ لیکن میں یہ بجٹ کی بات بیچ میں کیوں لے آیا۔ ان متوقع ٹیکسوں کا' افراط زر کا' مہنگائی کا بھلا پاگل گائے کے گوشت سے کیا تعلق ہے۔ ویسے بھی ہم بہت سی نایاب چیزوں میں خود کفیل ہیں اور اگر خدانخواستہ کسی دوسرے ملک میں ان نایاب چیزوں کا قحط پڑ جائے تو ہم بہت بڑے پیمانے پر ان کو برآمد بھی کر سکتے ہیں۔ بھلا جھوٹ' منافقت' ریاکاری' رشوت اور جہالت میں میں کون ہمارا مقابلے کر سکتا ہے۔ ہمیں پاگل گائے کے گوشت کی کیا ضرورت ہے۔ پاگل پن میں بھی ہم خود کفیل ہیں۔

قومی اسمبلی کی کاروائی کے دوران وزیرداخلہ نے یہ بھی فرمایا کہ "لاہور میں مسلم لیگ کے مظاہرین پٹرول اور مٹی کا تیل ساتھ لائے تھے تاکہ تخریبی کاروائی کی جاسکے۔ پانچ لڑکیاں ان کی قیادت کر رہی تھیں۔ انہیں شرم آنی چاہئے کہ اب' انہیں مردوں کی خدمات حاصل نہیں رہیں۔"

جہاں تک بیان کے پہلے حصے کا تعلق ہے خدا بہتر جانتا ہے کیونکہ میں جلوس میں شامل نہیں تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ کوئی مٹی کا تیل ساتھ لایا یا نہیں۔ میں موصوف کے بیان کے دوسرے حصے پر چونکا ہوں جہاں لڑکیوں کی قیادت کا طعنہ دیا گیا ہے۔ پاگل گائے کا گوشت ..... اف میرے خدا بار بار پاگل گائے کا گوشت کیوں نوک قلم سے ٹپک پڑتا ہے۔ رب کریم اس پاگل گائے کے گوشت سے ہم سب کو محفوظ رکھ (آمین)

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ وزیرداخلہ نے لڑکیوں کی سربراہی کا طعنہ دیا اور کہا کہ انہیں مردوں کی خدمات حاصل نہیں رہیں۔ ہمارے وزیرداخلہ نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر کسی نے انہیں قدموں پلٹ کر پوچھ لیا کہ صاحب آپ کی تو پوری کی پوری قیادت ہی ایک خاتون کے ہاتھ میں ہے جس کے ماتھے کی ایک شکن بڑے بڑوں کو داخلہ سے

Marfat.com

خارجہ اور خارجہ سے خارجی تک بنا سکتی ہے تو پھر آپ کے پاس اردو شاعری کے روایتی محبوب کی طرح کون سا عذر ہو گا؟ کیا جواب دیں گے آپ؟ قیادت ہیں مرد و زن کی تخصیص آپ کو زیب نہیں دیتی آپ کی قیادت کے سائے میں آ کر تو مولانا بھی چپ سادھے بیٹھے ہیں جو شرعاً" عورت کی سربراہی کے خلاف ہیں۔

جنرل صاحب اپوزیشن کا تو کام ہی جوش دلانا ہوتا ہے تاکہ کہنے والے کے ہوش اڑ جائیں اور وہ بے تکی' بے سروپا باتیں کرنے لگ جائے۔ آپ تو مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ جب جوش' ہوش پر غالب آ جائے۔ تو اپوزیشن کو پاگل گائے کی پھبتی کسنے کا موقع ملتا ہے۔ قارئین کرام اور جنرل صاحب سے معافی کے ساتھ آگے بڑھتا ہوں کہ اسمبلی کے فلور اور موچی دروازے کے جلسہ عام میں کچھ تو فرق ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ لطیفہ گوئی بھی زندگی کا ایک حصہ ہے لیکن لطیفہ گوئی زندگی نہیں۔

۱۲ اپریل ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"معاملہ گڑبڑ ہے"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے

"ہیلو"

" جی"

" طارق بھائی"

" جی بول رہا ہوں"

"کیسے ہیں آپ؟"

" اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے"

" بی بی کا کیا حال ہے؟"

"وہ بھی ٹھیک ہے اپنے کلینک گئی ہوئی ہے"

" میں بھابی کا نہیں پوچھ رہی "

" تو پھر؟"

" وزیراعظم بے نظیر کا پوچھ رہی ہوں "

" تو پھر آپ نے مجھے کیوں فون کیا ہے۔ براہ راست ان سے پوچھ لیں آپ تو پارٹی کی بڑی معتبر ممبر ہیں۔ "

" ہمیں وہ فون پر کب ملتی ہیں "

" ظاہر ہے وہ ملک کی وزیراعظم ہیں یوں ہر ایرے غیرے کا فون سننے بیٹھ جائیں تو حکومت کا کام ہو چکا"

Marfat.com

"لیکن میرا ان سے ملنا ضروری ہے ایک دو باتیں بتانی ہیں"

"ایسی کوئی خاص بات ہے تو ان کے شوہر نامدار آصف علی زرداری سے مل لیں ایک ہی بات ہے"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ان کو ماحولیات اور اپنے گھوڑوں سے اتنی فرصت کہاں جو ہم جیسے عام کارکنوں سے بات کریں۔ پھر میرے پاس اتنے پیسے بھی تو نہیں"

کیا مطلب؟

"نہیں آپ تو بات کو خواہ مخواہ دوسری طرف لے جاتے ہیں۔ مطلب ہے مہنگائی کے اس دور میں اسلام آباد کا ٹکٹ' پھر وہاں ہوٹل کا قیام' ٹرانسپورٹ وغیرہ پر پیسہ تو خرچ ہوتا ہی ہے نا"

"ہاں یہ تو آپ درست کہتی ہیں"

"تو پھر میں کیا کروں کوئی راستہ نکالئے"

"ایک طریقہ ہے"

"جلدی بتائیں پلیز"

"آپ مس ناہید خان سے مل لیں لیکن پیسہ تو اس ملاقات پر بھی خرچ ہوگا"

"ہائے اللہ کی مار' پیسے کے بغیر آج کل کوئی کام نہیں ہوتا"

"یہ تو میں نہیں جانتا۔ پیسے کی بات اس لئے کر رہا ہوں کہ وہ بھی تو اسلام آباد میں رہتی ہیں آمدورفت اور طعام و قیام کے اخراجات کا مسئلہ تو وہیں رہا"

"پیسے تو میرے پاس نہیں ہیں آپ کو تو پتہ ہے میرے میاں کی تنخواہ کتنی ہے اور اوپر سے شہاب نے ڈرانا شروع کر دیا ہے"

"یہ شہاب کون ہے آپ کے گھر میں' اس نام کا تو کوئی نہیں رہتا"

"ارے یہ اپنا وزیر خزانہ کیسے ہنس ہنس کے کہہ رہا تھا کہ بجٹ بہت سخت آئے گا' مہنگائی اور بڑھے گی۔ برا نہ مانئے گا مجھے تو یہ آپ کے چہیتے نواز شریف کا آدمی لگتا ہے' ایسی بد خبریں سنانے والا ہماری پارٹی کا کیسے ہو سکتا ہے"

/

Marfat.com

"تو آپ کی چیتی کو میرے چیتے نے کہا تھا کہ آنکھ بند کر کے قرض پہ قرض لیتی جائے۔ یہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک والے ہمارے سگے تو نہیں لگتے نا۔ غیر ملکی قرضوں کے ساتھ غیر ملکی نظریات' پابندیوں اور پالیسیوں کا کینسر بھی ساتھ ہی آیا کرتا ہے"

"آ گئے نا آپ جلی کٹی سنانے پر آخر وہ یہ ساری امداد اپنے گھر تو نہیں لے جاتی آپ سب کی فلاح و بہبود پر ہی خرچ کرتی ہے"

"خاک فلاح و بہبود ہوئی میرے گھر کے سامنے تو اسی طرح ہر چوتھے روز گٹر ابل پڑتے ہیں اور آپ کو تو پتہ ہے میرے گھر سے کچھ دور بچیوں کا ایک کالج ہے' ابلتے ہوئے گٹروں اور بارش کے دنوں میں یہ بچیاں جس طرح غلیظ بدبودار پانی سے سے گزر کر جاتی ہیں دیکھ کر دل خون ہو جاتا ہے' ذرا کسی دن بلاول اور بختاور کو ادھر سے گزاریئے تو پتہ چلے"

"آپ اپنے دل کی بھڑاس پھر کبھی نکال لیجئے گا میرے میاں کہہ رہے تھے کہ معاملہ گڑبڑ ہے"

"اچھا تو آپ نے یہ فلم اکیلے اکیلے ہی دیکھ لی۔ میرے آپ کے سیاسی اختلافات ہیں سماجی تو نہیں"

"میں فلم کی بات نہیں کر رہی' آخر رہے نا ایکٹر کے ایکٹر"

"اچھا صاحب غلطی ہو گئی پر یہ تو بتائیں گڑبڑ ہے کہاں؟"

"آپ وعدہ کریں کہ میری بات ہماری بی بی تک پہنچا دیں گے"

"پر میں نے تو جس اخبار کے لئے لکھنا شروع کیا ہے اس سے تو بڑے لوگ کچھ زیادہ ہی ناراض رہتے ہیں"

"ارے آپ کو نہیں پتہ میرے میاں سمیت سب بڑے لوگ چھپ چھپ کر پہلے آپ والا اخبار ہی پڑھتے ہیں"

"اچھا ذرا ٹھہریں میں کاغذ قلم اٹھا لاؤں ..... جی فرمایئے"

Marfat.com

" لکھیں .... وزیراعظم کو دل و دماغ کی پوری صداقتوں کے ساتھ سپریم کورٹ کے فیصلے کو ہنستے مسکراتے زنانہ بلکہ مردانہ وار تسلیم کر لینا چاہئے"

" مردانہ وار؟"

" اوہو محاورہ کہا ہے۔ میرے میاں کہہ رہے تھے کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو معاملہ گڑبڑ ہے اور اس معاملے میں زیادہ بیان بازی سے بھی گریز کریں' کہیں جذبات میں آکر آپ کے منہ سے کوئی ایسا لفظ نکل جائے جس پر عدلیہ گرفت کر لے تو کوئی آپ کو بچانے نہیں آئے گا۔ میرے میاں کہہ رہے تھے کہ جس کو آپ نے اپنا بندہ کہا تھا وہ بھی اب آپ کا بندہ نہیں رہا۔ وہ صاف جواب دے گیا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کے اسی بندے نے اب ہمارے سیاسی دشمنوں کے ساتھ بھی تعلقات بنانے شروع کر دیئے ہیں۔ ان کی شادیوں میں جانا شروع کر دیا ہے۔ آج کا ہی اخبار دیکھ لیں کس طرح مسکراہٹیں بکھیر رہا ہے۔ اس نے ہر کام آپ کے پروگرام کے الٹ کرنا شروع کردیا ہے میرے میاں کہہ رہے تھے کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ پشاور میں ایک سیاسی گھرانے میں کسی کی وفات پر ہاتھ اٹھانے گئیں تو اللہ کا بندہ ایک سیاسی گھرانے کی شادی کی تقریب میں چلا گیا۔ آپ سوگوار تھیں اور اللہ کا یہ بندہ قہقہے لگا رہا تھا۔ اللہ کے ایسے بندوں سے بہت خبردار رہنا چاہئے اور ہاں یہاں پر بات میں زور پیدا کرنے کے لئے کوئی زبردست سا شعر ضرور لکھ دیں"

" جی اچھا جعفر طاہر کا ایک شعر ذہن میں گونجا ہے اور آپ کے خیالات کا ترجمان بھی ہے"

" یہ جعفر طاہر کون ہے' میر جعفر کا عزیز تو نہیں؟"

" وہ اللہ کا بندہ شعر و ادب کا آدمی تھا۔ انتقال ہو چکا ہے"

" اچھا پھر ٹھیک ہے شعر سنایئے"

اس کو خبر نہیں کہ میں اس کا نہیں رہا
کس خوش سلیقگی سے بغاوت کروں ہوں میں

Marfat.com

"اور ہاں میرے میاں کہہ رہے تھے کہ جہانگیر تو ....."

"ارے اس سے کوئی خطرہ نہیں وہ بیچارہ کب کا ریٹائر ہو چکا اب تو جان شیر بھی آخری بلندیوں پر ہے اس کے بعد ابھی کوئی نظر نہیں آ رہا"

"میں اس جہانگیر کی بات نہیں کر رہی"

"تو نور جہاں والے جہانگیر کو تو مرے ہوئے بھی صدیاں ہو گئیں' ویسے مزے کا آدمی تھا۔ زنجیر عدل لٹکا کر' افیون کی ڈلی حلقوم سے اتار کر بیٹھا رہتا تھا اور جب کوئی ایسا ویسا فیصلہ کرنے کے قریب ہوتا تو نورجہاں پردے کے پیچھے سے ہاتھ نکال کر اس کے کاندھے پر رکھ دیتی تھی جس سے فیصلہ کچھ سے کچھ ہو جاتا تھا۔ ویسے بہت کفایت شعار بادشاہ تھا۔ ساری زندگی ایک ہی جوڑے میں گزار دی کم از کم فلم دیکھ کر تو یہی لگا"

"کچھ خدا کا خوف کریں میں ان افیون خور بادشاہوں کی بات نہیں کر رہی۔ میرے میاں کہہ رہے تھے کہ جہانگیر بھی اللہ کا بندہ لگتا ہے تو اللہ کے یہ سارے بندے کسی دن کوئی کرامت نہ دکھا دیں۔" وہ شاعر نے کیا کہا ہے۔

یہ عمارت تو عبادت گاہ ہے
اس جگہ اک میکدہ تھا کیا ہوا

"صاحب فون بند کر دیں آپ کی ٹرنک کال ہے۔"

"جی اچھا۔"

"ہیلو۔ ہیلو ....."

۱۶ اپریل ۱۹۹۶ء

Marfat.com

عمران خان کا دھماکہ

"یہ تو بالکل ہی پاگل ہو گیا ہے"

"کون؟"

"یہ آپ کا پٹھان"

"کیوں باؤنسر مار کر کسی کا سر تو نہیں پھاڑ دیا خدانخواستہ"

"اس میں سامنا کرنے کی ہمت نہیں' باؤنسر وہ کیا مارے گا یہودیوں کا داماد"

"صبح صبح آپ نے مجھے یہ اطلاع دینے کے لئے ٹیلیفون کیا ہے' خیر اس میں قصور آپ کا بھی نہیں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ آپ کی پارٹی لائن ہی یہ ہے شاید"

"ناراض کیوں ہو گئے سچی بات کہی ہے اور اس نے بھی کہاں کا اخلاق برتا ہے"

"کیوں کیا کہہ دیا اس نے؟"

"اب آپ ہی بتائیں یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہماری وزیراعظم بم دھماکے کے بعد پشاور سے دوڑی دوڑی پہلی فرصت میں پرسا دینے ہسپتال پہنچیں اور وہ آپ کا چہیتا وہاں سے کھسک گیا' ایک ہسپتال کیا بنا لیا پتہ نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھ بیٹھا ہے"

"تو اس میں بیوہ عورتوں کی طرح دہائی دینے کی کیا بات ہے ممکن ہے وہ نامحرم خواتین سے نہ ملتا ہو' اپنا اپنا اصول ہے"

"یہ بھی خوب کہی' لیڈی ڈیانا کا تو بڑا ہنس ہنس کر استقبال کر رہا تھا' اس سے کہاں کی رشتے داری تھی؟"

Marfat.com

"لیڈی ڈیانا تو اس کی بیوی کی سہیلی ہے وہ ہسپتال کی مدد کے لئے آئی تھی' اس نے اپنی بیوی کے ساتھ لیڈی کا استقبال کیا تھا' وہ ایک تعمیری کام کے لئے آئی تھی اور میں نے تو سنا ہے کہ وہ جب سے بادشاہی مسجد والے مولانا آزاد سے مل کر گئی ہے مولانا کی دی ہوئی کتابوں کے مطالعے کے بعد اسلام کی طرف راغب ہو رہی ہے۔ بی بی وزیراعظم اپنے شوہر کے ساتھ وہاں آتیں اور وہ استقبال نہ کرتا تو آپ کا شکوہ درست تھا"

"اچھا تو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ تصویریں بنوانے آئی تھیں"

"تو اس میں کون سا جھوٹ بولا ہے' اس نے' میرا خیال ہے کہ ہماری وزیراعظم سے زیادہ شاید ہی دنیا کے کسی اور سربراہ حکومت کی تصویریں اتنے اہتمام سے بنائی اور چھپوائی جاتی ہوں"

"یہ تو ان کی ہر دل عزیزی کی دلیل ہے اور دوسرے وہ کسی کو گھر سے تو بلانے نہیں جاتیں' اخبار اور ٹیلی ویژن والے خود ہی دوڑے بھاگے پھرتے ہیں۔"

"ٹھیک کہا آپ نے"

"کچھ لوگ خود ہی بم پھاڑ کر پبلسٹی حاصل کر لیتے ہیں"

"آپ پھر پٹڑی سے اتر رہی ہیں۔ کچھ تو خدا کا خوف کریں"

"نہیں آپ کو نہیں پتہ میں نے خود سرفراز نواز کا بیان پڑھا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ یہ عمران خان اور حمید گل کی کارستانی ہے۔ انہوں نے خود ہی ایک سازش کے تحت ایسا کیا ہے اور کہتے ہیں تاکہ قاتل جائے واردات پر اپنی کوئی نشانی ضرور چھوڑ جاتا ہے تو آپ کے چہیتے سے بھی قدرت نے خود اس کا اعتراف کروایا"

"وہ کیسے؟"

"اب اتنے بھولے بھی نہ بنیں جیسے آپ کو پتہ ہی نہیں"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"کیوں عمران نے کچھ دن پہلے کہا تھا کہ وہ عنقریب ایک دھماکہ کرنے والا ہے۔ کہا تھا نا' تو بس اس نے دھماکہ کر دیا۔ اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ خود

Marfat.com

اپنے مُنہ سے اس کا اقرار کر رہا ہے"

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

"شعر ٹھیک فٹ کیا ہے میں نے"

"عام طور پر شعر کہا یا سنایا جاتا ہے' یہ فٹ کرنا کیا ہوا ..... اگر اذان بج سکتا ہے تو شعر بھی فٹ ہو سکتا ہے"

" ایک تو آپ جیسے اردو میڈیم والوں سے بات کرتے ہوئے ایک خاص طرح کی وحشت ہوتی ہے۔ بی بی آکسفورڈ کی پڑھی ہوئی ہیں ساہیوال کے کسی بٹالہ مسلم ہائی سکول کی نہیں"

" خیر شعر فٹ ہو نہ ہو ایک بات یاد رکھیں اس بار لوگ عمران خان کے ہسپتال کے لئے قربانی کی اتنی کھالیں دیں گے کہ ہسپتال کی تعمیر نو کے بعد بھی بہت کچھ بچ جائے گا' رہی سیاست تو لوگ ووٹوں اور کھالوں کے لئے الگ الگ پارٹیوں کا انتخاب کر لیں گے۔"

۱۹ اپریل ۱۹۹۶ء

Marfat.com

زرداری اور جام

"ایک بات پوچھنی تھی"

"جی فرمایئے"

"کیا مرتضیٰ بھٹو اور میاں ایک ہو گئے ہیں؟"

"مجھے کیا معلوم آپ کے گھر کی بات ہے آپ خود ہی اپنے میاں سے پوچھ لیں"

"کچھ دنوں سے آپ زیادہ ہی بیربل بنتے جا رہے ہیں۔ میں اپنے میاں کی نہیں میاں نواز شریف کی بات کر رہی ہوں"

"اچھا اچھا بھئی وہ دونوں سیاست دان ہیں۔ ممکن ہے کسی بات پر اتفاق رائے ہو گیا ہو' آخر بھٹو صاحب اور شیخ مجیب الرحمان کے درمیان بھی تو چھ میں سے ساڑھے پانچ نکات پر اتفاق ہو ہی گیا تھا۔"

"عقل ماری گئی ہے"

"کس کی"

"مرتضیٰ بھٹو کی"

"ایسے نہیں کہتے وہ پیپلزپارٹی کے چیئرمین ہیں"

"پیپلزپارٹی بھٹو گروپ کے"

"اچھا تو آپ کی پیپلزپارٹی' بھٹو صاحب سے ہٹ کر ہے؟"

"نہیں یہ بات نہیں"

Marfat.com

" آخر کوئی نام تو دینا ہوگا تاکہ شناخت میں کوئی ابہام نہ رہے"

" آپ پیپلزپارٹی "ب" کہہ لیا کریں"

" لیکن "ب" سے تو ذہن پھر بے نظیر صاحبہ کی بجائے بھٹو صاحب کی طرف چلا جاتا ہے۔ بات تو وہیں کی وہیں رہی"

" تو "ب" کو دو دفعہ پکار لیا کریں بے نظیر بھٹو بن جائے گا"

" ب ب اس سے تو حرف "بے بے" بن جاتا ہے اور اردو میڈیم والے "بے بے" ماں کو کہتے ہیں اور اسے آپ لوگ بہت پہلے آؤٹ کر چکے ہیں"

" توبہ ہے آپ سے تو بات کرنا' بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے برابر ہے۔"

" چلئے اس پر پھر کبھی بات کرلیں گے۔ آپ کچھ کہہ رہی تھیں"

" ہاں میں یہ کہہ رہی تھی کہ مرتضٰی بھٹو نے کس کے اشارے پر وزیراعظم کے شوہر آصف علی زرداری کی کردار کشی شروع کر دی ہے ضرور اس میں میاں نواز شریف کا ہاتھ ہے"

" اس شریف آدمی کے پاس ان فضولیات کے لئے وقت کہاں اور پھر الزام تراشیوں میں بھٹو خاندان خودکفیل ہے وہ بھلا دوسروں کے اشاروں پر کیوں ناچیں گے۔ ہاں امریکہ بہادر کی بات اور ہے بلکہ آثار تو یہ دکھائی دے رہے ہیں کہ ہماری وزیراعظم کی سٹائلش انگریزی میں وعظ سن کر عنقریب صدر کلنٹن بھی ضرور اسلام قبول کرلیں گے۔ صدر کلنٹن کی اہلیہ تو پہلے ہی اعتراف کر چکی ہیں کہ اپنی بیٹی کی وجہ سے انہیں اسلام سٹڈی کرنے کا موقع ملا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان ماں بیٹی کو چار دن مولانا آزاد کے حلقہ درس میں بٹھا دیا جائے تو لیڈی ڈیانا کی طرح ان کا بھی ہفتوں کا سفر دنوں میں طے ہو جائے گا۔"

" مجھے تو آپ کی ذہنی صحت پر شک ہونے لگا ہے۔ بات پاکستان کی ہو رہی ہے اور آپ برطانیہ' امریکہ پہنچ گئے ہیں۔"

" معاف کیجئے گا اب ہم اور امریکہ تقریباً" ایک ہی ہو چکے ہیں اس لئے ذہن اپنے

Marfat.com

محسنوں کی طرف چلا گیا تھا یہ تو بتائیں کیا کہہ دیا مرتضٰی بھٹو نے"

"ارے کیا کہہ سکتے ہیں وہ۔ چاند پر تھوکا منہ پر آتا ہے۔ کہہ رہے تھے کہ آصف علی زرداری نے اپنی مونچھیں کٹوا کر جام صادق علی مرحوم سے جیل میں مراعات حاصل کی تھیں۔"

"اچھی چھوڑی ہے میر مرتضٰی بھٹو نے"

"اور نہیں تو کیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جام صادق نے پہلے ہفتے ذرا سی سختی کی تو آصف علی زرداری نے پیغام بھیجا کہ آپ میرے سر کے سائیں ہیں آپ جو حکم دیں گے میں بجا لاؤں گا"

"صرف سائیں کہا ہو گا"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے"

"آگے تو سنئے بتاتے ہوئے بھی ہنسی آتی ہے۔ جام صادق علی نے کہا کہ مجھے یقین نہیں آتا لیکن اگر تم سچ مچ مجھے اپنا سائیں سمجھتے ہو تو ثبوت دو اور وفاداری کے ثبوت میں انہوں نے کہا کہ اپنی مونچھیں منڈوا دو"

سیاست میں کبھی کبھار دو چار ایسے سخت مقام بھی آ جاتے ہیں جیسے ابھی ابھی شیخ رشید ایک بوگس مقدمے میں ڈیڑھ سال جیل کاٹ کر آئے ہیں اور ہر آنے جانے والے کے دامن کو پکڑ کر پوچھتے ہیں میرا قصور کیا تھا اور سعد رفیق تو ابھی تک جیل میں ہے۔ حکومت کا خیال ہے کہ وہ آئندہ کوئی جرم کرے گا اور شہباز شریف جو واقعی بیمار ہیں ابھی کل ساڑھے پانچ ماہ کاٹ کر ضمانت پر رہا ہو کر آئے ہیں اور وہ ....."

"آپ اپنے چہیتوں کی فہرست پھر کبھی سنا لیجئے گا۔ میری بات کا جواب دیں کیا مرتضٰی بھٹو کو ایسا کہنا چاہئے تھا؟"

"دیکھیں بات دراصل یہ ہے کہ جام صادق علی مرحوم' جناب بھٹو کے پرانے نیاز مند ساتھیوں میں سے تھے اور پیپلزپارٹی کے لئے انہوں نے جلاوطنی کے عذاب بھی برداشت کئے اور آصف علی زرداری کے والد محترم حاکم علی زرداری اور جام صادق علی

Marfat.com

آپس میں بھائیوں کی طرح تھے۔ یوں آصف علی زرداری اور جام صادق علی کا رشتہ چچا بھتیجے کا بنتا ہے"

"ویسے ایک بات ہے ابھی کل ہی میں نے آصف علی زرداری صاحب کو ٹیلیویژن پر دیکھا خاصے سمارٹ لگ رہے تھے۔ پہلے والی مونچھوں کے ساتھ یہ بات نہیں تھی۔ ورنہ آپ نے دیکھا ہے۔ جام صادق علی مرحوم کے فرزند ارجمند جام معشوق علی اپنی بوجھل مونچھوں کے ساتھ کس طرح ایدھی کی ایمبولینس کی طرح بھاگے پھر رہے ہیں"

"میں سمجھی نہیں"

"یہ قرض چکانے کا معاملہ ہے زرداری قرض کی تھیلیاں لئے پیچھے پیچھے پھر رہے ہیں اور جام وصول کرنے سے انکاری ہیں کہ ایسی بھی کیا جلدی ہے آپ دیکھ لیجئے گا جس دن بھی ان کی ملاقات ہو گئی زرداری سارا قرض بمعہ سود فوراً" چکا دیں گے۔ بندے کو حساب کتاب میں بڑا صاف ہونا چاہئے"

"کچھ بھی ہو میر مرتضیٰ کو ایسی بات پبلک میں نہیں کرنی چاہئے بہنوئی پھر بہنوئی ہوتا ہے اور زرداری بھائی کی شرافت ملاحظہ ہو پھر کہتے پھرتے ہیں ساری خدائی ایک طرف جورو کا بھائی ایک طرف"

۲۱ اپریل ۱۹۹۶ء

Marfat.com

یا اللہ اپوزیشن کو ہدایت فرما

"یہ دیکھ رہے ہیں آپ"

"جی"

"اللہ اجرک میں کتنی پیاری لگ رہی ہیں"

"یہ جگہ ہی ایسی ہے یہاں بہائے گئے ندامت کے چار آنسو شیشہ دل کو صاف شفاف بنا دیتے ہیں۔ دل صاف ہو تو چہرے پرنور آہی جاتا ہے اللہ سب کو یہ سعادت نصیب کرے"

"دیکھئے دیکھئے کیسے روضہ رسولؐ کے سامنے بیٹھی ہیں"

"پر باقی لوگ کدھر گئے؟"

"ہوں گے کہیں ادھر' ادھر۔ ان کے نصیب میں یہ سعادت نہیں ہوگی"

"یہ بات نہیں ہے"

"تو پھر اور کون سی بات ہے"

"انہیں پروٹوکول والوں نے ہٹا دیا ہوگا آخر اس کو خبرنامے میں بھی تو دکھانا تھا۔ اب تو مجھ جیسا بھی پہچان سکتا ہے کہ یہ ہماری وزیراعظم ہیں گروپ فوٹو بن جاتا تو یہ بات نہ رہتی۔ کوئی پوچھتا کہ آپ اس تصویر میں کہاں ہیں تو ایک نکتے پر انگلی رکھ کر

Marfat.com

بتانا پڑتا کہ یہ ہم ہیں"

"ایک بات تو بتائیں آپ کے دل میں اتنا بغض کیوں ہے؟"

"یہ بھی ایک ہی کہی آپ نے"

"ہماری اچھی سی اچھی بات میں بھی آپ کو کیڑے نظر آجاتے ہیں"

"اور آپ کی مصیبت یہ ہے کہ کوئی کتنی بھی دیانت سے اچھی بات کہے آپ اسے سیاسی دشمنی' سیاسی بھی کہاں ذاتی دشمنی بنالیتی ہیں"

"اچھا یہاں آپ کو کیا نقص نظر آیا دیانت دار صاحب"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ قومی خزانہ آپ کے پاس قوم کی امانت ہے اور اس قومی خزانے کو جس بری طرح سے لوٹا گیا ہے۔ وہ آپ مجھ سے بہتر جانتی ہیں۔ پھر پوچھنے والا یہ حق تو رکھتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے وفود بنا کر انہیں جہازوں میں لئے پھرنا' مہنگے ہوٹلوں میں ٹھہرانا' روزینے دینا کہاں کا انصاف ہے یہ سارا خرچ اپنے پلے سے کریں تو اعتراض نہیں ہوگا۔ خود تو یہ لوگ ٹیکس دیتے نہیں اور لوگوں کے ٹیکسوں سے جمع رقومات خرچ کرکے خصوصی دعائیں کرواتے ہیں"

"یہ خصوصی دعا کا جھگڑا آپ کہاں سے نکال لائے"

ٹھہریئے! ابھی اخبار دکھاتا ہوں۔ یہ دیکھیں' کوئی مولانا قمرہاشمی ہیں خصوصی دعا میں آپ بھی شامل ہو جائیں۔ لب لباب یہ ہے۔

"یا اللہ پاکستان میں اپوزیشن کو ہدایت فرما وزیراعظم بے نظیر کی حکومت کو استحکام بخش وغیرہ وغیرہ"

"رب کریم کا طریق کار کچھ ایسا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے اور جو کچھ بندوں کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ وہ قبول کر لیتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ خدا نے مولانا قمرہاشمی کی دعا کا پہلا حصہ قبول فرما لیا ہے اور اپوزیشن کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اٹھے اور مخلوق خدا کو موجودہ حکومت کے جبر سے نجات دلائے کیونکہ موجودہ حکومت نے مخلوق خدا کو سوا بھوک' بیکاری اور پسماندگی کے اور کچھ نہیں دیا اور ظلم و جبر کے

Marfat.com

استحکام کی دعا قمر ہاشمی تو کیا چاہے امام کعبہ' غلاف کعبہ اوڑھ کر بھی مانگے تو بھی قبول نہیں ہو سکتی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"

"ذرا صبر سے سنتی جائیں۔ بے نظیر حکومت کے استحکام کا مطلب ہے۔ ملک میں منگائی اور بڑھے۔ بنکوں کو لوٹ لوٹ کر امیر امیر تر اور اپنے اثاثے بیچ بیچ کر غریب' غریب تر ہو جائے۔ بے نظیر حکومت کے استحکام کا مطلب ہے کہ یہاں ثقافت کے نام پر بے حیائی اور فحاشی عام ہو جائے اور یہ بھی مطلب ہے کہ ملک امریکہ کی ایک ریاست بن جائے"

"لیکن مولانا قمر ہاشمی کو بے نظیر صاحبہ نے تو نہیں کہا ہو گا کہ وہ اس طرح کی دعائیں مانگیں"

"آپ بجا فرماتی ہیں۔ نہیں کہا ہو گا لیکن اس طرح کے خوش الحان پرندوں کو ساتھ پھرانے کی کیا ضرورت ہے"

"یہ قمر ہاشمی ہے کس پارٹی کا"

"دیکھئے جماعت اسلامی کا تو ہو نہیں سکتا کہ جماعت خود اپنے ہاتھوں سے بوئے ہوئے کانٹے اب اپنی پلکوں سے چننے کے لئے تیار ہے"

"تو پھر"

مولانا شاہ احمد نورانی سے بھی تعلق نہیں لگتا کہ وہ تو خود ان دنوں اپوزیشن کے حق میں تسبیح پھیرنے اور چلہ کاٹنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔"

"آخر کسی جماعت کے تو ہوں گے مولانا قمر ہاشمی"

"میرا خیال ہے کہ وہ ایم ٹی پی کے ممبر ہیں"

"یہ کونسی پارٹی ہے"

"اردو میں آپ اسے مال توڑ پارٹی کہہ سکتے ہیں"

"پہلے میرا شبہ مولانا فضل الرحمان کی طرف گیا تھا"

Marfat.com

" خیر آپ کا شبہ اتنا غلط بھی نہیں وہ بھی خصوصی دعاؤں کے بندے ہیں اور وزیراعظم بے نظیر کی حکومت کو نہ مانتے ہوئے بھی مانتے ہیں۔ ہاں تو ذکر تھا ایم

ٹی پی کا"

۲۵ اپریل ۱۹۹۶ء

Marfat.com

برسی مزدور تحریک کے بشیر احمد بختیار مرحوم کی

انسان کی کوتاہ نظری ہے کہ وہ تھور بیج کر گلاب کی یافت کا خواہاں رہتا ہے۔ اندھیرے بو کر سورج نہیں کاٹے جا سکتے۔

اگر آپ تاریخ کے ادنیٰ سے بھی طالب علم ہیں تو یہ حقیقت یقیناً آپ کی بصیرتوں کا حصہ ہوگی کہ بہت قدیم سے ہماری اس دنیا میں لوگ دو قبیلوں میں بٹے رہے ہیں۔ ایک وہ جو موسموں کے شدائد برداشت کرتا رہا۔ اور زمین کا سینہ چیرتا رہا۔ خود خون تھوک تھوک کر مشینوں کا پہیہ گھماتا رہا اور دوسرا قبیلہ کسی نہ کسی عنوان ان کی مزد کو لوٹتا رہا۔

یہ اس وقت بھی ہوا جب جنگل کا قانون تھا۔ یہ آج بھی ہو رہا ہے جب ہم نام نہاد مہذب معاشروں میں رہتے ہیں۔

تاریخ میں وہ نام بھی محفوظ ہیں۔ جنہوں نے اس استبداد کے خلاف جدوجہد کی۔ ان پر وہی گزری' جو اس راہ پر چلنے والوں کا مقدر ہے۔

"تنا پس زنداں' کبھی رسوا سربازار"

پاکستان میں مزدور تحریک کے بانیوں میں بشیر بختیار مرحوم کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔ انہوں نے شب و روز کی محنت کے ساتھ پاکستان میں مزدوروں کو منظم کیا۔ انہیں اپنے حقوق کے حصول کے لئے شعور دیا انہوں نے ہونہار اور درد مند نوجوانوں کی ذہنی تربیت کی۔ جن میں آج جناب خورشید احمد کا نام بہت نمایاں ہے۔

24 اپریل کو بابائے مزدور تحریک کی تیسری برسی تھی۔

میں جب وہاں پہنچا تو مزدور رہنماؤں کی تقریریں جاری تھیں سب بڑی محبت اور

Marfat.com

عقیدت کے ساتھ اپنے بچھڑے ہوئے بزرگ رہنما کی مزدوروں کے لئے کی گئی خدمات کا اعتراف کر رہے تھے۔

ایڈیٹر نوائے وقت مجید نظامی بڑے دھیمے انداز میں یہ چبھتی چنگھاڑتی بات مزدوروں کو بتا رہے تھے "آج کی جمہوریت میں آپ لوگوں کے مسائل اس وقت تک حل نہیں ہونگے جب تک آپ اپنے مزدور نمائندے' جو آپ میں سے ہوں' اسمبلیوں میں نہیں بھیجتے موجودہ اسمبلیوں پر جاگیرداروں کا قبضہ ہے۔ جب تک سوچ تبدیل نہیں ہوگی۔ اس وقت تک نظام تبدیل نہیں ہوگا اور جب تک نظام تبدیل نہیں ہوگا آپ کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔

پاکستان کے سابق چیف جسٹس (ر) نسیم حسن شاہ نے اپنے میٹھے من موہنے انداز میں کچھ یوں گفتگو کا آغاز کیا "بشیر بختیار ایک فرد کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک تحریک تھے اور تحریک بھی ایسی جس کے سامنے وقت کے کئی نمرود اور شداد بہہ گئے۔ وسائل نہ ہونے کے باوجود مزدوروں کی قوت سے تحریک کو آگے بڑھاتے رہے ان کی محنت کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ آج ان کی تیسری برسی پر مزدوروں کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے۔"

بزرگ رہنما مرزا ابراہیم نے بھی یادوں کی مہکتی گٹھری کھولی اور اپنے بچھڑے ہوئے ساتھی کی برسی پر اکٹھے ہونے والے عقیدت مندوں کے ذہنوں کو مہکایا انہوں نے اپنی زندگی کے بے شمار تجربات میں سے چند ایک سنائے۔

؎ اتار لو انہیں دل میں کہ پھر نہ دیکھو گے
یہ صورتیں جو ہیں اب جلوہ بار ہم نفسو !!

انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ حقوق کی جنگ جیتنے کے لئے ضروری ہے کہ مزدوروں میں اتفاق ہو' اتحاد ہو اور تمام فیڈریشنوں کو ختم کرکے ایک فیڈریشن بنائی جائے۔

جناب خورشید احمد نے اپنے بزرگ رہنما سے حاصل کی گئی روشنی اپنے ساتھیوں

Marfat.com

تک پہنچائی۔ انہوں نے کہا کہ طاقت حق نہیں ہے' حق طاقت ہے خواہ وقتی طور پر کتنا بھی نحیف و نزار نظر آئے۔ انہوں نے بڑھتی ہوئی مہنگائی اور مزدوروں کی نہ ختم ہونے والی مشکلات پر اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

سب سے آخر میں آنے والے کو یعنی مجھے بھی اظہار خیال کی دعوت دی گئی اور میں نے وہی کچھ کہا جو مجھے کہنا چاہئے تھا۔

مصلحت کوش ہوئے ہم نہ محبت میں کبھی
تیرے غم کو کبھی ہم نے غم دنیا نہ کہا

واپسی پر جب میں جناب مجید نظامی کے ساتھ آ رہا تھا' انہوں نے کہا کہ آپ کے اندر کا انقلابی پھر انگڑائیاں لے کر جاگ رہا تھا اور آپ کے "پیارے" اب اس سے خوش نہیں ہونگے۔ میں اس وقت تو کھل کر بات نہیں کر سکا مگر عالمتاب تشنہ کے دو شعر میرے جذبات کی عکاسی کر گئے۔

عہد کوتاہ قداں میں یہ غنیمت ہے بہت
ہم اگر اپنے ہی قامت کے برابر رہ جائیں
آپ یہ شملہ و دستار سنبھالیں نہ بہت
عافیت جانیئے' شانوں پر اگر سر رہ جائیں

۲۶ اپریل ۱۹۹۶ء

Marfat.com

بھٹو ..... پرچی اور برچھی

" اس زمانے میں بھٹو صاحب نئے نئے میدان میں آئے تھے اور میں نے خبر دی کہ جناب بھٹو نے ممتاز بھٹو کے ہمراہ پرل کانٹی نینٹل میں سویکار نوکی بیوہ رتنا سری دیوی سے ملاقات کی ہے اور "پیکنگ ریویو" کے ایک مضمون کا اقتباس دے دیا کہ یہ صاحبہ سی آئی اے کی خاص ایجنٹ ہیں' اپنے شوہر سویکار نو کے دھڑن تختہ میں بھی ان کا ہاتھ ہے۔ اس خبر کی اشاعت پر معراج محمد خان نے بھٹو سے وضاحت طلب کی کہ اس خاتون سے آپ کی ملاقات کا کیا جواز تھا۔ معراج محمد خان اور ان کے ساتھی انتخابات کے مخالف تھے اسی لئے انہوں نے پارٹی ٹکٹ نہیں لئے' ان میں طارق عزیز بھی شامل تھا۔ لیکن بھٹو کو معلوم تھا کہ عوام کا انقلاب کبھی نہیں آئے گا۔ الیکشن میں ہی وہ اپنی طاقت بنا سکتے ہیں اور انہوں نے اپنے کارڈ ٹھیک ٹھاک طریقے پر کھیلے۔"

یہ تحریر جناب عبدالکریم عابد کی کتاب "سفر آدھی صدی کا" کے صفحہ نمبر 264 پر درج ہے۔ پڑھتے پڑھتے جب میں یہاں تک پہنچا تو ذہن میں یادوں کا ہجوم در آیا۔

"یہ کہاں سے بزم خیال میں اڈ آئی ہیں چہروں کی ندیاں"

یہ سچ ہے کہ بھٹو صاحب نے اپنے کارڈ نہایت خوبصورتی سے کھیلے اس سے بڑی مشاقی اور کیا ہوگی کہ ان کی ٹرین کے ایک ڈبے میں کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کی چیخ و پکار تھی اور دوسرے ڈبے میں جاگیرداروں' سرمایہ داروں' وڈیروں اور پیروں کی مصلحت آمیز سرگوشیاں' ایک طرف بھوک بے کاری سے تنگ آئے ہوئے پیلے زرد

Marfat.com

چہرے تھے اور دوسری طرف ملاؤں کی فریہ اندامیاں۔ جو لوگ دن کی روشنی میں بھٹو صاحب کے خلاف بیان بازی کرتے' رات کو وہ چھپ چھپا کر ان سے ملاقاتیں کرتے' غرض عجیب سے دن تھے اور بھٹو صاحب بڑی ذہانت کے ساتھ اس ٹرین کو شاہراہ اقتدار پر دوڑائے چلے جا رہے تھے۔ اس دوران اگر کوئی ساتھی کمزور پڑتا تو اپنی ایک مخصوص ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے کان میں جانے کیا کہتے کہ وہ پہلے سے بھی تیز سرپٹ بھاگنے لگتا۔

عبدالکریم عابد نے لکھا معراج محمد خان اور میں الیکشن کے مخالف تھے۔ تو آیئے اس وقت یادوں کی بارات میں آپ کو بھی شامل کر لوں کہ پیپلزپارٹی ایک طوفان کی طرح اٹھی تھی اور پھر جو اس کی راہ میں آیا خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔ کیسے کیسے سیاسی پہاڑ تھے' خاندانی گدیاں تھیں۔ وراثتی نشستیں تھیں۔

دور زماں کے ایک تھپیڑے کی دیر تھی

سب خواب و خیال ہو گئیں' بھٹو صاحب حسین و سمارٹ آدمی تھے اور ان کی ذہانت کی تو ایک دنیا گواہی دیتی ہے۔

یہ سچ ہے کہ ہم لوگوں نے الیکشن کی مخالفت کی تھی۔ جب پارٹی بہت سا کام کر چکی اور لوگوں کو گہری نیند سے جگا چکی اور لوگ بہت بڑی تعداد میں ہم سے متفق ہوتے نظر آئے تو سندھ میں ہالا کے مقام پر ایک آل پاکستان کنونشن ہوا جس میں پیپلزپارٹی کی ساری لیڈر شپ اور بڑے بڑے جانباز کارکنوں نے حصہ لیا۔ کنونشن کی رونقیں دید کے قابل تھیں اور ہم نے مخدوم طالب المولیٰ مرحوم کی میزبانی کا خوب لطف اٹھایا۔

کنونشن میں واضح طور پر دو گروپ بن گئے تھے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ دو واضح گروپ پہلے سے موجود تھے اور اس گروپ بندی میں بھٹو صاحب کی شعوری کوشش بھی شامل تھی۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اس پر پھر کبھی بات ہوگی۔ دو گروپ بن چکے تھے اور دونوں کے نظریات کھل کر عوامی جلسوں اور پریس کانفرنسوں میں سامنے آ

Marfat.com

چکے تھے۔ پرچی اور برچھی کی باتیں برملا ہوتی تھیں۔

ہالا کانفرنس سے پہلے پارٹی کے کچھ اور بھی معتبر لیڈر تھے جنہوں نے رات کو ہمیں یقین دلایا تھا کہ وہ کنونشن میں ہمارے موقف کی تائید کریں گے۔ ہماری آواز میں آواز ملائیں گے اور الیکشن کی مخالفت کریں گے۔

نہیں معلوم ہمارے اس پلان کی مخبری کس نے بھٹو صاحب کے پاس کر دی۔ ہم نے کنونشن کے مزاج کو بدلنے کیلئے جو کچھ سوچا تھا اس کی ایک ایک تفصیل بھٹو صاحب کے پاس پہنچ چکی تھی۔ اس کا احساس ہمیں اس وقت ہوا جب ہم کنونشن میں اکیلے رہ گئے باقی سب جنہوں نے رات وعدے کئے تھے کہ وہ ہر حال میں ہمارا ساتھ دیں گے، کنونشن میں بھٹو صاحب کا جارحانہ رویہ دیکھ کر دوشیزہ کی کہ ملرنی کی تصویر بن گئے۔ کسی آوارہ قہقہے کی طرح ادھر ادھر بکھر گئے۔

اسی کی سی کہنے لگے شہر والے

"بھٹو صاحب جلسے کی صدارت بھی کر رہے تھے خلاف توقع انہوں نے سب سے پہلے تقریر کیلئے مجھے بلایا۔ میں نے حیرت کے ساتھ معراج محمد خان کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے کے تاثرات کہہ رہے تھے "نہیں ابھی نہیں" میرے لئے اس میں حیرت کا پہلو یہ تھا کہ میں ہمیشہ جلسے کے آخری دو تین مقرروں میں سے ایک ہوتا تھا اور آج سب سے پہلے بلانا۔ یہ معنیٰ دارد .... میں نے اپنی نشست سے اٹھ کر کہا۔

"بھٹو صاحب مسلسل تقریروں کی وجہ سے میرا گلا بہت خراب ہے اور میں نے ابھی ابھی دوا کھائی ہے، میں فوری طور پر تقریر نہیں کرسکتا۔

ڈاکٹر نے منع کیا ہے کہ میں دوا کھانے کے بعد کم از کم ایک ڈیڑھ گھنٹہ نہ بولوں۔ اس کے علاوہ فوری طور پر کوئی بہانہ مجھے نہ سوجھا اور بھٹو صاحب نے ہمارے ایک اور ساتھی کو بلایا اور ساتھ ہی کچھ اس طرح کے لفظ بھی کہے کہ

"جب اس طرح کے لوگ اسمبلی میں میرے ساتھ ہونگے تو مجھے کتنی تقویت ملے گی۔"

اور وہ ساتھی اپنی چوکڑی بھول گیا اور بڑی ڈھٹائی سے اس نے الیکشن کے حق

Marfat.com

میں تقریر شروع کردی' ہم ہکا بکا رہ گئے لیکن تیر کمان سے اور بندہ مچان سے نکل چکا تھا اور پھر تو پوچھو نہیں سب وعدہ فراموشوں نے کیا کیا نہیں کہا۔

حشر میں کون گواہی میری دے گا ساغر
سب تمہارے ہی طرف دار نظر آتے ہیں

اب پورے پنڈال میں ہم دو ہی تھے۔ جب چار پانچ مقرروں نے الیکشن کے حق میں فضا بنا دی تو معراج محمد خان کو بلایا گیا۔ اس دن معراج محمد خان نے اپنی زندگی کی بہترین تقریروں میں سے ایک تقریر کی۔ معراج محمد خان کی آواز جوں جوں پھیلتی گئی' مجمع پر سناٹا طاری ہوتا گیا اور معراج محمد خان کی پراثر تقریر کا نتیجہ تھا کہ نعرہ بازی شروع ہو گئی۔ الیکشن نہ کھپے' الیکشن نہیں چاہئے'۔

تقریر کے اختتام پر معراج محمد خان نے لوگوں سے پوچھا "پرچی یا برچھی" تو سارا پنڈال بول اٹھا "برچھی!!!"

بھٹو صاحب کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ معراج کی تقریر کے بعد پھر الیکشن کی حمایت میں چار پانچ مقرر لائے گئے جنہوں نے ہمیں ادھیڑنا شروع کر دیا۔ اب صرف میں رہ گیا جو کچھ کر سکتا تھا۔ میں نے بار بار اپنی جگہ کھڑے ہو کر تقریر کی اجازت مانگی لیکن بھٹو صاحب نے اجازت نہیں دی۔ انہوں نے کمال ہوشیاری سے میرے ہی کہے ہوئے الفاظ مجھے لوٹا دیئے۔

"نہیں نہیں تم بیٹھو' تمہارا گلا خراب ہے۔ میں تمہاری بات نہیں مانوں گا۔ میں ڈاکٹر کی بات مانوں گا۔ تم میرے قیمتی آدمی ہو ابھی الیکشن میں تم نے بہت تقریریں بھی کرنی ہیں میں نہیں چاہتا کہ تمہارا گلا ہمیشہ کے لئے خراب ہو جائے"

میری پوری کوشش کے باوجود بھٹو صاحب نے مجھے تقریر کی اجازت نہیں دی مایوسی اور غصے کے عالم میں میں نے اپنی فائل بھٹو صاحب کے سامنے زمین پر دے ماری اور ہال سے باہر چلا آیا۔ کھانے کے وقفے کے بعد بھٹو صاحب نے صدارتی تقریر کی وہ خاصی دیر تک بولے ان کی تقریر بہت اچھی تھی۔ انہوں نے کی جانے والی تقریروں کا بڑی ذہانت کے ساتھ تجزیہ کیا اور الیکشن کے خلاف جانے والوں کا نام لئے بغیر خوب خبر لی اور

Marfat.com

جذبات میں بہہ کر وہ باتیں بھی کہہ گئے جو نہیں کہنی چاہئے تھیں۔

خیر کنونشن میں فیصلہ ہوا کہ پارٹی الیکشن میں حصہ لے گی۔ ہمارے اس سارے اختلاف کی بنیاد یہ تھی کہ اگر حالات اور واقعات کی ترتیب پارٹی کو مجبور کرتی ہے کہ الیکشن میں حصہ لیا جائے تو سمجھوتہ اس بنیاد پر کیا جائے کہ پارٹی ٹکٹ پڑھے لکھے کارکنوں کو دیئے جائیں لیکن ہمارے یہ سارے خواب ہماری آنکھوں میں ہی اندھے ہو گئے۔ ایک سے ایک بدروح وڈیرہ' چودھری اور خان اسمبلی میں پہنچا۔

یہی وجہ تھی کہ جب الیکشن چارٹ پر خود بھٹو صاحب نے اپنے ہاتھوں سے دو حلقوں پر نشان لگا کر کہا کہ یہاں سے معراج اور طارق الیکشن لڑیں گے تو ہم نے انکار کر دیا کہ ہم نے ہالا کانفرنس میں الیکشن کی مخالفت کی تھی اس لئے اصولی طور پر ہم الیکشن نہیں لڑیں گے۔ چونکہ پارٹی کا فیصلہ ہے کہ الیکشن لڑنا ہے تو اب ہم الیکشن لڑوائیں گے اور پھر زمانہ جانتا ہے کہ طور خم سے کیماڑی تک۔

"کہاں کہاں تیرا عاشق تجھے پکار آیا"

اس وقت اگر ہمارے ساتھی ہمیں دھوکا نہ دیتے اور ہم بھٹو صاحب پر دباؤ بڑھا کر انہیں اس پر لے آتے کہ غریبوں اور پڑھے لکھے کارکنوں کو ٹکٹ دیئے جائیں تو میرا یقین ہے کہ نہ بھٹو صاحب اس انجام کو پہنچتے اور نہ ملک کا یہ حال ہوتا جہاں آج ہم کھڑے ہیں کہ دور حد نظر تک اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

دی ہے سر بے مغز کو دستار فضیلت
بے برگ شجر تم نے سر افراز کیا ہے

۲۸ اپریل ۱۹۹۶ء

Marfat.com

گو.... گو.....بی بی گو

"گو' گو' بی بی گو"

"ہیں' ہیں ہیں یہ آپ کا طوطا کیا رٹ لگا رہا ہے"

"مقامی زبان میں اس کا مطلب ہے بی بی جا ساڈی جان چھڈ۔"

"گو' گو' بی بی گو"

"آپ اسے چپ کرائیں مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ کیسی تیز آواز ہے کم بخت کی۔"

"اس کو تو میں چپ کروا دوں گا۔ لیکن مخلق خدا کو کون روکے گا۔ ان کی چیخوں کو کون دبائے گا۔"

"اللہ' آپ تو بھرے بیٹھے ہیں۔ میں تو آپ کو عید کی مبارک باد کہنے آئی تھی۔"

"کیسی عید' کہاں کی مبارک باد۔ دل اتنا غم زدہ ہے کہ بس پوچھو نہیں۔"

"آپ بس میں پھٹنے والے بم کا ذکر کر رہے ہیں۔ اللہ جانتا ہے مجھے بھی بہت دکھ ہوا۔ ہائے کیسے کیسے عید کے ارمان لے کر لوگ اپنے گھروں کو جا رہے ہوں گے۔ اخبار میں ان کی تصویریں دیکھ کر تو اس زندگی سے نفرت ہو گئی۔ انسان آخر کس بات پر اتنا غرور کرتا ہے"

"یہ بات آپ اگر اپنی وزیراعظم کو سمجھا دیں تو بات ہے"

"لیکن اس میں وزیراعظم کا کیا قصور ہے۔ وہ بے چاری تو لاڑکانہ سے بھاگی بھاگی

Marfat.com

آئیں اور موقع پر پہنچ گئیں حالانکہ وزیراعلیٰ اور گورنر سروپ بھی پہلے نہیں پہنچے"

"تو ان کو میں نے رکھا ہوا ہے۔ پہلے نہیں پہنچے۔ مجھے پتہ ہے وہ پہلے کیوں نہیں پہنچے۔"

"کیا پتہ ہے آپ کو ذرا میں بھی تو سنوں"

"سیدھی سی بات ہے طوطوں کی طرح رٹا ہوا ایک ہی بیان ہے وہ اگر پہلے پہنچ کر گورنر سروپ یا بابا ٹکی دے دیتے تو وزیراعظم کے پاس کہنے کو کیا رہ جاتا"

"طوطوں کا تذکرہ آپ کچھ زیادہ ہی کر رہے ہیں لیکن ایک بات میں آپ کو بتادوں آپ لوگ اس میں بھی مار کھا جائیں گے"

"کیسے؟"

"ہمارے پاس ایک سے بڑھ کر ایک طوطا پڑا ہے۔ اور آپ کے طوطوں سے بڑھ کر بیان بازی کر سکتا ہے۔"

"اچھا"

"اور نہیں تو کیا۔ ہمارے بہت سے طوطوں کو مختلف بیان پہلے سے ازبر ہیں بس اوپر سے حکم کی دیر ہوتی ہے اور وہ ٹائیں ٹائیں کر کے سب کا مغز کھا جاتے ہیں"

"مثال دے کر واضح کریں"

"آپ اپوزیشن لیڈر سے کہیں کہ کوئی بیان دیں"

"وہ میرے کہنے میں نہیں ہیں ورنہ ایسا بیان دلواتا کہ ایوانوں میں زلزلہ آ جاتا"

"پر یہ یاد رہے کہ جب زلزلوں سے بستیاں تباہ ہوتی ہیں تو پھر سبھی تباہ ہو جاتے ہیں۔

"بات طوطوں کی ہو رہی تھی۔"

"جی تو میں کہہ رہی تھی کہ اگر اپوزیشن لیڈر کوئی بیان دیں تو ہمارا طوطا فوراً اس کا جواب دے گا"

"لیکن معاف کیجئے گا آپ کے طوطے کی اطلاعات و نشریات خاصی بے مغز ہوتی ہیں۔"

Marfat.com

"اب آپ پھر زیادتی کر رہے ہیں آپ طوطوں سے اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں جو قدرت نے انہیں دی ہی نہیں"

"ان طوطوں کی بے دماغی آپ کی پارٹی کو نقصان نہیں پہنچا رہی۔"

"جی نہیں یہاں پھر آپ فلاپ ہو رہے ہیں"

"وہ کیسے؟"

"دیکھئے جس کے پاس دماغ ہو گا وہی کوئی الٹی سیدھی بات سوچے گا جس سے نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے اسی لئے ہم نے ان تمام طوطوں کو بہت پہلے پارٹی سے نکال دیا تھا۔ جو دماغ رکھتے تھے۔"

"کوئی ایک آدھ دانہ تو ہو گا"

"ہے پروہ اب بہت بوڑھا ہو گیا۔ کسی کام کا نہیں رہا۔ برکت کے لئے رکھا ہوا ہے ایک بات تو بتائیں آپ کا یہ طوطا ہے کہاں کا"

"پشاور سے آیا ہے۔ اس طرح یہ صوبہ سرحد کا ہوا"

"ہمارے پاس بھی سرحد کے کچھ طوطے ہیں۔ انہیں ہم نے کالا باغ ڈیم کے خلاف بیان رٹوائے ہوئے ہیں۔ اس کا سیاسی وزن تو پاؤ بھر ہی ہے لیکن ہے بڑا شیر"

"طوطا! شیر کیسے بن گیا"

"کسی اللہ کے بندے کی دعاؤں سے"

"میرا خیال ہے کالا باغ ڈیم سو فیصد ایک تکنیکی مسئلہ ہے اسے سیاست کا موضوع نہیں بنانا چاہئے"

"اس طرح تو یہ دہشت گردی اور بم بازی بھی سو فیصد انسانی مسئلہ ہے آپ لوگ کیوں اس پر اپنی سیاست چمکا رہے ہیں"

"آپ اگر اپنی بات کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ملک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی لاقانونیت' چوریاں' ڈکیتیاں اغواء اور جنسی جرائم آپ کی کمزور پالیسیوں کا منطقی نتیجہ ہیں سارا زور آپ کا سیاسی مخالفین کو ختم کرنے پر صرف ہو جاتا

Marfat.com

ہے۔ بہتری کے لئے سوچنے کا تو آپ کے پاس وقت ہی نہیں۔"

"آخر اس ساری خرابی کا سرچشمہ ہے کہاں؟"

"گو گو بی بی گو"

"یہ اللہ مارا پھر بولا"

"میرا خیال ہے کہ اس نے آپ کی بات کا جواب دیا ہے بعض طوطے' ذہین بھی تو ہوتے ہیں اور پھر اسے تو میری صحبت بھی حاصل ہے"

"آپ کو اپنی ذہانت کے بارے میں اگر کوئی غلط فہمی ہے تو اس صورتحال کا کوئی حل بتایئے۔"

"حل تو ہر مسئلہ کا موجود ہوتا ہے صرف نیتیں نیک ہونی چاہئیں پہلی بات یہ ہے کہ آپ اپنی لیڈر سے کہیں کہ وہ اپنے طوطوں کے منہ میں لگام دیں"

"طوطوں کے منہ میں لگام یہ بھی ایک ہی کہی آپ نے"

"ارے بابا محاورہ کہا ہے۔ طوطوں کی بے مغز باتوں سے ماحول زیادہ تلخ ہو جاتا ہے۔ ماحول سے یہ تلخی ختم ہونی چاہیئے زرداری صاحب کو چاہئے کہ وہ اپنے اصطبل کے سب سے برق رفتار گھوڑے پر بیٹھ کر اپوزیشن کے دروازے پر جائیں انہیں منائیں۔ ان کی باتیں سنیں۔ وہ جو آئینی پیکیج دیں اس پر غور کریں اور اگر الیکشن کی بات ہے تو 96ء' 98ء کو چھوڑ کر 97ء کا ڈول ڈال دیں۔ میرا خیال ہے کہ الیکشن کے بغیر بات بنے گی نہیں"

"یہ تو آپ انہی کی سی کہہ رہے ہیں"

"میں کیا کروں ملیریا ہو تو کونین ہی دوں گا نرالا کی مٹھائی تو نہیں دے سکتا نا"

"بات سے بات بنانا کوئی آپ سے سیکھے"

"دیکھئے اگر مریض دوا کی جگہ مٹھائی ہی کھاتا رہے تو گورکنوں کا کام اور آسان ہو جاتا ہے"

"گو گو بی بی۔ گو"

Marfat.com

"اب یہ آپ کو بھی کہہ رہا ہے کیونکہ اس کی چوری کا وقت ہو گیا ہے"

غیر ممکن ہے کہ حالات کی گتھی سلجھے
اہل دانش نے بہت سوچ کر الجھائی ہے

۵ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

وزیراعظم اور جیل

"السلام علیکم"

"وعلیکم السلام یہ گل دوپہری کہاں سے کھل اٹھا"

"آپ سے ایک بات پوچھنے آئی تھی، کچھ فکر مندی ہے"

"اللہ خیر کرے آپ کے میاں تو ٹھیک ہیں ان کے محکمے کے وزیر پر چرس کی سمگلنگ کا الزام ہے"

"آپ کی اپوزیشن سیاسی جماعت کی بجائے کھوجیوں کی جماعت لگتی ہے، ذرا اسی بات ہاتھ لگی اور لے چڑھی کوٹھے پر"

"آپ کچھ پوچھنے آئی تھیں"

"ہاں یہ بتایئے کیا وزیراعظم جیل جا سکتی ہیں"

"جی آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا آپ ان کی پارٹی کی ممبر ہیں اور ایسی باتیں ..."

"بتائیں نا"

"لوگ تو یہاں وزیراعظم کو پھانسی پر لٹکا دیتے ہیں آپ جیل کی بات کر رہی ہیں یہ تو بتائیں آپ ایسی خوشخبریاں کہاں سے لے آتی ہیں۔

ظاہر ہے اخباروں سے اور کہاں سے لاتی ہیں، یہ دیکھئے اخبار کی کٹنگ میں ساتھ لائی ہوں"

"ایک اردو روزنامہ نے اپنے آخری صفحے پر یہ خبر چھاپی ہے"

Marfat.com

کہ "سیف اللہ صاحب تیار رہئے اس مرتبہ میں آپ کو بھی اپنے ساتھ جیل لے جاؤں گی معلوم ہوا ہے وزیراعظم بے بینظیر بھٹو نے یہ بات گزشتہ دنوں ازراہ مذاق پٹرولیم اور قدرتی وسائل کے وفاقی وزیر انور سیف اللہ سے کہی جس کے جواب میں انور سیف اللہ خان نے کہا بالکل میڈم پرائم منسٹر ہم آپ کے ساتھ ہیں"

"اچھا تو یہ ہے آپ کی فکر مندی"

"آپ اسے معمولی بات سمجھ رہے ہیں"

"نہیں پرائم منسٹر نے اگر خود یہ بات کہی ہے تو بقول مصحفی

جو بات یہ کہتا ہے تم غور کرو یارو
کچھ کشف کے اس میں سے عنوان نکلتے ہیں

"آپ شاعری نہ کریں میرے میاں کہہ رہے تھے کہ کوئی بات ضرور ہے"

"دیکھئے ایک بات طے ہے کہ انور سیف اللہ خان جیل نہیں جائیں گے"

"تو کیا پرائم منسٹر اکیلی ہی جائیں گی"

"نہیں ایسا بھی نہیں ہو گا بلوچ اپنی بیویوں کو اکیلے کہیں آنے جانے نہیں دیتے یہ ان کی غیرت مند روایات کا سوال ہے اور میرا یقین ہے کہ زرداری اپنی روایات کے خلاف نہیں جائیں گے'

"لیکن دعوت تو انور سیف اللہ خان کو دی گئی ہے جو انہوں نے قبول بھی کر لی ہے"

"آپ کی دونوں باتیں درست ہیں لیکن دعوت زبانی کلامی دی گئی ہے اس طرح کی جگہوں پر ساتھ لے جانے کے لئے لکھ کر دعوت دی جاتی ہے کارڈ چھپوائے جاتے ہیں"

"ہاں یہ بات آپ کی درست ہے پچھلے دنوں مجھے بھی کارڈ آیا تھا پرائم منسٹر ہاؤس سے"

"کیا آپ کو بھی ساتھ جیل لے جانا چاہتی ہیں' میرا خیال ہے ناہید خان شہناز وزیر علی اور رعنا شیخ نے ساتھ جیل جانے سے انکار کر دیا ہو گا"

"اللہ نہ کرے جو میں جیل جاؤں وہ تو عید کارڈ تھا"

Marfat.com

"اچھا اچھا ہاں تو میں بتا رہا تھا کہ کارڈ چھپوا کر باقاعدہ خان صاحب کو دعوت دی جائے گی تو وہ جو آخر میں "ج س م ف" لکھا ہوتا ہے اس کا سہارا لے کر خان صاحب جلدی سے جواب لکھیں گے اور کوئی باقاعدہ پیڈ نہ ملا تو ڈیزل یا مائع گیس کے پرمٹوں کے دوسری طرف کسی مصروفیت کا بہانہ کر کے ٹال جائیں گے"

"لیکن انہوں نے تو کہا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں"

"انہوں نے وزیراعظم سے کہا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں بی بی سے نہیں کہا کہ ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ وہ اپنے مسلم لیگی لیڈر جونیجو اور پھر نواز شریف کے ساتھ نہیں گئے تھے' پیپلز پارٹی کی قائد کے ساتھ کیسے جائیں گے اور وہ بھی جیل میں۔"

"لیکن وعدہ بھی تو کوئی چیز ہے"

"آپ کو پختون روایات کا شاید علم نہیں ان کی مہمان نوازی کی تو ایک دنیا معترف ہے کوئی چل کر ان کے گھر آ جائے تو یہ اپنے باپ کے قاتل کو بھی معاف کر دیتے ہیں اب بی بی خود چل کر پشاور گئیں تو ان کا دل رکھنے کے لئے انور سیف اللہ نے اگر سیاسی طور پر' ہم آپ کے ساتھ ہیں کہہ ہی دیا تو آپ خود انصاف کریں کہ کسی شریف آدمی کو جیل کی دعوت دینا کہاں کا انصاف ہے اور شاید ہماری وزیراعظم دنیا کی پہلی اور آخری وزیراعظم ہیں جو اپنے ساتھیوں کو جیل کی دعوت دیتی رہتی ہیں میرا آپ کو ایک مشورہ ہے"

"وہ کیا"

"آپ اپنی پرائم منسٹر سے کہیں کہ اب جبکہ پیپلز پارٹی پنجاب نے انہیں "مجاہدہ اسلام" کا خطاب بھی دے دیا ہے تو وہ انور سیف اللہ خان کی بجائے مولانا فضل الرحمان کو جیل جانے کی دعوت دیں میرا خیال ہے کہ فوراً چلنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔" "بی بی کے ساتھ وہ شاید جیل سے بھی آگے جانے کے لئے تیار ہوں گے بشرطیکہ پارٹی والوں کو اعتراض نہ ہو"

"کسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ پرائم منسٹر جیل ہی نہ جائیں"

Marfat.com

"اعمال کے نتائج انسان کی اپنی خواہش کے تابع نہیں ہوتے"

کوئی یوسف نہیں اس شہر میں تعبیر جو دے
خواب آتے ہیں زلیخا کو مسلسل کیا کیا

۷ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

چیمبر، اسلحہ اور استعفیٰ

آج کل اپوزیشن لیڈر گوہر ایوب خان نے وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی سے مطالبہ کیا ہے۔ جب تک عدالت انہیں باعزت بری نہیں کر دیتی وہ قانون اور قوم کی نظروں میں چیمبر کی ملکیت کے جرم کے قصوروار سمجھے جائیں گے۔ گوہر ایوب نے کہا کہ وزیر خارجہ کو اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے استعفیٰ دے دینا چاہئے اگر ان میں استعفیٰ دینے کی جرأت نہیں ہے تو جب تک مقدمہ چلتا ہے وہ رخصت پر چلے جائیں تاوقتیکہ عدالتی فیصلہ آ جائے ورنہ وہ ملک قوم اور وزارت خارجہ کے لئے بدنامی کا باعث بنیں گے۔"

میری ان یادوں پر بیس برس سے زیادہ کی گرد پڑ چکی ہے آج جبکہ اپوزیشن لیڈر گوہر ایوب کا یہ مطالبہ پڑھ کر وہ صورت حال اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ ذہن میں جاگ اٹھی جو حیدر آباد کے میر برادران کو پیش آئی تھی۔

میر علی احمد تالپور ان دنوں بھٹو صاحب سے بہت ناراض تھے (خوش وہ کبھی بھی نہیں تھے) اور اکثر بھٹو حکومت کے خلاف ان کے بیان چھپتے رہتے تھے۔ دوسری طرف صورتحال یہ تھی کہ میر علی احمد تالپور کے چھوٹے بھائی میر رسول بخش تالپور اس وقت سندھ کے گورنر تھے۔ میں ان دنوں کراچی میں تھا۔ میر علی احمد تالپور سے میرے تعلقات سیاسی تو تھے ہی ذاتی بھی بن گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم دونوں جب مارشل لاء کے تحت حیدر آباد کی سنٹرل جیل میں ایک سال قید بامشقت کاٹ

Marfat.com

رہے تھے تو ہمیں ایک ہی کوٹھری میں رکھا گیا۔ میر صاحب کا حافظ بلا کا تھا۔ اردو شاعری پر ان کی نظر بڑی گہری تھی۔ ہم دونوں زلف یار سے لے کر ناقہ لیلیٰ تک ہر موضوع پر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔

جن لوگوں کو جیل میں اکٹھے رہنے کا اتفاق ہوا ہو وہ ان دوستیوں کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بہرحال میں اصل داستان کی طرف آتا ہوں۔ بھٹو صاحب کی حکومت نے میر علی احمد تالپور پر اسلحہ کی سمگلنگ کا الزام لگایا کہ وہ بلوچستان میں چلنے والی تحریکوں کو بھی اسلحہ فراہم کرتے ہیں۔

میں اخبار میں یہ خبر پڑھ کر میر صاحب کے گھر پہنچا تو میر علی احمد تالپور بہت غصے میں تھے۔ تھوڑی دیر بعد معراج محمد خان بھی وہاں آ گئے۔ ہم نے گفتگو کا آغاز کیا اور اسلحہ سمگلنگ کے مقدمے کے محرکات اور آئندہ پیش آنے والی صورتحال پر غور کیا۔ میں نے میر علی احمد تالپور سے کہا کہ بھٹو صاحب اب آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔ لہٰذا سسرال جانے کی تیاری کر لیجئے ہم جیل کو سسرال کہا کرتے تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ رات تک بھٹو صاحب گورنر سندھ میر رسول بخش کی بھی چھٹی کر دیں گے اور نہیں معلوم ان پر کون سا الزام لگا دیا جائے۔ آپ کے پاس بھٹو صاحب کے دوسرے وار سے بچنے کے لئے چند گھنٹے ہیں اگر آپ نے بروقت کوئی جرات مندانہ فیصلہ نہ کیا تو بازی آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

معراج محمد خان اور میری یہ سوچی سمجھی رائے تھی کہ میر رسول بخش تالپور گورنر سندھ کو بھی نہیں چھوڑا جائے گا۔

میر علی احمد تالپور کہہ رہے تھے کہ ایسا نہیں ہو گا۔ بھٹو صاحب ایک وقت میں دو محاذ کھولنے کی سیاسی غلطی نہیں کریں گے۔ ہم تینوں بند کمرے میں تین چار گھنٹے بحث کرتے رہے۔ آخر ہم نے میر علی احمد کو قائل کر لیا کہ بھٹو صاحب کے دوسرے وار سے پہلے ان پر وار کر کے آپ اپنی عزت بچا لیں۔ بلکہ آپ کے اس عمل سے آپ کا سیاسی قد اور اونچا ہو جائے گا میر صاحب وار کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور طے پایا

Marfat.com

کہ میر رسول بخش تالپور سندھ کی گورنری سے فوراً استعفیٰ دے کر گھر آ جائیں میر رسول بخش گورنر سندھ کو یہ بات ٹیلی فون پر نہیں بتائی جا سکتی تھی۔ کیونکہ اس طرح کی صورت حال میں ٹیلی فون ضرور ٹیپ ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں اور معراج محمد خان خود گورنر ہاؤس کے لئے روانہ ہوئے۔ گورنرہاؤس میں ہم نے علیحدگی میں میر رسول بخش تالپور سے ملاقات کی۔ بڑے میر صاحب پر اسلحہ کی سمگلنگ کے الزام کی خبر وہ پڑھ چکے تھے۔ لیکن اپنے استعفیٰ کا خیال ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا ہم نے میر صاحب کو قائل کیا کہ آپ کے پاس وقت کم ہے۔ رات نو بجے والی خبروں سے پہلے بھٹو صاحب ضرور آپ پر وار کریں گے۔

لہٰذا جتنی جلدی ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے اور یہ کہ میر علی احمد تالپور کا بھی یہی خیال ہے اور ان کا حکم ہے آپ فوراً گھر واپس آ جائیں۔

میر صاحب نے اپنی جیب سے چھوٹا سا گول شیشہ نکالا اور اپنی بڑی بڑی گچھے دار مونچھوں کی نوکیں درست کیں اور ہمیں کہا کہ اچھا میر صاحب کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر تم میرا استعفیٰ لکھو اور انہوں نے اپنے اے ڈی سی کو بلا کر ہنگامی پریس کانفرنس بلانے کے لئے کہا اور میں نے کاغذ قلم سنبھال لیا۔ میں نے گورنر کی طرف سے فوری استعفیٰ دینے کی بہت سی وجوہات لکھی تھیں۔ جن کا مفہوم کچھ یہ تھا۔

میں صوبہ سندھ کا گورنر ہوں اور آج ہی میرے بڑے بھائی میر علی احمد تالپور پر جو قومی اسمبلی کے ممبر بھی ہیں اسلحہ کی سمگلنگ جیسا گھناؤنا الزام عائد کیا گیا ہے ہم وہ لوگ ہیں جن کی ساری زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے۔ بھٹو صاحب نے حیدر آباد میں ہمارے گھر سے ہی پارٹی کا جھنڈا پہلی بار لہرایا تھا اور جاننے والے جانتے ہیں کہ ہم نے آبائی جائیدادیں بیچ بیچ کر لوگوں کی خدمت کی ہے ہم ایوب اور یحییٰ خان کی آمریت سے بھی ٹکراتے رہے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ جمہوریت کی بات کی ہے۔ ہم ہمیشہ سیاہ کو سیاہ اور سفید کو سفید کہتے آئے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی اپنی روایات اور نظریات کی پاس داری کریں گے۔

Marfat.com

آج میرا امتحان ہے

کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج تیرا امتحان پر

میرے ایک طرف سندھ کی گورنری ہے اور دوسری طرف' جمہوریت کی اعلیٰ روایات ہیں مجھے آج ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے اور بخدا میں نے انتخاب کر لیا ہے میں اس سیاسی کوفے سے ہجرت کر رہا ہوں۔ میں سندھ کی گورنری سے استعفیٰ دے رہا ہوں تاکہ زمانہ گواہ رہے کہ سندھ کے میر جو کہتے تھے وہ کر کے دکھا دیتے تھے۔

اور سن لیجئے کہ جمہوری روایات یہ ہیں کہ اگر بڑے بھائی پر سمگلنگ کا مقدمہ ہو تو چھوٹے بھائی کو گورنر رہنے کا کوئی اخلاقی حق نہیں۔ قانون کی حاکمیت اپنا راستہ خود متعین کرے کہیں گورنری کے اختیارات اس کے راستے کی رکاوٹ نہ بن جائیں۔

اس طرح کا ایک لمبا چوڑا استعفیٰ لکھ کر میں نے میر رسول بخش گورنر سندھ کے حوالے کیا۔ چار بجے کے قریب ہنگامی پریس کانفرنس ہوئی میر صاحب نے وہ سب کچھ پڑھ دیا جو میں نے لکھ کر دیا تھا۔ آخر میں کہہ دیا کہ میری اس پریس کانفرنس کو ہی میرا استعفیٰ تصور کیا جائے۔ پھر میر صاحب نے اپنی جیب سے چھوٹا گول شیشہ نکالا اور اپنی کچھے دار مونچھوں کی نوکیں ٹھیک کیں اور پریس کانفرنس ختم کرنے کا اعلان کر کے اپنا ایک اٹیچی کیس اٹھا کہ گھر چلے آئے بعد میں میر علی احمد تالپور اکثر کہا کرتے تھے کہ رسول بخش نے گورنری چھوڑنے میں اتنا وقت بھی نہیں لیا جتنا وقت انسان جوتا پہننے میں لیتا ہے۔

وہ دن' وہ محفلیں' وہ شگفتہ مزاج لوگ
موج زمانہ لے گئی کیا جانے کس طرف

اور میں سوچ رہا ہوں کہ گوہر ایوب خان نے وزیر خارجہ سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا ہے۔

۸ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

پاور فل لیڈی

"پاور فل لیڈی کہا ہے' انہوں نے"
"انہوں سے کیا مراد ہے آپ کی؟"
"وہاں کے بادشاہ اور ملکہ نے یہ کہا ہوگا"
"جی نہیں"
"تو پھر کس نے کہا ہے؟"

ایک آدھ بد خبرے اخبار نے لکھ دیا ہوگا جس کے جواب میں آپ کی وزیراعظم نے نہایت انکسار سے جواب دیا کہ نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں پاور فل کہاں' میں تو ایک مخلوط حکومت کی سربراہ ہوں۔ ہاں اگر مخلوط حکومت نہ ہوتی' مرکز میں فری ہینڈ ہوتا۔ پنجاب میں کوئی جیالا وزیر اعلیٰ ہوتا تو پھر دیکھتے کہ میں کتنی پاور فل ہوتی۔ ابھی تو وزیراعظم کو دل پر پتھر رکھ کر کشمیر کمیٹی کے چیئرمین نوابزادہ نصر اللہ خان کے حقے پانی کا انتظام بھی کرنا پڑتا ہے۔ امور خارجہ کی کمیٹی کے چیئرمین مولانا فضل الرحمان جنکے بزرگ ان کے اپنے بقول پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے ایسے لوگوں کو بھی ساتھ لیکر چلنا پڑتا ہے۔ ہر پریس کانفرنس یا کسی اعلیٰ اختیاراتی میٹنگ میں حامد ناصر چٹھہ ایک خاص پوز بنا کر بیٹھے دکھائی دیتے ہیں اور میں بھٹو خاندان کو جانتا ہوں یہ خاندان اس طرح کے خوش الحان پرندوں سے ہمیشہ خاصا الرجک رہا ہے۔ بس اپوزیشن کا دباؤ ہے جس کی وجہ ہے ان لوگوں کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے"

Marfat.com

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"

"صحیح عرض کر رہا ہوں۔ میر مرتضیٰ بھٹو یونہی تو نہیں ہر چوتھے روز اپنا گریبان چاک کر کے پکارا کرتا کہ وزیراعظم نے اپنے باپ کے قاتلوں کو گلے لگایا ہوا ہے"

"توبہ توبہ آپ تو بال کی کھال اتارنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہاں کی بات کہاں پہنچا دی آپ نے۔ بات سویڈن کی ہو رہی تھی"

"جی ہاں"

"آپ نے زرداری بھائی کو دیکھا تھا سویڈن کی ملکہ کے ساتھ۔ تصویر بنواتے ہوئے کتنا جھینپ رہے تھے"

"ظاہر ہے شریف آدمی غیر محرم عورت کے ساتھ تصویر بنواتے ہوئے شرمائے گا نہیں تو کیا قہقہے لگائے گا"

"آپ نے ٹیلی ویژن پر دیکھا تھا خود"

"جی مجھے تو وہ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے اس شعر کی جیتی جاگتی تصویر لگ رہے تھے"

وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام اللہ اللہ
کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ

"اللہ نظر بد سے بچائے"

"کسے؟"

"ظاہر ہے زرداری صاحب کو"

"اچھا یہ بتائیں اس طرح کی شخصیت کو اس طرح کے خطابات کون دیتا ہے؟"

"ذرا کھل کر بات کریں"

"مثلاً ہماری پیاری وزیراعظم بے نظیر بھٹو کو "دختر مشرق" "مجاہدہ اسلام"۔ "دنیا کی پچاس پرکشش خواتین میں سے ایک۔" "پاور فل لیڈی" وغیرہ وغیرہ"

"اس طرح کا کام کوئی سنجیدہ ادارہ یا شخص نہیں کرتا ہماری حکومت کے لئے یہ

Marfat.com

سارے کھیل تماشے غالباً ایک یہودی فرم کرتی ہے۔ مارک سہگل اس کا کرتا دھرتا ہے اسے لاکھوں ڈالر اور بہت سی مراعات دی جاتی ہیں تاکہ وہ "لابنگ" کرے اور ہمارا امیج بنائے یعنی ہمارے حکمرانوں کا"

"تو آپ کا مطلب ہے یہ خطابات یا القابات پیسے دے کر خریدے جاتے ہیں"

"براہ راست تو نہیں لیکن اس طرح کے ہر لطیفے کے پس منظر میں پیسہ بولتا ہے"

"اور یہ جو پبلک کے اندر لوگوں کو خطاب ملتے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے"

"مثال دے کر بات واضح کریں"

"مثلاً ملکہ ترنم' ملک موسیقی' ملکہ تغزل وغیرہ وغیرہ"

"پہلی بات تو یہ یاد رہے کہ وطن عزیز میں سیاست بھی اب شوبزنس کا حصہ ہے۔ جس طرح ہر سیاست دان کے چار خیر خواہ ہوتے ہیں اسی طرح ان گانے والیوں اور اداکاراؤں اور اداکاروں کے بھی چاہنے والے ہوتے ہیں۔ آپ کبھی تحقیق کا ڈول ڈالیں کہ آخر کس بندے نے یہ خطابات دیئے تھے۔ پتہ چل جائے تو اس شریف آدمی کا نام مجھے بھی بتایئے گا۔ اصل میں ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جب آرٹسٹ عمر کی اگلی منزلوں کی طرف چلا جائے تو پھر اسے اس قسم کے خطابات سے اس کے دوست نواز دیتے ہیں۔ ہماری فلموں میں جو خاتون لمبے لمبے ہچکی نما سانس لے کر مکالمے ادا کرے اور شدت جذبات سے اس کا جسم پیپل کی لگر کی طرح کانپنے لگے اسے "ملکہ جذبات" کا خطاب دے دیا جاتا ہے اور جو مسخرا جسم کی واہیات حرکات سے اور ہاتھ منہ کے ارزل اشاروں سے آپ کو ہنسانے میں کامیاب ہو جائے ہم اسے شہنشاہ ظرافت لکھنا شروع کر دیتے ہیں"

"تو اس کا مطلب ہے کہ ملکہ ترنم' شہنشاہ غزل' شہنشاہ ظرافت قسم کے خطابات حکومت نہیں دیتی"

"حکومتوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا۔ ویسے بھی وہ فن سے زیادہ ہارس ٹریڈنگ

Marfat.com

میں دلچسپی رکھتی ہے۔ اس لئے ہمارے فنکار خود ہی اپنے لئے خطابات چن لیتے ہیں"

"اور یہ جو شیر ہوتے ہیں"

"وہ چڑیا گھر میں پڑے گوشت کھاتے رہتے ہیں۔ کبھی جی چاہا تو ایک آدھ بار دھاڑ دیا ورنہ اللہ اللہ خیر سلا"

"میں سیاسی شیروں کی بات کر رہی ہوں"

"مثلاً"

"شیر کشمیر"

"اخ تھو۔ اسے شیر کہنا یا اس کا نام لینا ہی اس جی دار جانور کی توہین ہے۔ یہ جو آج تک کشمیر میں لاکھوں عزتوں کا نیلام ہوا ہزاروں گردنیں شانوں سے کٹ گئیں اور آج چھ لاکھ سے زیادہ فوج وادی میں اتری ہوئی ہے یہ سارے بیج اسی شیر کشمیر کے بوئے ہوئے ہیں"

"اچھا شیر پنجاب"

"پنجاب میں بہت سے شیر گزرے ہیں"

"وہی شیر پنجاب جنہوں نے الزبتھ ٹیلر سے زیادہ شادیوں کا ریکارڈ قائم کیا ہے"

"اچھا وہ' اس شیر نے اب بال کالے کرنے چھوڑ دیئے ہیں ویسے اپنے کام پر ڈٹا ہوا ہے۔ جب بھی حکومتی جنگل میں افراتفری زیادہ ہوئی یہ کالا باغ ڈیم کا نعرہ لگا کر باہر نکل آئے گا اور پھر شیر پنجاب بن جائے گا۔ ویسے میں کبھی کبھی سوچتا ہوں اگر شیر پنجاب اور الزبتھ ٹیلر کا ٹاکرہ ہو جائے تو پھر وہ بھی کتاب لکھتی پھرے گی "مائی شیرِ پنجاب"

"ایک بات تو بتایئے آپ کس چکی کا پسا کھاتے ہیں بات سویڈن سے چلی اور پہنچ گئے الزبتھ ٹیلر کے دسویں مطلوبہ شوہر تک"

مجھے آپ سے اور آپ کی وزیراعظم دونوں سے ہمدردی ہے۔

پاور فل لیڈی کے عہد میں ہر روز تھانوں میں بے گناہ قتل ہوتے ہیں اور پولیس

Marfat.com

انہیں خودکشی کا نام دیکر بری الذمہ ہو جاتی ہے۔

پاور فل لیڈی کے عہد میں کم سن بچیوں کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی دل دہلا دینے والی خبریں اب عام ہو گئی ہیں۔ پاور فل لیڈی کے عہد میں اغواء برائے تاوان چوری' ڈکیتی' دن دیہاڑے ہونے لگی ہے۔ لوگوں کے دل سے قانون کا احترام بالکل ختم ہوتا جا رہا ہے۔

لیڈی ..... کیا صوبائی نوکریوں کا کوٹہ اپنے پاس رکھ کر کوئی پاور فل لیڈی بن سکتی ہے۔

ہے بھی یہاں غریب کی ہستی کا کوئی مول
میں پوچھتا ہوں مدعی عدل کچھ تو بول

۱۳ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

پہلا مقدمہ مبارک

"ہائے یہ عمو کو بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا ہے؟"

"کون عمو آپ کی دور پار کی کزن کیا ہو گیا' اسے"

"نہیں وہ تو اچھی بھلی ہے پچھلے دنوں ایک سرکاری وفد کے ساتھ نیویارک تک ہو آئی ہے۔ آخر ہیومن رائٹ بھی تو کوئی چیز ہیں"

"ہاں صاحب کسی بڑی شخصیت کی کلاس فیلو یا سہیلی ہونے کا اگر اتنا بھی فائدہ نہ اٹھایا جائے تو پھر خاک ایسے ہیومن رائٹس پر"

"جب ہم کالج میں پڑھتے تھے تو پھیپڑوں کا پورا زور لگا کر عمو کے حق میں نعرے لگایا کرتے تھے"

"پھیپڑے پھاڑ کر جھوٹے سچے نعرے لگانا تو آپ کا کلچر ہے یہ آپ نے کوئی نئی بات تو نہیں بتائی"

"وہ جب گیند لے کر چیتے کی طرح زقندیں بھرتا ہوا مخالف ٹیم کے بیٹسمین کی وکٹ پر حملہ آور ہوتا تو ہم چیخ چیخ کر قذافی سٹیڈیم سر پر اٹھا لیا کرتے تھے"

"تو اب اس نے ایسا کونسا جرم کر دیا جس کی وجہ سے آپ کا پارہ اتنا چڑھا ہوا ہے؟"

"انصاف' انصاف کرتا پھرتا ہے آخر کونسی بے انصافی ہوئی ہے اس کے ساتھ"

"سوچنا پڑے گا کہ اس کے ساتھ کونسی بے انصافی ہوئی"

Marfat.com

"کھالیں بھی سب سے زیادہ لے گیا' پھر بھی کہتا ہے بے انصافی"

"کھالیں جمع کرنے کی دوڑ میں تو وہ اول آگیا ہے"

"تو پھر اور اس کو کیا چاہئے"

"اب وہ دو پاؤں پر چلنے والے خونخوار جانوروں کی کھالیں کھینچنے کا خواہش مند ہے۔"

"ایک بات تو بتائیں عمو کی ذہنی مصیبت کیا ہے"

"پہلے ایک بات سن لیں اب وہ ایک تحریک کا سربراہ ہے اس کا پورا نام لیا کریں اور اسے عمو کہہ کر پکارنا اب صرف جیما خان کا حق ہے"

"اچھا صاحب عمران خان صاحب کی بنیادی مصیبت ہے کیا۔ میرا خیال ہے عزت راس نہیں آئی"

"دیکھئے سوال کرکے خود ہی جواب دینے نہ بیٹھ جایا کریں"

"معافی چاہتی ہوں فرمایئے!"

"آج کل ایک بات پر حیرت ہوتی ہے کہ پیپلزپارٹی والوں نے اپنے مزاج کے خلاف معافی مانگنی شروع کر دی ہے خدا خیر کرے"

"میں نے اخلاقاً" معاف کیجئے کہہ دیا اور کس نے معافی مانگ لی"

"آپ کے وفاقی وزیر سید خورشید احمد شاہ نے جو مذہبی امور کے انچارج ہیں انہوں نے تو حج سکینڈل جس کی وجہ سے ایک ہزار اناسی افراد حج پر نہیں جا سکے تھے ان کی جگہ جیالے بھیج دیئے گئے تھے"

"اچھا یہ میرے علم میں نہیں تھا ورنہ میں بھی اپنے میاں کو ساتھ لے کر حج کر آتی خیر پھر کبھی سہی"

"میں کہہ یہ رہا تھا کہ عمران خان محبتی آدمی ہے لوگوں کی محبت کا شکار ہو گیا ہے۔"

"میں یہ کہتی ہوں کہ اگر سیاست ہی کرنی تھی تو ہماری پارٹی میں آ جاتا' عزت بھی

Marfat.com

تی' دولت بھی۔"

"ان دونوں کی بن نہیں سکتی۔ یہ ساتھ نہیں چل سکتے۔ باقی رہی عزت کی بات تو پکی
رٹی میں کسی کی عزت ہے مجھے اس خوش نصیب کا نام ضرور بتایئے گا"

"آپ پھر جلی کٹی سنانے پر آ گئے بات عمران کی ہو رہی تھی"

"جی"

"ایک بات اپنے خان کو بتا دیں کہ اگر انہوں نے ہمارے خلاف کوئی ایسی ویسی
ت کی تو ہمارے پاس' ان کا توڑ موجود ہے خدا ہمارے سرفراز نواز بھائی کو سلامت
کھے سارے کچے چھٹے کھول دے گا"

"لیکن سرفراز نواز تو سرکاری ملازم ہے او پھر اکثر ہوا میں ہی تلواریں مارتا رہتا
ہے وہ کوئی ٹھوس بات کرے تو آدمی سنجیدگی سے اس پر غور بھی کرے"

"اس نے آپ کے خان صاحب کی مالی بدعنوانیوں کے بارے میں کچھ بتایا تو
ہے۔"

"اور ساتھ ہی آپ کی وزیراعظم نے تمام وزیروں اور مشیروں کو عمران خان کے
لاف بیان دینے سے روک دیا"

"ہاں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی' یہ کیا راز ہے"

"یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے سمجھنے کے لئے کسی بقراط کی منطق کی ضرورت
و' وزیراعظم کا خیال ہے اس طرح عمران خان لیڈر بن جائے گا جبکہ یہ پوسٹ صرف
ٹو خاندان کے لئے مخصوص ہے"

"اور عمران خان جو جی چاہے کہتا پھرے اسے کھلی چھٹی ہے"

"نہیں ایسا بھی نہیں ہوگا۔ اس پر مقدمات بنیں گے۔ انکم ٹیکس کی پرانی فائلیں
وبارہ صاف کرکے خان صاحب کے سامنے سجائی جائیں گی۔ بعض غیر ملکی خواتین کے
یب و غریب بیان حاصل کئے جائیں گے' بعض ایسے بچوں کو جن کی شکل و صورت
ں ایک فی صد بھی شباہت ملنے کا شبہ ہو سکتا ہے ان کو عمران خان کی اولاد ثابت کیا

Marfat.com

جائے گا۔ اس کے مالی وسائل کو ختم کیا جائے گا۔ وہ جس شہر میں جائے گا وہاں دفعہ 144 نافذ کر دی جائے گی۔ اس کے جلسوں کے پیشگی حاصل کئے ہوئے اجازت نامے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ منسوخ کر دیئے جائیں گے۔ مخصوص ایجنسیاں مسلم لیگ کے جھنڈے اٹھا کر وزیراعظم نواز شریف کے نعرے لگاتی ہوئی عمران خان کے دفتروں میں توڑ پھوڑ کریں گی تاکہ ردعمل میں وہ میاں نواز شریف کے خلاف ہو جائے۔"

"یہ آپ کیا کہے جا رہے ہیں کیا سیاست میں یہ سب کچھ ہوتا ہے"

"یہ تو کچھ بھی نہیں اچھے بھلے آدمی پر مرغی چوری کے الزام میں مقدمہ چلتا ہے اور کچھ نہ ملے تو کسی کے دفتر سے کلاشنکوف نکل آتی ہے اور وہ بے چارہ سر پر گول ٹوپی اوڑھ کر ڈیڑھ سال قید بامشقت کاٹتا ہے۔"

"کلاشن کوف کا مقدمہ کس پر بنا تھا؟"

"اپنے فرزند پاکستان شیخ رشید پر"

"سنا ہے شیخ رشید نے بھی ایک مالدار عورت سے شادی کر لی ہے'

"یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے مجھے معلوم نہیں کہاں تک حقیقت ہے"

"ہائے عمو کے ساتھ یہ کچھ ہوگا"

"یہ تو کچھ بھی نہیں بات اس سے آگے بھی جا سکتی ہے"

"عمران خان ..... پہلا مقدمہ مبارک ہو"

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

۱۶ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

حضرت عمرؓ کا پیغام ..... ممبران اسمبلی کے نام

"آپ سے ایک مشورہ کرنا تھا"

"پھر کوئی اوٹ پٹانگ تجویز آگئی ہو گی ذہن میں"

"نہیں بات تو بڑی سیدھی ہے اور قانونی بھی لیکن میاں کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"میاں صاحب بڑے گہرے آدمی ہیں چہرے سے اصل بات ظاہر نہیں ہونے دیتے"

"یہ آپ سے کس نے کہہ دیا"

"بیگم کلثوم نواز صاحبہ کا تو یہی تجزیہ ہے میاں نواز شریف کے بارے میں"

"میں اپنے میاں کی بات کر رہی ہوں صبح سے بولائے پھر رہے ہیں"

"آج کل اسمبلی کا اجلاس بھی ہو رہا ہے کام کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہو گا ورنہ وہ ایک معقول آدمی ہیں"

"مجھے تو اب آپ بھی کچھ کھسکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جو ان کی تعریف کر رہے ہیں"

"آخر آپ کا مسئلہ کیا ہے؟"

"کوئی مسئلہ نہیں سیدھی سی بات ہے جس کو مسئلہ بنائے بیٹھے ہیں"

"پھر بھی کچھ پتہ تو چلے"

Marfat.com

"اب کیا بتاؤں صبح ایک پامسٹ کو ہاتھ دکھایا ہے پھر ایک زائچے والا آگیا اس وقت علم جفر اور علم الاعداد والے سے بحث کر رہے ہیں اور ابھی ایک فال نکالنے والا طوطا بھی آنے والا ہے"

"اللہ آپ پر اور آپ کے ایم این اے میاں پر کرم کرے یہ تو بتائیں یہ سارا تردد ہے کس لئے"

"اب آپ سے کیا چھپانا حکومت' اسلام آباد میں قومی اسمبلی کے ممبران کو پلاٹ دے رہی ہے۔ لاکھوں کی زمین ہے کوڑیوں کے بھاؤ مل رہی ہے"

"پھر"

"پھر کیا کہتے ہیں کہ پلاٹ لینے سے ان کی سیاسی ساکھ پر اثر پڑے گا۔ اور آئندہ مخالفین الیکشن کے دنوں میں انگلیاں نچا نچا کر اس کو میرے خلاف استعمال کریں گے"

"ان کی یہ دلیل تو دل کو لگتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اللہ کا دیا آپ کے پاس سب کچھ ہے یہاں لاہور میں بھی آپ کے پاس گھر ہے۔ گاؤں کی حویلی علیحدہ ہے۔ اور فیصل ٹاؤن والا ڈیرہ بھی ہے۔ آپ کو کیا ضرورت ہے کہ آپ اسلام آباد والے پلاٹ کے لئے دریوزہ گری کرتی پھریں۔ کیا کریں گی آپ اتنے گھر"

"لیجئے میں آپ کے پاس آئی تھی کہ آپ میرے میاں کو قائل کر لیں گے کہ پلاٹ لے لیا جائے آپ اپنی ہی تقریر لے بیٹھے"

"میری تقریر کا برا مت مانیئے مجھے تو یہ کوئی ٹریپ لگ رہا ہے"

"آپ بہت شکی مزاج نہیں ہوتے جا رہے؟"

"آپ کچھ بھی کہیں میرا دل نہیں ٹھکتا اس میں ایک درمیانی راستہ نکل سکتا ہے"

"جلدی بتائیں"

"اگر وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور ان کی والدہ بیگم نصرت بھٹو' قائد حزب اختلاف میاں نواز شریف یہ پلاٹ لے لیں تو آپ دیر نہ کیجئے گا۔ اگر وہ خود اس طرف نہیں آتیں اور آپ کے لئے دعوت عام ہے تو ضرور اس میں کوئی چکر ہے"

"چکر وکر کوئی نہیں اب تو ہائی کورٹ نے بھی کہہ دیا ہے کہ اگر قومی اسمبلی کے

Marfat.com

ممبران کے لئے کوئی ہاؤسنگ سکیم بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔"

"تو ٹھیک ہے قومی اسمبلی کے ممبران کے لئے چیچوکی ملیاں میں سکیم بنالیں وہاں دیں انہیں پلاٹ سارا بوجھ اسلام آباد پر ہی کیوں"

"آپ جیسے لوگ ہی ہوتے ہیں جو دوسروں کو خوشحال نہیں دیکھ سکتے ایک وہ ہے غریبوں کا ہمدرد جے سالک' کہتا ہے جب تک ملک میں ایک کچی آبادی باقی ہے میں اپنے لئے پلاٹ نہیں لوں گا"

"میرا خیال ہے اس نے بہت بڑی بات کی ہے"

"وہ تو آدھا پاگل ہے"

"خدا ہماری پوری قومی اسمبلی کو اس طرح کے پاگل پن سے دو چار کر دے"

"میری آپ سے درخواست ہے کہ کسی طرح میرے میاں کو قائل کر لیں کہ وہ پلاٹ کے لئے درخواست دے دیں"

میری یہ بات اپنے میاں کے علاوہ تمام ارکان اسمبلی تک پہنچا دیجئے گا پھر ہر شخص اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ کرنے میں آزاد ہوگا

"یہ حضرت عمرؓ کا سنہری دور ہے اسلامی سلطنت کم و بیش بائیس لاکھ مربع میل پر پھیل چکی ہے۔ حضرت عمر بن عاصؓ نے مصر کے شہر فسطاط میں ایک خوبصورت جگہ پر ایک گھر بنا کر خلیفہ وقت حضرت عمرؓ کی خدمت میں قاصد کے ذریعے یہ پیغام بھجوایا کہ یہاں میں نے آپ کے لئے ایک گھر بنایا ہے دوسرے لفظوں میں ایک "گورنر" نے اپنے "صدر" کے دل میں اپنے لئے نرم گوشہ ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی۔ اب درد مندی سے وہ جواب سنئے جو خلیفہ وقت حضرت عمرؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ کو پہنچا۔ چشم بصیرت کو وجد آ جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ "میں سمجھ نہیں سکا کہ حجاز میں رہنے والے ایک آدمی کا گھر مصر میں کیسے ہو سکتا ہے۔ اب چونکہ تم یہ مکان بنا چکے ہو اس لئے اسے رفاہ عامہ کے لئے کھلا چھوڑ دو"

چاند کا عکس سمندر سے یہ کہہ کر گزرا
وہ شناور ہے کہ دامن بھی نہ تر ہونے دے

۱۵ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

پی ٹی وی کے علماء و مشائخ کا ہدیہ تبریک

بیگم ام کلثوم قاضی حسین احمد نے ایک اخباری بیان میں یہ انکشاف کیا ہے کہ ان کے گھر میں ٹیلی ویژن نہیں ہے۔ قاضی حسین احمد جماعت اسلامی کے سربراہ ہیں اور سربراہ کی ذے داریاں دوچند ہوتی ہیں۔ انہیں اپنی ذات کو نمونہ بنا کر دوسروں کے سامنے پیش کرنا پڑتا ہے۔

پاکستان ٹیلی ویژن کی نئی انتظامیہ نے ورلڈکپ کے موقع پر کلچرل شوز کے نام جو کچھ پیش کیا۔ پورے ملک کی طرح قاضی صاحب بھی اس کی مذمت میں پیش پیش تھے اور انہوں نے مختلف شہروں میں احتجاجی مظاہرے بھی کئے تھے۔ جن کا ٹی وی کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ قاضی صاحب سے پوچھنے کی بات یہ ہے کہ ان کے گھر میں ٹیلی ویژن ہے نہیں پھر وہ بلو کے گھر والا گانا کس کے گھر سے سنتے رہے۔ اور باقی پروگرام دیکھتے رہے جنہیں دیکھ کر انہیں احساس ہوا کہ یہ سب پروگرام عریانی و فحاشی کی زد میں آتے ہیں اور قوم کو اس زہر ہلاہل سے بچانا چاہئے .... ممکن ہے قاضی صاحب یہ جواب دیں کہ میں نے یہ پروگرام منصورہ میں دیکھے تو اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کو جو چیز آپ کے اپنے گھر میں گوارہ نہیں وہ آپ کے مرکز منصورہ میں کیسے جائز ہے اور یوں بات بڑھانے بیٹھیں تو کتنی بہت سے باتوں کاجواب نہیں آئے گا۔

میں قاضی حسین احمد اور ان کی جماعت کے ممبران اور متفقین کو مبارکباد دیتے ہوئے یہ خوشخبری سنا رہا ہوں کہ اب وہ بلا جھجک ٹیلی ویژن اپنے گھروں میں رکھ سکتے

Marfat.com

ہیں اور پاکستان ٹیلی ویژن کے "پاکیزہ اور نظریہ پاکستان کے نمائندہ" پروگرام اپنے گھروں میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں کیونکہ "علماء کرام اور مشائخ عظام" نے ان کی "پاکیزگی" کا فتویٰ دے دیا ہے۔ جسے بڑے اہتمام کے ساتھ اخباروں میں چھپوایا گیا ہے۔

"علمائے کرام اور مشائخ عظام" کے اس فتویٰ کے بعد وہ سب لوگ اپنی "جہالت" اور "تنگ نظری" کی وجہ سے اپنے دل میں شرمندگی محسوس کر رہے ہوں گے جنہوں نے پاکستان ٹیلی ویژن کے اسلامی روح سے بھرپور پروگراموں کو فحش اور نہ جانے کیسے کیسے القابات سے نوازا تھا اور ٹیلی ویژن کی ایم ڈی کی کارکردگی پر انگشت نمائی کی تھی۔ میرا خیال ہے قاضی حسین احمد اس فتویٰ کو پڑھ کر اتنے شرمندہ ہوئے کہ افغانستان میں متحارب گروپوں میں صلح کروانے کا بہانہ بناکر ملک سے نکل گئے۔ صدر پاکستان فاروق احمد لغاری نے بھی بیان دیا تھا ان کے پاس بھی بیرونی دورے کا دعوت نامہ پڑا تھا وہ بھی شاید اس بیان سے پیدا شدہ ناخوشگوار صورتحال سے بچنے کے لئے بیرون ملک چلے گئے۔

اور میراخیال ہے کہ ہماری وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کی شرمندگی تو کسی طور کم ہی نہیں ہو رہی وجہ یہ کہ ٹی وی کی ایم ڈی ان کی سہیلی ہیں۔ انہوں نے عوام کی دیکھا دیکھی ٹیلی ویژن پروگراموں کے خلاف بیان دے دیا۔ ظاہر ہے وزیراعظم نے یہ بیان دل پر پتھر رکھ کر دیا ہو گا۔ ورنہ کون اپنے دوست کے خلاف جاتا ہے۔ "علمائے کرام اور مشائخ عظام" کے فتویٰ کے بعد اب وزیراعظم بھی اپنی دوست سے آنکھ نہیں ملا پا رہیں۔ وہ بھی چاہتی ہیں کہ کسی طرح کچھ دن ملک سے باہر گزار آئیں اس سلسلے میں وزیراعظم نے اپنے وزیرخارجہ پر بھی اعتبار نہیں کیا کہ کہیں سستی دکھا جائے بلکہ اپنی سہیلی کے شوہر کی ڈیوٹی لگائی کہ جتنی جلدی ہو سکے دوروں کا بندوبست کردے وہ بے چارہ مارا مارا پھر رہا ہے۔ سنا ہے روس اور کوریا وغیرہ نے چند دن کی مہمان نوازی کے لئے حامی بھرلی ہے۔

Marfat.com

اصل میں وزیراعظم ان دنوں اپنی دوست کا سامنا نہیں کرنا چاہتیں۔ سہیلی آخر سہیلی ہوتی ہے اب اگر کسی وقت بیگم رعنا شیخ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر گلہ شکوہ کر دیا کہ آپ نے بھی بیگانوں کی باتوں میں آکر میرے خلاف بیان دے دیا تھا تو وزیراعظم کے پاس اس کا کوئی جواب بن نہیں پڑے گا۔

بھلا ہو ان قابل قدر "علمائے کرام اور مشائخ عظام" کا جنہوں نے بروقت فتویٰ دے کر پوری قوم کے ساتھ ساتھ وزیراعظم اور صدر پاکستان کو بھی "گمراہی" سے بچا لیا میں ان "علمائے کرام اور مشائخ عظام" کے اسمائے گرامی اور ان کے ہیرے موتیوں میں تولنے والے خیالات' کالم کے آخر میں درج کروں گا تاکہ سند رہیں اور بوقت ضرورت کام آجائیں۔ فی الحال وزیراعظم صاحبہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بیرونی دوروں سے پہلے پوری قوم کی طرف سے اپنے کروڑوں روپوں کے خرچ سے بنائے سجائے وزیراعظم ہاؤس میں ان "علمائے کرام اور مشائخ عظام" کو دعوت دیں۔ ان کی خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے ذاتی مسائل حل کرنے کے علاوہ ان کو پاکستان ٹیلی ویژن ریڈیو پاکستان' آرٹس کونسلوں اور وزارت ثقافت میں اپنے مشیر مقرر کر لیں۔ ان کے خداداد' زرخیز ذہنوں سے فائدہ نہ اٹھانا ملک اور قوم کیلئے بہت بڑا ناقابل تلافی نقصان ہوگا اور وزیراعظم صاحبہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپوزیشن جو آپ کے ہر کام میں سو سو کیڑے نکالتی ہے' اس سلسلے میں آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کرے گی۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ اسلام آباد میں قومی اسمبلی کے ممبران کی طرح ایک ہاؤسنگ اسکیم ان "علمائے کرام اور مشائخ عظام" کیلئے بنانے کا فوری حکم جاری کر دیں اور ان کو وہاں اپنے زیر سایہ رکھیں اور ان کے زریں خیالات کو سامنے رکھ کر ملک اور قوم کے لئے پالیسیاں بنائیں انشاء اللہ "ترقی" کا مہینوں کا کام دنوں میں ہو جائے گا۔ ہو سکے تو پی ٹی وی میں پاکیزہ روحانی پروگرام کرنے والے خواتین و حضرات کو اس ہاؤسنگ اسکیم میں پلاٹ الاٹ کئے جائیں "کم از کم" "ہم جیتیں گے" اور "کنے کنے جانا بلودے گھر" گروپ کو ضرور پلاٹ ملنا چاہئے۔ اس کے علاوہ آخری درخواست یہ

Marfat.com

ہے کہ آپ چند لمحوں کے لئے اپنی وزارت عظمیٰ ایک طرف رکھ کر اپنی دوست پاکستان ٹیلی ویژن کی نامور ایم ڈی محسنہ ملک و قوم' ملکہ ثقافت سے ایک دوست ہونے کے حوالے سے معذرت کریں۔

اور پھر دوبارہ وزیراعظم کی کرسی پر بیٹھ کر اس محسنہ ملک وقوم کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کچھ ایسا انتظام کریں کہ عینک والے جن کی طرح ان کے بنک اکاؤنٹ میں کم از کم ایک لاکھ بیس ہزار امریکن ڈالر ضرور نظر آئیں۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہماری اس محسنہ ملک و قوم کے ساتھ روپے پیسے کے معاملے میں ٹیلی ویژن کے ڈائریکٹر اکثر لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اور ایک اطلاع کے مطابق ڈائریکٹر فنانس استعفیٰ بھی دے گئے ہیں یہ سب اردو میڈیم کے چھوٹے لوگ ہیں ان کی سوچیں بھی چھوٹی ہیں یہ بھلا کوئی عقل کی بات ہے کہ محسنہ ملک و قوم ملکہ ثقافت سے ٹیلی ویژن دو دو پیسے کا حساب مانگتا پھرے۔

اور اس خصوصی تقریب میں جہاں محسنہ ملک و قوم ملکہ ثقافت کو ان کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے نشان پاکستان کا تمغہ دیا جائے اس میں ان "علمائے کرام اور مشائخ عظام" کے علاوہ قاضی حسین احمد کو ضرور بلایا جائے تاکہ ان کا تزکیہ قلب ہو سکے۔ ان علمائے کرام اور مشائخ عظام کا بیان پڑھ لیجئے ..... بیان تو بت لمبا چوڑا ہے میں صرف ایک دو سطروں پر اکتفا کر رہا ہوں۔

"پی ٹی وی جس انداز میں اپنا اسلامی اور پاکستانی تشخص برقرار رکھے ہوئے غیر ملکی ثقافتی یلغار کا مقابلہ کر رہا ہے علمائے کرام اور مشائخ عظام اس پر پی ٹی وی کی انتظامیہ کو مبارکباد دیتے ہیں۔ مگر ان علماء و مشائخ کے نام ہمارے پاس اور کارنامے حکومت کے بعض اداروں کے پاس محفوظ ہیں ان کی فہرست بوقت ضرورت وزارت اطلاعات و نشریات یا ایوان وزیراعظم کو فراہم کی جاسکتی ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

۱۷ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

سنیٹر نہیں سینٹری انسپکٹر

"یہ آپ نے صبح ہی صبح مٹھائی کس خوشی میں بھیجی"

"آپ لوگوں سے ایک کام آن پڑا ہے مسز گلزار"

"مسز گلزار !! یہ آج آپ اتنا تکلف کیوں برت رہے ہیں"

جی محترمہ مسز گلزار صاحبہ ہیں آپ کے شوہر نامدار کا شاگرد بننا چاہتا ہوں"

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ یہ آپ نے مجھے محترمہ اور صاحبہ قسم کے القابات سے کیوں نوازنا شروع کر دیا ہے"

"کیوں آپ کو یہ القاب اچھے نہیں لگتے"

"نہیں یہ بات نہیں ہے دراصل ہم محترمہ صرف ایک ہی ہستی کو کہتے ہیں' ان کے علاوہ اور کسی کیلئے ہم یہ لقب استعمال نہیں کرتے اور صاحبہ میں اب کیا رکھا ہے۔"

"صاحبہ کے بارے میں آپ اس کی ماں نشو اور ریبو سے پوچھیں' آپ بات کدھر لے جا رہے ہیں؟"

"معاف کیجئے گا مسز گلزار دراصل ضرورت مند دیوانہ ہوتا ہے اس لئے میری چھوٹی موٹی بات کو درگزر کر دیجئے گا اور اپنے میاں سے میری سفارش کر دیں کہ وہ مجھے اپنی شاگردی میں لے لیں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کو تیز بخار ہے جس کی وجہ سے آپ سرسامی کیفیت میں

Marfat.com

اوٹ پٹانگ باتیں کئے جارہے ہیں خیر میاں تو اسلام آباد گئے ہوئے ہیں آگر میں کچھ آپ کی مدد کر سکتی ہوں تو فرمایئے۔"

"کیا گلزار صاحب نے آپ کو سارے کاروباری گر بتا دیئے ہیں۔"

"میں بہرحال ان کی شریک حیات ہوں زندگی کے ہر معاملے میں ہماری اچھی خاصی انڈر سٹینڈنگ ہے۔"

"اچھا تو آپ ہی میری مدد کر دیجئے۔"

"جی فرمایئے؟"

"مجھے اڑتالیس کروڑ روپے چاہئیں"

"جی کیا کہا؟"

"اڑتالیس کروڑ روپے سکہ رائج الوقت چاہئے اور یہ بھی سن لیں کہ میں یہ رقم واپس نہیں کروں گا"

"اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ آپ پر ہذیانی کیفیت طاری ہے آپ ہم سے اڑتابیس کروڑ روپے مانگ رہے ہیں جن کے پاس مشکل سے اڑتالیس ہزار بھی نہیں نکلیں گے"

"آپ بیگم گلزار نہیں ہیں؟"

"جی ہوں ... میرے میاں کا نام گلزار ہی ہے میرے نکاح میں آپ ہی میرے وکیل تھے آپ کو تو سب کچھ یاد ہو گا"

"مجھے تو سب کچھ یاد ہے میں تو گلزار کو ایک سیدھا سادا آدمی سمجھتا تھا وہ تو بڑا فطین نکلا۔"

"کیا ذہانت دکھا دی میرے میاں نے جس کے آپ بھی قائل ہو گئے اور ان کی شاگردی کے لئے مچل رہے ہیں۔"

"آپ نے آج کے اخبارات دیکھے؟"

"جی ہاں بابرہ شریف اور حنیف رامے کا بیان پڑھا تھا۔یہ تو بتائیں کہ حنیف

Marfat.com

راے کیسا آدمی ہے آج کا بیان پڑھ کر مجھے تو بہت غصہ آیا۔ کہتا ہے موسیقی انبیاء کا شیوہ ہے۔"

"میں اس وقت اپنے موضوع سے ہٹنا نہیں چاہتا۔ مجھے بتائیں اخبار میں آپ نے اپنے میاں کے کارنامے پڑھے"

"اللہ خیر کرلے۔ کیا کر بیٹھے میرے میاں"

"ساری قومی اسمبلی میں ایسا دھماکہ کیا ہے کہ دنیا عش عش کر اٹھی"

"لیکن قومی اسمبلی میں کیوں گئے۔"

"وہ تو میں بعد میں بتاؤں گا پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ محترمہ بے نظیر بھٹو آپ کے گھر کتنی دفعہ ٹھہری ہیں۔"

"ہائے میری ایسی قسمت کہاں"

"دیکھئے غلط بیانی سے کام نہیں چلے گا سب کچھ اخبار میں آچکا ہے کہ محترمہ بینظیر بھٹو نے آپ کا نمک کھایا ہے۔"

"یہ آپ کیاالٹی سیدھی ہانکے جا رہے ہیں' کیسی محترمہ کہاں کا نمک"

"آپ کی پارٹی کی چیئرپرسن' ملک کی وزیراعظم محترمہ اور آپ کے گھر قیام وطعام"

"میں ٹیلی فون بند کررہی ہوں آپ پتہ نہیں کیا کیا کہے جا رہے ہیں۔"

"ٹیلی فون بند نہ کیجئے گا۔ میں اڑتالیس کروڑ میں سے اپنا حصہ نہیں مانگ رہا میں تو بس وہ طریقہ پوچھنا چاہتا ہوں جس طرح اڑتالیس کروڑ حاصل کیا جا سکتا ہے۔"

"اچھا آپ مجھے وہ خبر سنائیں پھر آگے بات ہو گی۔"

"سن لیجئے سرخی لگائی گئی ہے سینٹر گلزار کو آپریٹو کا اڑتالیس کروڑ اور دیگر سات ارکان بار کروڑ کھا گئے قومی اسمبلی میں ہنگامہ"

"بس بس یہ خبر تو میں پڑھ چکی ہوں میرے میاں کا نام گلزار ضرور ہے۔ لیکن وہ سینٹر نہیں سینٹری انسپکٹر ہیں محترمہ کا جلوس ایک بار سڑک سے گزر رہا تھا تو وہ ایک ٹرک پر سوار تھیں اپنے گھر کی چھت سے میں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے ہاتھ ہلایا تو

Marfat.com

میں نے بھی ہاتھ ہلا کر جواب دیا بس اس وقت سے دوستی چلی آ رہی ہے۔

باقی یہ جو سینٹر گلزار صاحب ہیں ان کا نام اخبارات میں اکثر پڑھا ہے سچی بات ہے مجھے تو اب خوف آنے لگا ہے لاہور میں امن و امان کی حالت آپ دیکھ رہے ہیں کہیں آپ کی طرح ڈاکوؤں کو بھی یہ تاثر مل گیا کہ اڑتالیس کروڑ روپے والا گلزار اسی گھر میں رہتا ہے تو خدا معاف کرے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اور میرے میاں کو تو ویسے بھی گپ مارنے کی عادت ہے آپ میرا ایک کام کر دیں۔

"فرمایئے"

"ایک بورڈ بنوا دیں جس پر موٹا موٹا لکھا ہو یہاں سینٹر گلزار نہیں سینٹری انسپکٹر گلزار رہتا ہے اور یہاں کبھی پرائم منسٹر محترمہ بے نظیر بھٹو نہیں آئیں اور سینٹری انسپکٹر گلزار کا سینٹر گلزار سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ہم کسی طرح سینٹر گلزار کے قول و فعل کے ذمے دار نہیں ہیں اور ہمارا کسی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ہم سرکاری ملازم ہیں۔ ہم کسی سینٹر' ایم این اے اور ایم پی اے کی مدد تو کر سکتے ہیں اتنے پیسے اکیلے نہیں ڈکار سکتے۔"

۱۹ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

مغل ملکائیں اور خواجہ سرا

"وہ بورڈ کون لکھوائے گا"

"کونسا بورڈ"

"وہی سنیٹر گلزار اور سینٹری انسپکٹر گلزار والا"

"آپ نے اتنی جلدی اپنا ارادہ کیوں بدل دیا؟"

"اس لئے کہ ہمارے سینٹر نے آپ کے جھوٹ کا پول کھول دیا ہے۔"

"میں نے کون سا جھوٹ بولا ہے۔"

"وہی کہ سینٹر گلزار احمد کسی کو آپریٹو کا اڑتالیس کروڑ روپیہ کھا گئے ہیں"

"یہ ساری باتیں تو اسمبلی فلور پر ہوئی تھیں"

"تو جھوٹ کا یہ سارا کاروبار اسمبلی فلور پر ہی چلتا ہے؟"

"سب کچھ آپ کے سامنے ہے"

"میرا خیال ہے کہ ایسی اسمبلی کو توڑ دینا چاہئے جہاں کسی بے گناہ کو خوامخواہ بدنام کیا جائے"

"آپ کیا میاں نواز شریف کی پارٹی میں شامل ہو گئی ہیں؟"

"آپ بھی بھیڑوں میں سے اونٹ پہچاننے کے ماہر ہیں بھلا اس بات میں میاں نواز شریف کا تذکرہ شریف کہاں سے آن ٹپکا"

"یہ ماڈل ٹاون شریف میں رہنے والے پاکستان شریف کے سابق شریف وزیراعظم

Marfat.com

میاں نواز شریف کا تذکرہ شریف اس لئے آن ٹپکا کہ وہ بھی اسمبلی کی انہی سنگین دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر پکار رہے ہیں کہ موجودہ اسمبلی کو ختم کر کے نئے الیکشن کروائے جائیں"

"ایک بات تو بتائیں میاں نواز شریف نے آپ کا کوئی وظیفہ تو نہیں باندھ رکھا جو آپ گھما پھرا کر ان کا تذکرہ ضرور کر دیتے ہیں"

"یہ سوال تقریباً پچیس برس پہلے بھی مجھ سے پوچھا گیا تھا جب میں ٹیلی ویژن سے نکل کر ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ہو گیا تھا۔"

"پھر یوں ہوا کہ مجھ پر ہی دیوار گر پڑی
پر یہ نہ کھل سکا پس دیوار کون تھا"

"آپ نے شعر و شاعری شروع کر دی تو ہم موضوع سے ہٹ جائیں گے"

"آپ کی پارٹی کا موضوع ایک ہی ہے"

"وہ کیا"

"روپیہ' کہیں لیا' کہیں دیا"

"بات سینٹر گلزار کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کی ہو رہی تھی انہوں نے کروڑوں روپیہ دینا نہیں بلکہ لینا ہے"

"یہ آپ کو کیسے پتہ چلا"

"میں بغیر ثبوت کے کبھی کوئی بات نہیں کرتی یہ دیکھئے اخبار میں ہمارے بے گناہ سینٹر کا وضاحتی بیان"

"اچھا اچھا ایک بات کی تھوڑی سی تصحیح کر لیجئے یہ بیان نہیں اشتہار ہے"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے"

"بہت فرق پڑتا ہے تکنیکی بات ہے ذرا دکھائیں میں سینٹر صاحب کی بے گناہی کی دلیلیں دیکھ تو لوں"

"ہاہا"

"آپ اچانک پاگلوں کی طرح قہقہہ کیوں لگا رہے ہیں"

Marfat.com

"مجھے صرف ایک بات پر ہنسی آئی ہے"

"وہ کیا؟"

"سینٹر گلزار نے کہا ہے کہ میرے دامن میں اپنی قائد کو دینے کے لئے کچھ نہ تھا البتہ ان کی موجودہ سیاسی حیثیت محترمہ بے نظیر بھٹو کے طفیل وجود میں آئی"

"تو اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے"

"پہلے تو میری دعا ہے کہ سینٹر کے تمام مقدمات جلد از جلد نمٹ جائیں تاکہ بے چارے پر جو الزامات کی بارش ہو رہی ہے ان کے بارے میں کوئی ابہام باقی نہ رہے۔" اب رہی بات لینے دینے کی کروڑوں روپے دینے نہیں بلکہ لینے ہیں تو کروڑوں کا لین دین تو وہی کرتے ہیں جن کی گرہ میں اربوں روپے ہوں۔ اب ایک ارب پتی کیوں یہ کہہ رہا ہے کہ اس کے دامن میں اپنی قائد کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں اب سینٹر گلزار احمد خان' شاعر نہیں بلکہ ان کے اپنے بقول لاگریجویٹ ہیں۔ ساغر صدیقی شاعر تھا یہ کہہ کر جان چھڑا گیا

میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں
آپ پھولوں کے خریدار نظر آتے ہیں

"آپ بات کو اتنا گھما پھرا کر کیوں کرتے ہیں؟"

"اس لئے کہ مسئلے کے سارے پہلو سننے والے کے سامنے آ جائیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا لیڈر شپ نے سینٹر گلزار احمد سے روپے پیسے مانگے ہیں جو انہیں کروڑ پتی یا ارب پتی ہونے کے باوجود بذریعۂ اشتہارات یہ کہنا پڑا کہ میرے دامن میں اپنی قائد کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ آپ کی پارٹی میں جو شخص بھی کسی عہدے پر ہے' وزیر ہے سفیر ہے۔ سینٹر ہے۔ وہ صرف اور صرف ایک خاتون کے اشارۂ ابرو پر ہے اس خاتون کے چہرے پر مسکراہٹ آ جائے تو آپ کے وارے نیارے اور اگر کسی وقت پیشانی کی لکیریں گہری ہو جائیں تو آپ اپنی تمام وفاداریوں اور سیاسی بصیرتوں بھری تجوریوں کے باوجود کچھ نہیں۔

Marfat.com

"آپ کیا کسی سیاسی جماعت میں ہیں یا کسی مغل بادشاہ یا ملکہ کے درباری۔"

بات کی تصحیح کر لیجئے سارے مغل دور میں صرف بادشاہ یا شہنشاہ ہی تخت نشین رہے ہیں۔ ان کی ملکائیں حرم میں رہتی تھیں"

"میں آپ کی تاریخ دانی کا قائل تو پہلے ہی سے تھا بلکہ آپ کی پارٹی کے ہر چھوٹے بڑے کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ تاریخ کا طالب علم ہے آج آپ نے مجھے بروقت ٹوک کر واقعی یہ ثابت کر دیا کہ تاریخ پر خاص طور پر مغل تاریخ پر آپ کی بڑی گہری نظر ہے"

"مجھے خوف آ رہا ہے کہ آپ یہ ساری تمہید کوئی خاص بات کہنے کے لئے باندھ رہے ہیں"

"نہیں کوئی خاص بات تو نہیں بس یہ یاد دلانا تھا کہ مغل شہنشاہوں کی خدمت کے لئے درباری ہمہ وقت تیار رہتے تھے اور ان کے حرم میں خدمات کے لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر کینزیں اور خواجہ سرالائے جاتے ہیں۔ جو عجز و نیاز میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔"

ہاتھ آئے اگر خاک تیرے نقش قدم کی
سر پر کبھی رکھیں، کبھی آنکھیں سے لگائیں

۲۵ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"چراغ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے"

مجھے یہ تو یاد نہیں کہ یونس ادیب سے میری پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی۔ ہاں وہ چند چہرے یادوں کی بارات میں دولہا بنے بیٹھے نظر آتے ہیں جن کی وجہ سے میں یونس ادیب سے متعارف ہوا اور پھر یہ تعارف دوستی اور بے تکلفی میں ڈھل گیا۔ آج اس بات پر کم و بیش تیس برسوں کے سورجوں کا طلوع و غروب اپنا کھیل کھیل چکا۔

ان ابتدائی دنوں میں حفیظ قندھاری' ساغر صدیقی' نعیم ہاشمی' اکرام لدھیانوی کے علاوہ کچھ اور نام بھی تھے جواب یاد سے محو ہو گئے ہیں۔

بھولتے جاتے ہیں ماضی کے دیار
یاد بھی آئیں تو سب یاد کہاں

یونس ادیب اور اس کے ساتھیوں کی آنکھوں میں بڑے اجلے خوابوں کے عکس جھانکتے رہتے تھے۔ ابھی ان میں سے کچھ لوگوں نے عملی سیاست کے کڑوے' کسیلے ذائقے نہیں چکھے تھے۔ ان میں یونس ادیب بھی ایک تھے۔ یونس ادیب کے چہرے پر ہمیشہ ایک دل موہ لینے والی مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی اور باتیں کرنے کا انداز ایک مشاق داستان گو والا تھا۔ ویسے تو ان سب میں ہر کوئی گفتگو کے فن کا ماہر تھا۔ ان کی بات چیت فلم' ریڈیو' صحافت' شعر و ادب اور زندگی کے ترقی پسندانہ رجحانات کے آس پاس گھومتی تھی ایک بات اور اس قبیلہ کشتگان کی قابل ذکر یہ ہے کہ انتہائی سرخوشی کے

Marfat.com

لمحات میں بھی ایک دوسرے کو حضرت' بابا جی' آغا جی' مولانا کے القابات کے بغیر بات نہیں کرتے تھے۔ ان دنوں ان میں کوئی بھی مالی طور پر مستحکم نہیں تھا۔ (آج بھی وہی حال ہے) بس زندگی تھی اور مطمئن تھے کہ یہ اندھیرے ایک دن ضرور چھٹ جائیں گے اور عوام کی خوشحالی کا سورج ایک دن ضرور طلوع ہو گا۔ جس کی روشن کرنیں وطن عزیز سے بھوک بیکاری اور بیماری کے بوجھل اندھیروں کو بہت دور بھگا دیں گی۔

ساغر صدیقی کو زندگی کے ملامتی رویوں نے ابھی پوری طرح اپنی بے رحم گرفت میں نہیں لیا تھا۔ رائل پارک کی شیخ بلڈنگ کے ایک چھوٹے سے کمرے میں لاہور کے کالجوں اور یونیورسٹی کے لڑکے لڑکیاں اکثر آتیں اور بابا ساغر صدیقی سے ایک دو روپوں اور منشیات کی ایک دو گولیوں کے عوض موضوعاتی نظمیں اور طرحی مشاعروں کی غزلیں لکھوا کر لے جاتیں اور اپنے آل پاکستان انٹر کالجیٹ مشاعروں میں پڑھ کر بڑے بڑے انعامات اور بڑی بڑی ٹرافیاں حاصل کرتیں اور ان منظومات کا خالق رائل پارک کی شیخ بلڈنگ کے ایک چھوٹے سے کمرے کے نیم روشن سیلن زدہ فرش پر پڑا کراہتا رہتا۔

؎ چراغ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے
ذرا نقاب اٹھاؤ بڑا اندھیرا ہے

وہیں کہیں کسی تپتی دوپہر میں کسی سرد دسمبر کی یخ بستہ رات میں کسی انگڑائیاں لیتی ہنستی مسکراتی صبح کی ابتدائی ساعتوں میں یونس ادیب کا اپنی بڑی بڑی روشن آنکھوں کے ساتھ اپنی مخصوص مسکراہٹیں بکھیرتے ہوئے آ جانا' کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوتی تھی۔ غیر معمولی صورتحال اس وقت پیدا ہوتی جب ان میں سے کوئی دو چار دن ملنے نہ آتا تو سب کے چہروں پر فکر کی لکیریں گہری ہو جاتیں۔

پھر بوڑھے راوی کا نیا پل بن گیا اور اس کے نیچے سے کتنا بہت سا پانی بہہ گیا' وقت نے اس خوبصورت خواب گروں کی کہکشاں کو بکھیر دیا' کوئی فلم کی طرف نکل گیا' کسی کے قدم ریڈیو سے ہوتے ہوئے ٹیلی ویژن کی طرف اٹھ گئے۔ کوئی صحافت کے

Marfat.com

میدان میں قلم کی مزدوریاں کرنے لگا۔ تسبیح کے دانے ٹوٹ کر ادھر ادھر بکھر گئے برسوں ساتھ رہنے والے اب کبھی کبھار ملنے لگے۔ وقت نے' معاش نے' گھٹتی عمروں اور بڑھتی ذمے داریوں نے ہم سب کو اپنے آہنی شکنجے میں کسنا شروع کر دیا تھا۔ سب کی آنکھوں میں حیرتیں ڈیرے جما چکی تھیں۔ ہم سب ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ بابا ساغر صدیقی' کو زندگی کے ملامتی رویوں نے پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ ہم سے تو بچھڑا ہی تھا۔ اب اپنے آپ سے بھی بچھڑ گیا۔

میں کراچی چلا گیا وہاں ٹیلی ویژن کا آغاز کرنا تھا۔ مجھے لاہور سے ٹیلی ویژن کا ایک تجربہ کار کارکن سمجھ کر سینئر پروڈیوسر کی حیثیت سے کراچی بھیجا گیا

شان خدا ہے آج زمانہ آیا ہم بے ہنروں کا
ورنہ اس اک بستی میں کیا کیا اُمل کمال ہوئے

ایک دفعہ میں پارٹی کے کسی کام کے سلسلے میں بھٹو صاحب کے ساتھ لاہور آیا۔ پرانے دوستوں سے ملا۔ یونس دایب کے بارے میں پتہ چلا کہ پیپلز پارٹی کے لئے بہت کام کر رہے ہیں۔ جلسوں جلوسوں میں شرکت کے علاوہ کتابیں' کتابچے اور پمفلٹ وغیرہ لکھ کر آمریت کی مضبوط دیوار میں شگاف ڈالنے کے لئے کوشاں ہیں۔

راوی کا نیا پل بھی اب بوڑھا بوڑھا لگنے لگا تھا۔ اس کے نیچے سے بہنے والا پانی اب بھی سمندر کی تشنگیاں بجھا رہا تھا۔ مگر وہ پہلی سی بات باقی نہیں رہی تھی۔

۷۰ء میں شملہ معاہدے میں بھٹو صاحب کے ساتھ ہی شملہ گیا تھا واپسی پر اختلافات ہوئے۔ معراج محمد خان اور میں نے باقاعدہ پاکستان پیپلز پارٹی چھوڑ دی۔ میں سٹوڈیوز کی طرف اور معراج محمد خان جیل کی طرف چلا گیا۔ زندگی کی اکائی' بٹنا شروع ہو گئی۔ اب پیپلز پارٹی کے پرانے ساتھی ملتے تو ملاقاتوں میں وہ گرم جوشی نہیں ہوتی تھی۔ مجھ سے ملاقات کا صاف صاف مطلب لیڈر شپ کی ناراضگی تھا۔ اس لئے کبھی کبھار صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کا یہ شعر اپنی پوری جزئیات کے ساتھ سمجھ میں آتا۔

Marfat.com

نظر اٹھا کے کوئی ہم کو دیکھتا بھی نہیں
اگرچہ بزم میں سب روشناس بیٹھے ہیں

لاہور میں یونس ادیب سے کبھی کبھار ملاقاتیں رہی لیکن بالکل سطحی سی۔

پھر ایک دفعہ جب یونس ادیب ایک ذاتی مسئلے کے لئے بہت پریشان تھا میں نے پیپلز پارٹی کے ضمیر اور خمیر کا تجزیہ کر کے انہیں ایک راہ دکھائی جو بظاہر فائدہ مند تھی لیکن سیدھی سیاست کے گندے نالے کی طرف جاتی تھی۔ جس میں پارٹی کے کئی بڑے بڑے لیڈر گردن تک ڈوبے ہوئے تھے۔

پھر ملاقات ہوئی تو یونس ادیب کا مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ لیکن یونس ادیب نے وہ راہ نہیں اپنائی تھی جس کی نشان دہی میں نے کی تھی۔ یونس ادیب بے ضمیری کے کینسر سے بچ گئے اور مجھے حیرت ہوئی کہ بابا یونس ادیب ابھی تک پیپلز پارٹی میں ہیں۔

بابا یونس ادیب نے ابھی ہمت ہاری ہے نہ زندگی۔ وہ اپنی تمام قوت ارادی کے ساتھ اپنے دمے کی بیماری سے لڑ رہے ہیں اکثر انہیں آکسیجن کے مسلسل استعمال سے اپنے تنفس کا نظام بحال کروانے کے لئے کئی کئی دن مختلف ہسپتالوں میں گزارنے پڑتے ہیں۔ آج ایک قومی اخبار میں ایک کالم پڑھ کر میں شیخ زاید ہسپتال میں ان کی خبر گیری کے لئے گیا تو ایک بااخلاق ڈاکٹر اور ایک مصروف نرس نے بتایا کہ وہ چند دن یہاں رہنے کے بعد چند دن پہلے ہسپتال سے گھر چلے گئے ہیں۔ خدا بابا یونس ادیب کو اچھی صحت کے ساتھ بہت دن اپنے دوستوں کے درمیان رکھے۔ بابا یونس ادیب نے پاکستان ٹیلی ویژن کی انتظامیہ سے شکوہ کیا ہے کہ جس پروگرام کی تیاری کے دوران وہ اس سلگتے موسم میں کچی بستیوں اینٹوں کے بھٹوں میں خاک اڑاتے اڑاتے تنفس کی بیماری میں مبتلا ہو کر ہسپتال جا پہنچے جب وہ ٹیلی ویژن پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوا تو اس پر سے ان کا نام کاٹ دیا گیا۔ جس وقت یونس ادیب نے وہ پروگرام دیکھا ہو گا جس میں ان کی ان تھک محنت کو نظر انداز کر کے اس پر کوئی اور جھوٹا سچا نام سجا دیا گیا ہو گا تو میں جس حساس دل و دماغ کے مالک یونس ادیب کو جانتا ہوں ان کی بڑی بڑی ذہین

Marfat.com

آنکھیں ضرور روئی ہوں گی ان کا سانس ضرور اکھڑا ہو گا۔

اس وقت اپنے پرانے دوست یونس ادیب کے ساتھ ساتھ اپنے لاکھوں ہم وطنوں سے یہ پوچھنے کو جی چاہ رہا ہے کہ ٹیلی ویژن کو چھوڑیں یہ بتائیں کہ یہاں زندگی کا کون سا شعبہ ہے جہاں ناانصافی نہیں ہو رہی۔ کون سا ادارہ ایسا ہے جسے نااہلوں نے تباہ و برباد نہیں کیا۔ کون سا بنک ہے جسے لوٹا نہیں گیا۔ مہنگائی اور بھوک بیکاری نے پورے معاشرتی نظام کو تلپٹ نہیں کیا۔ یہ سب ہمارے اجتماعی گناہوں کی سزا ہے۔ جو ہم بھگت رہے ہیں۔ ہم نے جاگیردارانہ نظام جیسے مکروہ نظام کو ختم کرنے کے لئے اپنے روزگار گنوا کر جیلوں کی سختیاں اٹھائیں۔ ہم سب نے امریکی سامراج سے جان چھڑانے کے لئے اپنی اپنی سطح پر کیا کیا نہیں کیا۔ لیکن ہوا کیا۔ آپ سب کے سامنے ہے۔ جاگرداروں نے ملکی معیشت کی شہ رگ پر اپنے پیلے زرد خونخوار دانت گاڑ رکھے ہیں۔ سامراج کے پاس پوری قوم کے علاوہ وہ بچہ بھی گروی پڑا ہے جو ابھی شکم مادر میں ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کے ساتھ اس گروپ کے ساتھ کیوں ہیں جو اس ساری صورتحال کا براہ راست ذمے دار ہے۔

یہی انداز دیانت ہے تو کل کا تاجر
برف کے باٹ لئے دھوپ میں بیٹھا ہو گا

۲۷ مئی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"باقی طوطوں کا کیا بنے گا"

"آپ کو اتنا گم صم پہلے تو کبھی نہیں دیکھا؟"

"کیا بتاؤں؟"

"خیر تو ہے بجلی یا گیس کا چارگنا بل تو نہیں آگیا؟"

"یہ مسئلہ بھی ہے لیکن اس وقت وجہ کچھ اور ہے"

"کیا ڈھائی کروڑ کا پرائز بانڈ نکل آیا جسے آپ کہیں رکھ کر بھول گئے ہیں؟"

"میں نے پرائز بانڈ کبھی نہیں خریدے۔ آدمی عجیب سی نفسیاتی الجھن میں آ جاتا ہے۔ خواہ مخواہ خیالی پلاؤ پکانے لگ جاتا ہے"

"بی بی سے لڑائی ہو گئی کیا؟"

"جس کی آج تک شکل نہیں دیکھی' اس سے لڑائی یا صلح کا کیا مطلب؟"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"

"سچ کہہ رہا ہوں بس ایک دفعہ شملہ معاہدے کے وقت ایک دھان پان سی طالبہ کو دیکھا تھا جسے بھٹو صاحب پنکی کہہ کر پکارتے تھے"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں میں اپنی بی بی وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی بات نہیں کر رہی' بھابی کی بات کر رہی ہوں"

"وہ مجھ سے بھی زیادہ پریشان ہے۔ صبح سے دو دفعہ چپکے چپکے آنسو بہا چکی ہے"

"ہائے آپ بتاتے کیوں نہیں' کیا آپ کا کوئی عزیز پولیس مقابلے میں مارا گیا؟"

Marfat.com

"نہیں میرا کوئی عزیز ایسا نہیں جسے ہماری پولیس اس عزت کے قابل سمجھے"

"تو کیا عزیز میمن کا غم کھائے جا رہا ہے جس نے پورا بنک کھا کر بھی ڈکار تک نہیں لی"

"آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں میمن برادری سے نہیں ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ بہت سے میمن میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ لیکن یہ تو بتائیں کہ آپ کو اور گورنر اسٹیٹ بنک کو اچانک کیسے الہام ہوا کہ عزیز میمن کا معدہ اتنا مضبوط ہے۔ وہ یو بی ایل کی سودا کار یونین کا عہدیدار تھا یا سلطانہ ڈاکو جو بنک لوٹنے کے بعد گھنے جنگلوں میں غائب ہو جاتا تھا۔ جس کے ٹھکانے پولیس کے کھوجی کتے بھی تلاش کرنے سے عاجز تھے"

"میرا خیال ہے منگووال گجرات والے حادثے سے آپ کا کوئی تعلق ہو گا۔ آپ اکثر گجرات آتے جاتے رہتے ہیں"

"وہاں دو پارٹیاں ہیں۔ ظالموں کی دوسری مظلوموں کی' ایک قاتلوں کی دوسری مقتولوں کی' آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟"

"آپ کی حالت دیکھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ آپ بخت بی بی کی طرف کے ہیں جس کا سارا کنبہ قتل کر دیا گیا"

"ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیں کہ کیا کوئی انسان دوسری طرف بھی ہو سکتا ہے"

"ایک بات تو بتائیں اس قتل کی واردات میں پولیس سے زیادہ سیاست دان کیوں سرگرم نظر آ رہے ہیں"

"مثلاً"

"گجرات کے چودھری پرویز الٰہی اور وہ جوتے بنانے والے کارخانوں کے مالک کا کیا بھلا سا نام ہے؟"

"احمد مختار' پاکستان کے وفاقی وزیر تجارت ہیں۔"

Marfat.com

"میں نے پوچھا تھا کہ قتل کی اس بھیانک واردات میں سیاست دان اتنے محترک کیوں نظر آتے ہیں"

"سنا ہے ایک کے ووٹر قتل ہوئے ہیں اور دوسرے کے ووٹر قاتل ہیں' دونوں اپنے اپنے ووٹروں کی حمایت کر رہے ہیں"

"ووٹر چاہے قاتل ہو کیا اس کی حمایت کرنی چاہئے اور ہاں یہ بتائیں قاتل کس کے پاس ہیں؟"

"یہ آپ ان مختار اداروں سے پوچھیں جن کی یہ ڈیوٹی ہے"

"یہ آپ کے میاں نواز شریف وہاں کیوں گئے تھے جلتی پر تیل ڈالنے کے لئے"

"وہ آپ کی وزیراعظم بی بی بے نظیر بھٹو وہاں کیوں نہیں گئیں اس جلتی آگ کو بجھانے کے لئے"

"اب وزیراعظم اتنی بھی بیکار نہیں ہیں"

"یہ تو مجھے معلوم ہے کہ وہ بیکار نہیں ہیں۔ سرکاری کاروں کے علاوہ انہوں نے ایک ذاتی کار بھی منگوائی ہے۔ ڈیوٹی فری جو اگر کوئی اور منگواتا تو سرکاری خزانے کو شائد ستراسی لاکھ روپیہ ڈیوٹی کی مد میں دینا پڑتا"

"باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔ بھلا کار کا ذکر بیچ میں کہاں سے آگیا۔ میں نے وزیراعظم کی مصروفیت کی بات کی تھی"

"چہ خوب۔ چار پیسے کے پل کا افتتاح کرنا ہو تو لاکھوں روپوں کے خوش آمدی اشتہار چھپوا کر اس سلگتے موسم میں وہاں تو پہنچ سکتی ہیں لیکن جہاں ایک غریب گھرانے کے نولاشے ایک ہی وقت میں اٹھے وہاں جاتے ہوئے مصروفیت آڑے آجاتی ہے"

"توبہ ہے آپ کو تو بہانہ چاہئے وزیراعظم کے خلاف بولنے کا"

"اور کس کے خلاف بولوں' کس سے احتجاج کروں۔ کسے وکیل کروں' کس سے منصفی چاہوں۔ جس کے پاس اختیار ہے۔ جس کی حکومت ہے۔ اسی سے کچھ کہا جائے گا"

Marfat.com

" باتوں میں کوئی آپ سے جیتا ہے جو میں جیت جاؤں گی۔"
" میرا خیال ہے آپ اور شیخ ایک ہی تھالی میں کھاتے ہیں"
" میں سمجھی نہیں"

" آپ کی پیپلز پارٹی میں دو شیخ ہیں ایک بلائے سوشلزم شیخ رشید اور دوسرے آپ کی پارٹی کے جنرل سیکرٹری شیخ رفیق جن کو پچھلے دنوں جانے کیا شوق چرایا کہ وہ اپنے پالتو کتے کے دانت گنے بیٹھ گئے۔"

" تو کیا اسلام آباد والوں کے دانت شیخ صاحب نے گنے۔"

" اسلام آباد والوں کے دانت کوئی کرامت والا ہی گن سکتا ہے۔ شیخ صاحب کی اتنی پسلی نہیں۔"

" خیر میرا اشارہ مسلم لیگ والے شیخ رشید کی طرف تھا"

"اچھا وہ کلاشنکوف فیم۔ شیخ رشید نے بہاولپور جیل کے سارے موسم دیکھے ہیں۔ اب وہ جنوبی پنجاب میں آنے والے موسم کے بیج بو رہے ہیں۔ اس دعوے کے ساتھ کہ اس بار وہ نواب زادہ نصراللہ اور غلام مصطفیٰ کھر کو اس کی فصل نہیں کاٹنے دیں گے"

" آپ کو کچھ یاد ہے کہ بات کہاں سے شروع ہوئی تھی۔ میں نے آپ کی اداسی کا سبب پوچھا تھا"

" وہ دراصل میرا طوطا مرگیا"

" چلو اچھا ہوا"

"کیوں؟"

"کم بخت کیسے سینہ پھلا کر بولتا تھا "گو بی بی گو"

" وہ تو حساس تھا موسم کی شدت برداشت نہ کر سکا۔ اس لئے مرگیا اور یہ جو باقی کروڑوں طوطے ہیں ان کا کیا بنے گا؟"

۴ جون ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"مرزا نے کچھ ملا نہ دیا ہو حلیم میں"

" سنئے! مشتاق سے کوئی واقفیت ہے؟"

"بہت سے مشتاق میرے حلقہ احباب میں ہیں آپ کس مشتاق کا ذکر کر رہی ہیں؟"

" وہ کیا بھلا سا نام ہے اس کا؟"

" مشتاق محمد وہ کرکٹ کا سابقہ کپتان ہے؟"

" چھوڑیں ان سابقہ کپتانوں کو ایک آدھ دفعہ اگر قوم کی دعاؤں سے ورلڈ کپ جیت لیں تو اس کے بدلے میں حکومت مانگ لیتے ہیں۔"

" اوہو آپ کے اعصاب پر ابھی تک عمران خان ہی سوار ہے"

" جی نہیں ہم پیپلز پارٹی والے ہیں ہمارے اعصاب بہت مضبوط ہے"

" آپ نے اپنے معدوں کا نام اعصاب کب سے رکھ لیا؟"

" دیکھئے چڑانے والی باتیں مت کیجئے میں نے مشتاق کے بارے میں پوچھا تھا"

" ملک مشتاق اعوان آپ کی پارٹی کے پرانے کارکن ہیں۔" پنجاب کے سینئر منسٹر ہیں۔ اس بار راوی کے نئے پل کے افتتاح کے موقع پر وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے انہیں خصوصی شاباش دی۔"

"کس سلسلے میں کیا راوی کا نیا پل انہوں نے تعمیر کروایا ہے؟"

" نہیں اس منصوبے کے اصل خالق تو میاں نواز شریف ہیں جنہوں نے 1993ء

Marfat.com

میں اس کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور اسے دسمبر 1995ء میں مکمل ہونا تھا لیکن، بے نظیر بھٹو نے کام رکوا دیا تھا پھر دوبارہ شروع کروا دیا جس کی وجہ سے منصوبہ دیر سے مکمل ہوا"

"تو کیا ملک مشتاق اعوان نے دوبارہ شروع کروا کر شاباش لی؟"

"لینے دینے کے معاملات وزیراعظم اپنے ہاتھ میں رکھتی ہیں۔ ملک مشتاق اعوان نے اس سلگتے موسم میں مختلف اضلاع سے بسوں اور ویگنوں میں بندے بھر بھر کر افتتاحی تقریب کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔"

"تو کیا جلسوں کو کامیاب بنانے کے لئے بندوں کا بندوبست کرنا سینئر منسٹر کا کام ہے اور کسی منسٹر کے کہنے پر تو لوگ بسوں میں بھی نہیں بیٹھتے" "اگر میں پارٹی جلسوں کے لئے لوگوں کو بسوں' ویگنوں میں بھر کر لانے میں کامیاب ہو جاؤں تو کیا مجھے کوئی عہدہ مل سکتا ہے۔"

"عہدہ لینے کے لئے آپ کو وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی خوشنودی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آپ کی پارٹی جمہوریت کی دعویدار ہونے کے باوجود الیکشن سے بہت گھبراتی ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ بلدیاتی انتخاب کی بات ہو تو رہی ہے"

"یہ بتائیں جب سے پاکستان پیپلز پارٹی بنی ہے کبھی اس میں کسی بھی سطح پر الیکشن ہوئے ہیں؟"

"وزیراعظم کی خوشنودی کیسے حاصل کی جا سکتی ہے"

"یہ آپ ناہید خان' بیگم شہناز وزیر علی یار عنا شیخ سے براہِ راست پوچھ لیں تو بہتر ہے" اچھا وہ مشتاق والی بات تو ابھی حل نہیں ہوئی اتنا پتہ ہے کہ وہ مشتاق اعوان نہیں"

"مشتاق پگانوالہ کا تو نہیں پوچھ رہی آپ؟"

"نہیں بھئی وہ جس کے گھر وزیراعظم نے بڑے خوشگوار موڈ میں ڈیڑھ گھنٹہ گزارا اور دعوت حلیم کھائی اور کچھ کھانا پیک کروا کر اپنے گھر بلاول ہاؤس بھی لے گئیں۔"

Marfat.com

"اچھا اچھا آپ کراچی والے مشتاق مرزا کا پوچھ رہی ہیں۔ وہ پی ڈی پی کے رہنما ہیں اور خیر سے وزیراعلیٰ سندھ کے مشیر بھی ہیں"

"تو وزیراعظم ان کے گھر کیسے پہنچ گئیں کھانا کھانے کے لئے؟"

"آپ بھی کمال کرتی ہیں وزیراعظم سیمون شریف سے واپس آئی تھیں بھوک لگی ہوئی ہو گی تو بھوک یہ تو نہیں دیکھتی کہ کیا کھانا ہے اور کہاں کھانا ہے"

"یہ مشتاق مرزا ہے کیسا آدمی"

"میں سمجھا نہیں"

"دیکھئے ناوعوت حلیم صرف وزیراعظم کو دی اور ہمارے آصف علی زرداری بھائی کو کہنا پڑا کہ مجھے تو بلایا ہی نہیں تھا میں تو وزیراعظم کے ساتھ یونہی آ گیا۔ یہ بھلا مشتاق مرزا کا کہاں کا اخلاق ہے۔"

میں یقین سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیوں نہیں بلایا' ممکن ہے حلیم تھوڑا ہو اور مشتاق مرزا نے سوچا ہو کہ وزیراعظم تو وزن کم کرنے کے چکر میں تھوڑا سا کھائیں گی اور انہیں اندازہ ہو کہ جناب آصف علی زرداری کا معدہ بہت مضبوط ہے وہ جب کہیں کھانے پر بیٹھ جائیں تو بقول غالب

ہم رونے پہ آ جائیں تو دریا ہی بہائیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

"ان کی خوش خوراکی کے چرچے تو عام ہیں بلکہ ہم نے یہاں تک بھی سنا ہے کہ وہ گھر میں کبھی کبھی اپنی بیگم صاحبہ کا حصہ بھی کھا جاتے ہیں شاید وزیراعظم کا وزن کم ہونے کا ایک یہ بھی راز ہے"

"یہ حلیم ہے کیا جسے کھا کر وزیراعظم کا موڈ اتنا خوشگوار ہو گیا شاید اب مشتاق مرزا کا عہدہ بھی بڑھ جائے اور وہ سینئر مشیر بن جائیں"

"حلیم کیسے پکاتے ہیں اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں۔ یہ سب تو میں نہیں جانتا ہاں اتنا پتہ ہے کہ حلیم عربی زبان کا لفظ ہے عربوں کے ہاں جو اونٹ جوان ہو اس میں

Marfat.com

پوری جسمانی توانائیاں ہوں وہ جب پیٹ بھر کر کھالے اور اس کے بعد کسی درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر سرہلا ہلا کر جگالی کر رہا ہو اور لڑکے بالے اس سے کھیل رہے ہوں۔ کوئی اس کی گردن سے جھول رہا ہو' کوئی اس کی دم کھینچ رہا ہو' کوئی اس پر سواری کر رہا ہو اور وہ کسی کو کچھ نہ کہے بس اپنی مستی میں بیٹھا جگالی کرتا رہا ہے۔ ذرا بھی اشتعال میں نہ آئے اونٹ کی اس کیفیت کو وہ حلیم کہتے ہیں اور یہیں سے لفظ حلیم الطبع نکلا ہے"

" علامہ صاحب آپ فرہنگ آصفیہ کھول بیٹھے ہیں میں نے صرف حلیم پکانے کا طریقہ پوچھا تھا"

" وہ آپ مشتاق مرزا سے پوچھ لیں اس نے ضرور اس میں کوئی خاص چیز ملائی ہو گی۔ جسے کھا کر بندے کے ہوش اڑ جائیں اور وہ دن میں خواب دیکھنے لگ جائے"

غالب سے معذرت کے ساتھ " مرزا نے کچھ ملا نہ دیا ہو حلیم میں"

" یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"

"ثبوت یہ ہے کہ حلیم کھانے کے بعد وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے جاگتی آنکھوں خواب دیکھا اور اس کا اظہار بھی کر دیا کہ میں کراچی سے قومی اسمبلی کی پانچ نشستیں چاہتی ہوں یہ ابھی کھانے میں احتیاط کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اگر زرداری صاحب کی طرح کھا جاتیں تو کہتیں مجھے پاکستان کی قومی اسمبلی کی ساری نشستیں چاہئیں"

" تو کیا کراچی سے انہیں پانچ سیٹیں نہیں مل سکتیں۔ کس فلائیٹ کی سیٹیں"

" میں اسمبلی کی سیٹیں کہہ رہی تھی"

میرا خیال ہے کہ قسمت آزما لینے میں کوئی حرج نہیں کراچی کے لئے تو پیپلز پارٹی کے پاس ایک سے بڑھ کر ایک خادم پڑا ہے۔ میرا خیال ہے وزیر داخلہ جناب نصیر اللہ بابر کو وہاں سے الیکشن لڑوا کر وزیراعظم بے نظیر اپنا یہ شوق پورا کر سکتی ہیں۔"

" میں حلیم کے بارے میں پوچھ رہی تھی؟"

" اب آپ کی دعوت کا قبول کیا جانا مشکل ہے۔ میرا خیال ہے ملک مشتاق اعوان

Marfat.com

نے بھی کوئی ایسی ہی دعوت پہلے ہی کھلا دی ہے جس کے بعد وزیراعظم نے اپنے ایک اور خواب کا ذکر کیا تھا"

"وہ کیا؟"

"یہی کہ ہم لاہور واپس لینا چاہتے ہیں"

"ان دونوں مشتاقوں نے ہم عام کارکنوں کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے وزیراعظم نے کہا ہے کہ کارکن میری دولت ہیں۔ دولت مند اپنی دولت کو جیسے اور جہاں چاہے خرچ کرے آپ کا مقدر خرچ ہونا ہے اور بس"

۸ جون ۱۹۹۶ء

Marfat.com

بھٹو --- سیاست اور ڈرامہ

ایک فرانسیسی ہفت روزہ "پوائنٹ ڈی ویو" کو ایک خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے و . عظم بے نظیر بھٹو نے اپنے اور اپنے خاندان کے بارے میں انکشافات کئے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ فرانسیسی ہفت روزہ نے بڑی بڑی سرخیوں اور تصویروں کے ساتھ جن باتوں کو انکشافات سمجھ کر چھاپا ہو گا۔ پاکستان کا بچہ بچہ ان کہانیوں اور ان میں سچائی کے فیصد کو بہت پہلے جانتا ہے۔

محترمہ نے اور بہت سی باتوں کے علاوہ یہ بھی انکشاف کیا کہ ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لئے جب ان کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی تو بھٹو صاحب نے ان سے ڈرامہ کیا۔ جس سے وہ دہشت زدہ ہو گئیں۔ پھر اچانک بھٹو صاحب مسکراتے ہوئے سامنے سے آ گئے تو ان کے اوسان بحال ہوئے اور محترمہ نے اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا کہ آئندہ وہ دہشت کی زندگی نہیں گزاریں گی۔

جو لوگ بھٹو صاحب کو جانتے ہیں وہ میری اس بات پر بے روک گواہی دیں گے کہ بھٹو صاحب کی ساری زندگی میں ڈرامے اور اداکاری کو خاص اہمیت حاصل رہی۔ میں نے پیپلز پارٹی کی جدوجہد کے دنوں میں بھٹو صاحب کے ساتھ کم و بیش پانچ چھ برس کام کیا۔ میں چونکہ روایتی سیاست دان تھا نہ کوئی روایتی وڈیرا۔ اس لئے میرے اور بھٹو صاحب کے درمیان تعلقات کی نوعیت ذرا مختلف تھی اور ہم کبھی کبھی ایک دوسرے سے شستہ مذاق بھی کر لیتے تھے۔

Marfat.com

آج محترمہ بے نظیر بھٹو کا بیان پڑھ کر جدوجہد کے دنوں کا ایک واقعہ یاد آگیا کہ بھٹو صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ تو ڈرامہ کرتے ہی تھے لیکن سیاسی فائدہ اٹھانے کے لئے وہ اپنی اولاد سے بھی ڈرامہ بازی کر جاتے تھے۔ اس وقت یادوں کی گٹھری سامنے کھلی پڑی ہے آیئے اس واقعہ کے لطف میں آپ بھی شامل ہو جائیں۔ یہ جدوجہد کے دن تھے خیبر سے کیماڑی تک پاکستان پیپلزپارٹی کا ترنگا بڑی آب و تاب کے ساتھ لہرا رہا تھا۔ روٹی کپڑا اور مکان کے نعروں سے پورا ملک گونج رہا تھا' لرز رہا تھا اور مخلوق خدا کے حلقوم سے ایک ہی صدا نکل رہی تھی۔ "جیئے بھٹو۔ صدا جیئے"

انہیں دنوں کراچی میں ایک بہت بڑا جلسہ ہو رہا تھا۔ بہت بڑا اسٹیج بنایا گیا تھا۔ جس پر پارٹی کے تمام عہدیدار اور سینئر لوگ بیٹھے تھے۔ میں اور معراج محمد خان بھی اس جلسے میں موجود تھے ۔ میری اور معراج محمد خان کی تقریر کے بعد آخری مقرر بھٹو صاحب تھے۔ جن لوگوں نے ان دنوں بھٹو صاحب کے جلسے دیکھے اور سنے ہوں' ان کو بھٹو صاحب کا سارا باڈی لینگویج اور اسٹائل یاد ہو گا وہ لوگوں کی نفسیات کے بہت ماہر تھے اور لوگوں کو خوش کرنے کی دھن میں کبھی کبھی حد سے بھی گزر جاتے تھے۔ اس دن ہماری تقریروں کے بعد جب حسب معمول بھٹو صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ بھٹو صاحب نے عوامی سوٹ شلوار قمیص پہنا ہوا تھا اور اٹھنے سے پہلے انہوں نے اپنے ایک کف کا بٹن بھی کھول لیا تھا۔ بھٹو صاحب نے ہاتھ ہلا ہلا کر لوگوں کی محبتوں کا جواب دیا۔ پھر انہوں نے اپنے روایتی انداز میں تقریر شروع کی۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے ایک دو مقرروں کے نام لے کر ان کے خیالات سے اختلاف بھی کیا۔ اور کہا کہ یہ لوگ صحیح صورت حال سے واقف نہیں ہیں۔ انہوں نے میرا نام لے کر بھی میری تقریر کے کچھ ایسے حصوں کے بخیئے ادھیڑے جو کچھ میں نے ہارون فیملی کے بارے میں کہا تھا حالانکہ تقریر سے پہلے بھٹو صاحب نے خود مجھے وہ پوائنٹ بتائے تھے اور تاکید کی تھی کہ میں اپنی تقریر میں اس کا ذکر ضرور کروں۔ پھر جب بھٹو صاحب نے میرا نام لے کہ میرے انہیں پوائنٹس کی نفی کی تو میں حیران رہ

Marfat.com

گیا کہ

"یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے"

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے کہ اچانک بھٹو صاحب نے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے اپنے بیٹے شاہ نواز سے مخاطب ہو کر کہا۔ شاہ نواز تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ تمہیں یہاں بیٹھنے کی اجازت کس نے دی ہے۔ یہاں صرف پارٹی کے رہنما بیٹھیں گے۔ جنہوں نے عوام کی خدمت کی ہے تم یہاں سے اٹھو اور نیچے عوام کے ساتھ جا کر زمین پر بیٹھو۔ تم میرے بیٹے ہو تو گھر میں ہو۔ یہ سب میرے بیٹے ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ بیٹھنا ہے۔ چلو اترو اسٹیج سے اور میرے ان لاکھوں بیٹوں کے ساتھ بیٹھو تاکہ تمہیں ان کے دکھ درد کا احساس ہو۔ شاہ نواز بے چارہ حیران پریشان بلندی پر بنے ہوئے اسٹیج سے اٹھا اور سیڑھیاں اتر کر سامنے دری پر لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔

بھٹو صاحب کی اس ادا پر پوچھئے نہیں کہ لوگوں کے جوش و خروش کا کیا حال ہوا۔ کم و بیش پانچ سات منٹ تک فضا جئے بھٹو کے نعروں سے گونجتی رہی۔ پھر بھٹو صاحب نے غیر ملکی نامہ نگاروں اور ٹیلی ویژن کے لئے کوریج کرنے والی ٹیموں کی طرف منہ کر کے دو چار منٹ انگریزی میں تقریر کی جس کا لب لباب یہ تھا کہ۔ میری پارٹی میں وہی عزت پائے گا جو عوام کی خدمت کرے گا۔ میری پارٹی میں خون کے رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں جلسہ بہت دیر تک جاری رہا اور بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

دوسرے دن میں اور معراج محمد خان بھٹو صاحب سے کسی کام کے سلسلے میں ملنے کے لئے کلفٹن گئے تو بھٹو صاحب سے پہلے شاہ نواز سے ملاقات ہو گئی۔ شاہ نواز بچہ ہی تو تھا۔ ہمیں دیکھ کر کچھ جھینپ سا گیا۔ ہم نے پوچھا شاہ نواز تم تو کبھی اس طرح جلسوں میں نہیں جاتے تھے۔ کل کیسے آگئے۔ شاہ نواز نے روہانسا سا ہو کر جواب دیا کہ ڈیڈی نے خود مجھے جلسے میں آنے کے لئے کہا تھا۔ میں نور محمد کے ساتھ گیا۔ مجھے اسٹیج پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا اور پھر ڈیڈی نے سب کے سامنے مجھے اسٹیج سے اتار دیا۔ ہماری

Marfat.com

سمجھ میں ساری بات آ گئی۔ ہم نے شاہ نواز کو دلاسا دیا کہ بھٹو صاحب آپ کے ڈیڈی ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا ٹھیک ہی کیا ہو گا۔ اس میں کوئی مصلحت ہو گی۔ پھر دو چار ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں بھٹو صاحب کے پاس چلے گئے۔

۱۱ جون ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"تمہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے"

پہلے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ جن اخباروں نے یہ خبر لگائی ہے کہ پاکستان کی وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو اور ان کے شوہر نامدار آصف علی زرداری نے لندن میں سرے کے مقام پر کروڑوں روپے کے اخراجات سے ایک محل خریدا ہے جس میں سو نمنگ پول کے علاوہ ایک ہوائی اڈہ بھی بنا ہوا ہے اور اس کے حفاظتی انتظامات ایسے ہیں کہ مالکان کی اجازت کے بغیر پرندہ پر نہ مارے اور ہوا کا گزر نہ ہو۔

یہ اخبارات ٹٹ پونجئے نہیں ہیں۔ "سنڈے ایکسپریس" کی اشاعت کے بارے میں معلوم ہوا کہ کم و بیش چودہ لاکھ کے قریب ہے اور "واشنگٹن پوسٹ" کے بارے میں جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ کس معیار کا اخبار ہے۔ پھر یہ بھی معلوم رہے کہ یہ دونوں اخبارات جس ملک اور جس معاشرے میں چھپتے ہیں وہاں کے قوانین بہت سخت ہیں۔ ذرا سی جھوٹی خبر چھپ جائے تو فوراً لاکھوں ڈالر کے ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمات درج ہو جاتے ہیں۔ جن میں کبھی اخبار اور کبھی مدعی جیت جاتا ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ جب ہمارے حکومتی سربراہ بیرونی دوروں پر جاتے ہیں تو اسی قسم کے اخباروں میں ہزاروں لاکھوں ڈالر خرچ کرکے ان کی شان میں ستائشی مضامین اور تصاویر کے ساتھ خاص ایڈیشن چھپوائے جاتے ہیں۔

اب آیئے اصل مسئلہ کی طرف پاکستان میں شروع دن سے ہی حکومت اور اپوزیشن کے درمیان تعلقات ہمیشہ ستار کے تار کی طرح حساس اور تنے ہوئے رہتے

Marfat.com

ہیں جو ذرا سی تیز ہوا کے چھونے سے بھی چیخنے چنگھاڑنے لگتے ہیں۔ یہ صورتحال کسی عنوان بھی قابل فخر نہیں ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ناپسندیدہ ہونے کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے۔ ہماری قومی اسمبلی میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ قانون سازی جو اسمبلی کا اصل کام ہے' نہ ہونے کے برابر ہے۔ حکومت کا سارا کاروبار آرڈی نینسوں اور التزامات پر چلتا ہے۔ جس محکمے کی طرف نکل جائیں لوٹ مار کے ناقابل فراموش منظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ہماری قومی اسمبلی کے فلور پر جو جو کچھ کہا سنا جاتا ہے' اس پر سنجیدہ ذہن کسی طور پر بھی اطمینان کا اظہار نہیں کر سکتا۔ جس ملک میں حزب اختلاف کے لیڈر پر کم و بیش ایک سو چالیس مقدمات بنائے گئے ہیں اور وہ سینے پر ہاتھ مار کر کہتا ہو۔

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

جس سے ہر روز یہ پوچھا جاتا ہو کہ اتنے کم عرصے میں اتنی زیادہ فیکٹریاں کیسے بن گئیں اور وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہو کہ اپنی محنت سے یہ سب کچھ پاکستان میں بنایا ہے۔ پاکستانی قوم کے سامنے بنایا ہے ہر سال حکومت کو اربوں روپے کا ٹیکس بھی دیتے ہیں ہم نے یہ سب کچھ اپنے ملک میں بنایا ہے اس لئے کہ ہمارا مرنا جینا پاکستان کے ساتھ ہے۔ وہ قائد حزب اختلاف اور ان کے ساتھ جو آج بھی سختیاں اٹھا رہے ہیں کسی فلمی کہانی کے کردار نہیں ہیں کہ وزیراعظم کی شان دیکھ کر گجر بجا دیتے۔ اہل دربار!

خبردار' نگاہیں نیچی
کوئی نظریں نہ اٹھائے تشریف شہنشاہ لائے

قائد حزب اختلاف پاکستان کی جیتی جاگتی زندگی کی نمائندگی کر رہے ہیں۔
مجھے معلوم نہیں کہ وزیراعظم ان دنوں اپنی کون سی پالیسی پر فخر کر سکتی ہیں۔ ان کے عہد زریں میں زندگی کا ہر انداز گراوٹ کی طرف جا رہا ہے۔ بیرونی دنیا میں ہمارا امتیاز یہ

Marfat.com

ہے کہ ہم کرپشن میں دوسرے نمبر پر آ گئے ہیں اور کل ہی ایک پرانے واقف کار سفارت کار کہہ رہے تھے کہ سفارتی پارٹیوں میں اس وقت گھڑوں پانی پڑ جاتا تھا جب باقی لوگ طنزاً کہتے تھے۔ Keep it up آپ بہت جلد سکواش کی طرح دنیا میں پہلے نمبر پر آ جائیں گے۔ اندرون ملک ہمارا یہ حال ہے کہ جان بچانے والی ادویات بھی جعلی ملتی ہیں۔ ڈاکے ڈکیتیاں عام ہیں۔ دن کی روشنی میں بھرے بازاروں میں قتل ہوتے ہیں۔ بارہ برس کی بچیوں کو سرراہ بے عزت کر دیا جاتا ہے۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی اور فحاشی نے جسموں کے ساتھ ساتھ ذہنوں کو بھی مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔

اس صورتحال میں حکومت کے خلاف اگر اپوزیشن کے ہاتھ وزیراعظم کے خلاف کوئی سکینڈل یا دستاویز آ جائے تو وہ اسے مقدس اوراق کی طرح کے تعویز بنا کر یا کسی جوہری توانائی کے انتہائی خفیہ راز کی طرح بند کمرے میں وزیراعظم کی خدمت میں پیش کرنے سے تو رہے۔ اپوزیشن تو موقع کی تلاش میں رہتی ہے۔ میراج طیاروں میں اس نے کروڑوں ڈالر کمیشن کا شور مچایا جو ایک حد تک سچ نظر آ رہا ہے اور تحقیق ہو رہی ہے کہ

کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

اب اپوزیشن نے وزیراعظم پر خود کوئی الزام نہیں لگایا بلکہ ایک معتبر اخبار میں چھپی ہوئی خبر کا تراشا لہراتے ہوئے وضاحت طلب کی ہے۔ کیونکہ یہ بے نظیر بھٹو کا معاملہ نہیں ہے یہ پاکستان کی وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کا معاملہ ہے۔ یہ پاکستان کی عزت کا معاملہ ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ میاں نواز شریف ہاتھ ہلا ہلا کر بلند آواز سے اس محل کے بارے میں پوچھیں گے۔ پھر جب لیڈر آف دی اپوزیشن میاں نواز شریف کا گلا خشک ہونے لگے گا تو شیخ رشید وہیں سے تان اٹھا لیں گے اور ڈیڑھ سال تک بہاولپور جیل میں قید تنہائی میں انہوں نے جو ریاض کیا محفل میں وہ اپنی راگ داری' قانون اور پلٹوں کے بعد آخر میں درت لے میں "انگریزوں کے کتے نہلانے والو" راگ کے ان بولوں کو ترانے کی درجہ بندی پر لے جا کر داد وصول کریں گے۔ ان کے بعد رہی سہی

Marfat.com

کسر جناب گوہر ایوب یہ پوچھ کر پوری کر دیں گے کہ وزیراعظم کے پاس اتنے کروڑ روپے آئے کہاں سے؟ اس معصومانہ سوال پر اپوزیشن کے ارکان خوب ڈیسک بجاتے۔ جب یہ سب کچھ ہو چکتا تو وزیراعظم بے نظیر بھٹو بڑے آرام سے اٹھتیں۔ اپوزیشن کی ساری ہاؤ ہو کا صرف یہ جواب دیتیں۔

"یہ سب کچھ غلط ہے' بے بنیاد ہے اور میں ساری اپوزیشن اور ان کے لیڈر میاں نواز شریف کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے اس شرانگیز خبر کی طرف میری توجہ مبذول کروائی۔ میں اپنی پہلی فرصت میں ان جھوٹے اخبارات پر لاکھوں پونڈ کا ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کروں گی اور انشاء اللہ مقدمہ جیت کر آدھے پونڈ قائد حزب اختلاف کو دے دوں گی اور اس طرح ساری اپوزیشن منہ دیکھتی رہ جاتی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ نے جو کچھ کہا وہ ناقابل یقین لگا

زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

الزام لگانے والے کمینے ہیں' نہ عدالت میں جاؤں گی نہ اسمبلی میں جواب دوں گی الزام لگانے والے کمینے ہیں۔"

تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

محترمہ پوچھنے والے تو یہ بھی پوچھ رہے ہیں کہ پچھلے دنوں بند بکسوں میں آموں کے نام پر جو ٹنوں کے حساب سے سامان بلاول ہاؤس سے لندن بھیجا گیا وہ آم کی کون سی نایاب اقسام تھیں اور یہ کہ بلاول ہاؤس کو فروٹ مارکیٹ کب سے بنا دیا گیا ہے؟

ہر دم قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یاں
یہ کار گہ کہ ساری دکان شیشہ گر ہے

۱۳ جون ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"پھر اس کے بعد کبھی ہم نہ تم کو روکیں گے"

یہ شاید میرا آخری کالم ہوگا جس میں پاکستان ٹیلی ویژن کا تذکرہ کروں گا کیونکہ مشکل یہ پیش آ رہی ہے کہ میں جو کچھ بھی کہتا ہوں اسے سچ ماننے کے باوجود یار لوگوں کی تان اس بات پر آ کر ٹوٹتی ہے کہ اگر میرا ٹیلی ویژن پروگرام بند نہ کیا جاتا تو میں ٹیلی ویژن اور حکومت کے دامن کو یوں حریفانہ نہ کھینچتا۔

اگرچہ یہ تذکرہ اب لا حاصل ہے لیکن یہی وہ بنیاد ہے جس پر میں نے اپنے احتجاج کی ساری دیوار اٹھائی تھی کہ میرا پروگرام بند نہ کیا جائے میں نے پروگرام کے دفاع میں تین دلیلیں دی تھیں یہ پروگرام ٹیلی ویژن کو تین کروڑ بیس لاکھ روپیہ سالانہ کما کر دیتا ہے۔ اس سہ ماہی میں بھی جب اسے بند کرنے کا سوچا جا رہا ہے یہ عوامی سروے میں پہلے نمبر پر ہے۔ اس پروگرام میں سو فی صد پاکستانی ثقافت پیش کی جاتی ہے۔ میں یہ دلیلیں اس لئے دے رہا تھا کہ اگر مجھے کچھ اور وقت مل جاتا تو میں ورلڈ ریکارڈ قائم کر سکتا تھا اور اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو یہ عزت بھی پاکستان اور پی ٹی وی کے حصے میں آتی یہ سب میری خواہشات تھیں۔ میرے خواب تھے جو ایک ایک کر کے میری آنکھوں میں اندھے ہو گئے۔ اپنے اس موقف کو لیکر اب آپ کو کیا بتاؤں کہ کس کس کوچے میں صدا نہیں دی۔

ان دنوں زندگی کی ساری بھاگ دوڑ اس شعر کی زندہ تفسیر بن گئی تھی کہ

تم ناحق ناراض ہوئے ہو ورنہ میخانے کا پتہ
ہم نے ہر اس شخص سے پوچھا جس کے نین نشیلے تھے

Marfat.com

نوائے وقت اور دوسرے قومی اخبارات گواہ ہیں کہ اس وقت بھی میرے احتجاج کا مرکزی نقطہ یہی تھا کہ یہ دو نظریات کے دو ثقافتی رویوں کی لڑائی ہے۔ یہ "جین جیکٹ کلچر" اور "شلوار کرتا کلچر" کی جنگ ہے۔ اس جنگ میں اٹھانوے فی صد پاکستانی کلچر کی نمائندگی کرنے والا یا علامت "شلوار کرتا کلچر" ہار گیا اور بلودے گھر جانے والوں کی گنتی کرنے والے جیت گئے۔ ٹیلی ویژن کے پاس کسی پروگرام کو شروع کرنے اور بند کرنے کا اختیار تھا جو انہوں نے استعمال کیا۔ بات ختم ہو گئی اور آج کم و بیش آٹھ نو مہینے ہو گئے ہیں نہ میں کبھی ٹیلی ویژن گیا ہوں نہ ٹیلی ویژن نے کبھی بلایا ہے۔ وہ اپنے گھر خوش ہیں میں اپنے حال میں مست ہوں۔

پھر ورلڈ کپ کرکٹ کے ہنگامے شروع ہو گئے۔ ٹیلی ویژن نے اپنے کلچرل شوز کی آڑ میں وطن عزیز میں جس جس عنوان فحاشی پھیلائی اس کی شدت ایوان صدر میں بھی محسوس کی گئی اور صدر مملکت کو کہنا پڑا کہ ٹیلی ویژن پر ناچ گانا کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے۔ ملک کا کونسا گوشہ ایسا تھا جہاں سے احتجاجی نعرے بلند نہیں ہوئے۔

پچھلے دنوں جماعت اسلامی نے لاہور کے ایک ہوٹل میں سیمینار کا اہتمام کیا جس کا موضوع پاکستان کی ثقافت تھا۔ اس سیمینار میں مختلف الخیال احباب کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی اور دیکھنے والوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد کے ایک طرف پیپلزپارٹی کے جناب مصطفیٰ قریشی (جو پاکستان فلم انڈسٹری کے ایک پڑھے لکھے معروف اداکار ہیں) اور دوسری طرف میں' ایک بے ہنر بیٹھا تھا۔ آگ اور پانی کے اس ملاپ کو دیکھنے والوں نے بڑے تحیر سے دیکھا۔

میں ابھی تک کسی سیاسی جماعت میں شامل نہیں ہوا کل کی خبر خدا جانے۔ سیمینار میں ہر مقرر نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق بات کی۔ کچھ دوستوں نے اپنے کاندھوں سے مصلحت کی چادر نہیں اتاری۔ مصطفیٰ قریشی نے ایک ماہر وکیل کی طرح اپنا مقدمہ لڑا اور انہوں نے گئے دنوں کی مثالوں کو دلیل کے طور پر پیش کیا ۔

آخر میں میری باری آئی۔

مصلحت کوش ہوئے ہم نہ محبت میں کبھی

Marfat.com

تیرے غم کو کبھی ہم نے غم دنیا نہ کیا

لوگوں نے ثقافت کی کتابی تعریفیں پیش کیں میرا موقف یہ تھا کہ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

اس لئے ہماری ثقافت بھی اپنی ترکیب میں خاص ہو گی۔ میں نے یہ بھی کہا کہ ٹیلی ویژن سے جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے وہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہے جابر حکومتیں جب اپنے شہریوں کے بنیادی مسائل حل کرنے میں ناکام ہو جاتی ہیں تو پھر وہ قوم کو گناہ' بے حیائی اور فحاشی کی دلدل میں دھکیل دیتی ہیں۔ فحش راستوں کی اپنی ایک کشش ہوتی ہے اور ناپختہ اذہان بہت جلد بھٹک کر ادھر جا نکلتے ہیں میں نے ٹیلی ویژن والوں سے یہی کہا تھا کہ وہ اپنے پروگراموں میں توازن پیدا کریں۔ کلچرل پروگراموں میں توازن ہاتھ سے چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ سینٹ میں اچھے بھلے پڑھے لکھے فنکاروں کو کنجر کہا گیا۔

اور آج کی خبر ہے کہ 35 رکنی پاکستانی طائفہ ماریشس کے حکمران کی سالگرہ میں شو کرنے وہاں پہنچ چکا ہے اور یہ سب کچھ سرکاری طور پر ٹیلی ویژن کر رہا ہے۔ اس کے لئے دو کروڑ کی منظوری بھی حاصل کر لی گئی ہے۔ اس طائفے میں وہ سب لوگ شامل ہیں جنہوں نے کلچرل شوز میں "نیک نامی" کمائی تھی۔ یہ اس قوم کا طائفہ ہے جس کا بچہ بچہ بیرونی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔ آخر کبھی تو عوام گریبانوں میں ہاتھ ڈال کر ان کروڑوں روپوں کا حساب لیں گے۔

میں اگر کبھی تنقید کرتا ہوں تو محض اس لئے کہ ٹیلی ویژن والے بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ان کی پشت پر برس ہا برس کا تجربہ ہے یہ سب پاکستانی ہیں۔ انہیں شعوری یا غیر شعوری طور پر سامراج کے ہاتھوں میں نہیں کھیلنا چاہئے بلکہ درد مندی سے دیانت سے' سادگی سے اپنی ثقافت کو حسن کارانہ انداز میں پیش کرنا چاہئے اور ان میں ایسا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

۱۶ جون ۱۹۹۶ء

Marfat.com

سالگرہ کا بے نظیر تحفہ

"کیا یہ سچ ہے کہ چولہا پھٹنے کے حادثات میں ہلاک ہونے والی خواتین کی تعداد میں بھی ہم دنیا میں پہلے نمبر آ گئے ہیں۔"

"جی کم از کم بیرونی دنیا میں تو ہمارے بارے میں یہی تاثر ہے۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک خاتون وزیراعظم کے عہد حکومت میں خواتین کے ساتھ یہ ظلم ہو رہا ہے اور اس کا ابھی تک کوئی نوٹس ہی نہیں گیا۔"

"پہلے یہ بتائیں آپ کو کہیں سے کوئی اشارہ تو نہیں ہو گیا آپ کے میاں بھی تو وزارت خارجہ میں ہیں۔"

"کس بات کا اشارہ؟"

"یہی کہ"

جی کا جانا ٹھہر گیا ہے
صبح گیا یا شام گیا

"اللہ نہ کرے آپ کی یہ شعر و شاعری میری سمجھ میں نہیں آئی"

"بھئی پرسوں ہی آپ کی پیپلز پارٹی پنجاب کی کچھ خواتین بھی ڈھکے چھپے لفظوں میں تنقید کر رہی تھیں کہ محترمہ بینظیر بھٹو کو چند عہدیداروں نے گھیر رکھا ہے۔ ہمیں تو کوئی ملنے ہی نہیں دیتا اور یہ کہ عورت کی سزائے موت کو ختم کرنا اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ پیپلزپارٹی اور اپنی لیڈر پر تنقید۔ یہ تو آپ کی پارٹی کا کلچر نہیں۔ ضرور

Marfat.com

دال میں کچھ کالا ہے"

" اللہ معاف کرے آپ ایسی ڈرا دینے والی باتیں کیوں کرتے ہیں' میں نے تو صرف چولہے پھٹنے کی بات کی تھی"

" اچھا آپ خوفزدہ نہ ہوں میرے پاس آپ کے لئے ایک خوشخبری بھی ہے"

"جلدی بتایئے بہت دنوں سے کوئی اچھی خبر نہیں سنی کیا میاں نواز شریف کا پول کھل گیا اور وہ لندن میں سرے کے مقام پر خریدی جانے والی جاگیر کی بات جھوٹ نکلی"

" نہیں بات تو جھوٹ نہیں بلکہ اخبار نے کچھ مزید تفصیلات جاری کی ہیں"

" اچھا تو پھر اور کون سی خوشخبری ہے آپ کے پاس؟"

" اب پاکستان میں کوئی چولہا نہیں پھٹے گا' کوئی خاتون آگ لگنے سے ہلاک نہیں ہوگی"

" دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ ہماری وزیراعظم کے عہد میں خواتین پر ظلم ہو اور وہ اس پر خاموش رہیں۔ یقیناً انہوں نے چولہے بنانے والے کارخانہ داروں کی گوشمالی کی ہوگی' انہیں گرفتار کر لیا ہوگا"

" نہیں انہوں نے کارخانہ داروں کو گرفتار تو نہیں کیا' چولہے تو ویسے ہی بنتے رہیں گے لیکن پھٹیں گے نہیں"

" اگر صورت حال ویسی کی ویسی ہے تو پھر آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ چولہے پھٹیں گے نہیں کیا انکی کوالٹی بہت بہتر ہو جائے گی؟"

" نہیں کوالٹی تو شاید پہلے جیسی رہے یا اس سے بھی گر جائے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اب چولہا پھٹے گا نہیں"

" وہ کونسا راز ہے؟"

" بات یہ ہے کہ محترمہ بینظیر بھٹو وزیراعظم نے بڑا پکا انتظام کیا ہے کہ کوئی چولہا نہ پھٹے"

Marfat.com

"یہی تو پوچھ رہی ہوں کہ کیا انتظام کیا ہے کیا تحفظ دیا ہے"

"سنئے مٹی کے تیل کا چولہا اس وقت پھٹتا ہے نا جب وہ جلے"

"جی"

"تو حکومت نے اپنے آدم خور بجٹ میں اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ غریب گھروں میں چولہا ہی نہ جلے' نہ رہے بانس نہ بجے بانسری' نہ کوئی عورت اپنے محنت کش شوہر اور بچوں کے لئے کھانا پکانے بیٹھے۔ نہ چولہا جلے۔ نہ پھٹے۔ نہ کوئی عورت حادثے کا شکار ہو"

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا آپ گھما پھرا کر تان وہیں توڑیں گے جہاں آپ کے حکومت مخالف جذبات کی تسکین ہو"

"ایسی بات نہیں ہے آپ حلفاً" بتائیں اس کم بخت بجٹ نے آپ کے گھر کے معمولات پر کوئی اثر نہیں ڈالا"

"اب کیا آپ عدالتوں کی طرح حلف اٹھوا کر گھر کی باتیں پوچھ رہے ہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میرے میاں صبح سے دو دفعہ نوکر کو پیٹ چکے ہیں کہ تم نے سودے میں ضرور پیسے کھائے ہیں اور وہ اپنے سر پر دو ہتڑ مار کر خدا اور رسول کی قسمیں کھا کر کہہ رہا تھا کہ آپ خود چل کر دکاندار سے پوچھ لیں ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے۔ صاحب! آپ مجھے اپنی طرح نہ سمجھیں کہ بیگم صاحبہ آپ کو خریداری کے لئے پانچ سو روپے دیتی ہیں آپ تین سو روپے الگ رکھ کر دو سو کی چیز خرید لاتے ہیں میں ایسا نہیں کرتا"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں ایک تو حکومت نے ان بے چاروں کو جیتے جی مار دیا ہے اوپر سے آپ لوگ بھی ان کو ادھیڑ رہے ہیں"

"لیکن یہ ساری مہنگائی بھی تو پچھلی حکومتوں کی وجہ سے ہے"

"یہ آپ سے کس مسخرے نے کہہ دیا؟"

"نام تو مجھے یاد نہیں ایک اخباری بیان پڑھا تھا"

"اخباری بیانات کی بھلی پوچھی۔ آج آپ کے وزیر اطلاعات و نشریات بڑی دور

Marfat.com

کی کوڑی لائے ہیں حالانکہ موصوف کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ان کی ناک کے نیچے کیا ہو رہا ہے۔ ان کے ماتحت پی ٹی وی کے کس کس ڈائریکٹر نے کیوں استعفیٰ دیا ہے۔ پتہ ہے کھرل نے کیا نیا شگوفہ چھوڑا ہے"

"کیا فرمایا ہے ہمارے کھرل صاحب نے۔ ضرور کوئی اچھی بات کی ہو گی۔ بی بی کے خاص آدمی ہیں۔"

"فرماتے ہیں کہ لندن سرے والی جاگیر میاں نواز شریف اور چودھری شجاعت ہی کی کمپنی نے خریدی ہے"

"تو کیا انہوں نے خرید کر بی بی اور زرداری کو سالگرہ کے تحفے کے طور پر دے دی ہے۔ ہمارے آصف علی زرداری بھائی ٹھیک ہی کہتے تھے کہ کیا میں تمہیں اتنا بے وقوف لگتا ہوں جو جاگیر اپنے نام سے خریدوں گا"

"یہ بات تو آصف علی زرداری کی سو فیصد درست ہے کہ وہ بے وقوف نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑوں کو بے وقوف بنانا جانتے ہیں"

"اچھا چھوڑیں اس بات کو یہ بتائیں میں اس بار بی بی بے نظیر بھٹو کو کیا تحفہ دوں"

"کیوں کیا افتاد آن پڑی"

"ارے بابا ان کی سالگرہ ہے"

"اچھا"

(ایک طویل خاموشی)

"آپ بولتے کیوں نہیں؟"

"میں وزیراعظم کو سالگرہ پر دعائیں دے رہا تھا"

"یہ کیسی دعائیں ہے جسے دوسرا سن ہی نہ سکے"

"کیوں وزیر خزانہ مخدوم شہاب الدین بولے تھے جب انہوں نے قوم کو اتنی بہت سی دعائیں دی تھیں۔ بس یہی کہا تھا نا کہ ان صفحات کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے"

Marfat.com

"ایک تو آپ کا حافظہ اتنا تیز ہے کہ ہر انہونی بات آپ کو یاد رہتی ہے اچھا بتایئے ناکہ کیا تحفہ دوں جوان کے شایان شان ہو"

"ان کو بہت جلد ان کے شایان شان تحفے ملنے والے ہیں"

"مجھے معلوم ہے پورے ملک سے مبارک بادیاں آئیں گی آخر وہ ملک کی ہر دلعزیز وزیراعظم ہیں"

"یہ آپ سے کس نے کہا؟"

"انہوں نے خود فرمایا ہے"

"انہوں نے تو اور بھی بہت کچھ فرمایا ہے کہ وہ اس بجٹ کے ذریعے غربت ختم کر دیں گی"

"میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتی بس یہ بتا دیں کہ میں انہیں سالگرہ پر کیا تحفہ دوں جو عوام کی نمائندگی بھی کرے"

"آپ اللہ کا نام لے کر وزیراعظم کو مٹی کے تیل کا چولا اور آٹے کا خالی کنستر بھیج دیں"

۲۱ جون ۱۹۹۶ء

Marfat.com

”آٹے کا خالی کنستر اور لوہا“

ان کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں لیکن وہ بصارت سے محروم ہوتے ہیں۔ ان کے کان ہوتے ہیں جدید ترین فیشنوں کے کوکوں' بندوں اور بالیوں سے مزین بھی ہوتے ہیں لیکن قوت سماعت سے عاجز۔ ان کے کاسۂ سر میں مغز نام کی کوئی شے نہیں ہوتی۔ انہیں زیادہ سے زیادہ محتاط لفظوں میں زندہ لاشیں کہہ سکتے ہیں۔ متحرک جنازوں کا نام دے سکتے ہیں۔ اس طرح کے تحفے ہر جگہ ہوتے ہیں عام طور پر ان کا پتہ بھی کم کم چلتا ہے لیکن جب کبھی ملک میں کوئی احتجاجی تحریک چلے۔ حکومت مخالف کوئی مظاہرہ ہو' مہنگائی اور ٹیکسوں کے اژدھے سے ڈسے ہوئے لوگ ہڑتال کریں تو اس دن نامرادوں کا یہ قبیلہ اپنے آپ کو لاکھ چھپانا چاہے چھپا نہیں سکتا۔ ان کے مقدر میں جو رسوائی ہوتی ہے وہ اس دن سرراہ ان کے لباس اور چہروں پر لکھی جاتی ہے۔

گزشتہ روز بڑھتی ہوئی مہنگائی اور آئی ایم ایف کے قلم اور امریکی سیاہی سے لکھے ہوئے اعداد و شمار جسے بے نظیر حکومت نے اپنا بے نظیر بجٹ بتایا' جسے وزیر مملکت مخدوم شہاب الدین نے ہنس ہنس کر سنایا۔ اس قوم خور بجٹ کے خلاف اپوزیشن نے ہڑتال کی اپیل کی تھی۔ جس پر پوری قوم نے لبیک کہا اور پورے ملک میں ہڑتال ہوئی۔ گویا لوگوں نے مکمل ہڑتال کر کے اپنے غم و غصہ کا اظہار کر دیا اور اس عوامی ریفرنڈم میں بے نظیر حکومت کو اس کے دیئے ہوئے بجٹ سمیت مسترد کر دیا۔ حالانکہ اس ہڑتال کو رکوانے کے لئے حکومتی مشینری اور پارٹی نے اپنا پورا زور لگایا وہ تمام

Marfat.com

ہتھکنڈے استعمال کئے جو ایسے موقعوں پر کئے جاتے ہیں۔ وزیر داخلہ کی دھمکیاں' حکومت کی بے پرکیاں' پیپلزپارٹی کے وزیروں مشیروں اور معصوم کارکنوں کی طرف سے تحریص' لالچ اور دباؤ کے تمام حربے ناکام ہوئے سب سے زیادہ قابل رحم حالت پاکستان ٹیلی ویژن کی رہی۔ ٹیلی ویژن ان تمام پروردہ ستائش گروں کو ڈھونڈ کر لایا انہیں میک اپ سے چمکایا اور قوم کے سامنے پیش کیا۔ ان تمام بدروحوں نے اس بجٹ کو بے نظیر حکومت کا تحفہ قرار دیا اور اپنے آپ کو قوم کہہ کر ہونے والی ہڑتال سے بالکل لاتعلقی کا اظہار کیا۔ اپنے اپنے محنتانے کے چیک وصول کئے اور ٹیلی ویژن کی گاڑیوں میں اپنے اپنے گھروں کو اس اطمینان کے ساتھ روانہ ہو گئے کہ اب ہڑتال نہیں ہو گی۔ وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے بھی خبرنامہ دیکھنے کے بعد تسبیح کے کچھ ورد اور کئے ہوں گے اور میاں صاحب والے ماڈل ٹاؤن لاہور کی طرف منہ کر کے کچھ پھونکیں ماری ہوں گی "تاکہ دشمن زیر ہو جائے اور دلی مراد پوری ہو۔ اس وقت میرا پکا یقین ہے کہ وزیراعظم کی دلی خواہش صرف اور صرف یہی ہو گی کہ کل کی ہڑتال ناکام ہو جائے۔ مجھے وزیراعظم بے نظیر بھٹو سے دلی ہمدردی ہے کہ ان کے دل کی گہرائیوں میں پرورش پانے والی یہ تمنا جو دعا بن کر ان کے لبوں سے نکلی جس دعا کی کامیابی کے لئے انہوں نے کسی پیر کے بتائے ہوئے مجرب نسخے پر بھی عمل کیا اور زمین پر بیٹھ کر صحافیوں سے باتیں کرتے ہوئے اپوزیشن اور قوم کو صلواتیں سنائیں۔ لیکن نہ تو تسبیح پر کئے جانے والے وردوں نے' نہ زمین پر بیٹھ کر کی جانے والی پریس کانفرنس نے' نہ ٹیلی ویژن کے بے مغز بیانوں نے عوام کے غم و غصہ میں کوئی کمی کی اور نہ ہی اپوزیشن نے کسی قسم کی کوئی کمزوری دکھائی۔ ہڑتال ہوئی اور خوب ہوئی۔ اس کامیاب آغاز پر پوری قوم مبارک باد کی مستحق ہے۔

میں لاہور میں رہتا ہوں سوچا سنی سنائی باتوں پر کیا جانا خود صورتحال کا گھوم پھر کر جائزہ لیا جائے پھر جو سچ ہو وہ لکھ دیا جائے' سو

"قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید"

Marfat.com

24 جون کے "نوائے وقت" میں اوپر تلے دو خبریں ہیں۔ ایک وفاقی وزیر قانون اور انصاف این ڈی خان کا بیان ہے کہ پورے ملک میں کہیں ہڑتال نہیں ہوئی۔ موصوف نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ ہر جگہ کاروبار معمول سے بڑھ کر ہوا۔ اب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہ کون سا کاروبار تھا جو معمول سے بڑھ کر ہوا کیونکہ بازار اور مارکیٹیں تو ساری بند تھیں تو یہ کاروبار ہوا تو کون سا اور کیوں؟ اس خبر کے نیچے پنجاب کے وزیراعلیٰ کا اعتراف درج ہے کہ لاہور میں 70 اور باقی جگہ 20 فیصد ہڑتال ہوئی۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے لاہور میں ستر فیصد کا اعتراف اس لئے کر لیا کہ وہ خود لاہور میں رہتے ہیں۔ لاہوریئے ہیں بھی بڑے زندہ دل۔ کسی نے بھی "سرمہ تیز بصارت" لے کر پہنچ جانا تھا کہ بابا جی اپنی آنکھوں کا علاج کراؤ۔ بابا نکئی مرکز سے دور ہیں اس لئے ان کے حساب میں تھوڑی سی غلطی ہو گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حسابی غلطی شعوری نہ ہو وہ کوئی چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ تو ہیں نہیں کہ حساب میں غلطی نہ کرتے انہیں تو ابھی تک اتنا حساب بھی نہیں آتا کہ اگر ایک شخص ایک لگژری کار درآمد کرتا ہے اور اس پر ڈیوٹی نہیں دیتا تو قومی خزانے کو کتنے لاکھ کا نقصان ہوتا ہے تو ایسے معصوم ذہن کے حساب میں ستر فیصد کو سو فیصد ہی سمجھا جائے۔ قانون اور انصاف کی سرکاری کرسی پر براجمان این ڈی خان تو اپنی وزیراعظم کو پیرنی کا درجہ دیتے ہیں۔ مرید کا کام پیر کو مشورے دینا نہیں ہوتا بلکہ پیر صاحب کے اشاروں کو سمجھنا ہوتا ہے۔ اچھے مرید ہمیشہ دست بستہ خاموشی کے ساتھ حلقہ ارادت میں سالہا سال اس آس پر بیٹھے رہتے ہیں کہ شاید پیر صاحب کے وصال کے بعد خرقہ و خلافت اس کے ہاتھ میں آ جائے۔ لیکن اکثر پیر بھی اپنے مریدوں کے حالات پر نظر رکھتے ہیں اور اگر خدمت میں کوئی کمی آ جائے تو بددعا کے لئے ہاتھ بھی اٹھا دیتے ہیں اور مرید پاؤں سے لپٹ کر اتنے دردناک انداز میں آہ وزاری کرتا ہے کہ اٹھے ہوئے ہاتھ گر جاتے ہیں۔ این ڈی خان تو ان خوش نصیب مریدوں میں سے ہیں کہ خود وفاقی وزیر ہیں۔ ان کی پہلی بیوی' حکومت سندھ میں مشیر ہیں۔ ان کی دوسری بیوی ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں اور ان کے صاحبزادے بھی ایک

Marfat.com

بہت ہی اعلیٰ عہدے پر فائز ہو چکے ہیں۔ اب ایسے مرید کو تو پیر کی نظر کے مطابق ہی دیکھنا پڑتا ہے۔

وزیراعظم کو سوچنا چاہئے اگر ان کے وزیر اتنے ہی بے خبر ہیں اور اس طرح سے مصدقہ حقیقتوں کو نظر انداز کر کے انہیں کابینہ کے اجلاس میں الٹی سیدھی تجاویز دے کر اپنے لئے مزید نرم گوشوں کی تلاش میں رہتے ہیں تو اس کا نتیجہ سب کو معلوم ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے ہڑتال کی ہے۔ آپ کی ہڑتال نہ کرنے کی اپیل کو رد کر دیا ہے اور نواز شریف کی آواز پر لبیک کہا ہے۔ اس لئے کہ آپ کے مہربان بجٹ نے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور یہ پہلا پتھر ہے۔

اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ این ڈی خان کی بات سنیں یا مخلوق خدا کے اٹھے ہوئے خالی ہاتھ دیکھیں اور ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اگر آٹے کا کنستر بہت دنوں تک خالی رہے تو لوہا خالی ہاتھوں میں آ جاتا ہے اور لوہے کی سختی کی تصدیق تو قرآن مجید بھی کرتا ہے۔

۲۶ جون ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"یہ پانچ بلاول کس کے تھے"

" یہ کونسی تصویر ہے جس نے آپ کو یوں پتھرا کر رکھ دیا ہے' کسی آئے گئے کی خبر ہی نہیں ؟"

" آپ بھی دیکھ لیں یہ کسی ہندوستانی فوج کے سپاہی کی تصویر نہیں جو کسی نہتے کشمیری کو نشانہ بنا رہا ہو یہ پاکستان پولیس کے جوانوں کی تصویر ہے اور ان کا نشانہ ڈاکوؤں کا کوئی گروہ نہیں بلکہ بجٹ کے سلسلے میں حکومت کے خلاف احتجاج کرنے والا جماعت اسلامی کا جلوس ہے اور یہ علاقہ راولپنڈی اسلام آباد ہے' جہاں سے چند قدم کے فاصلے پر وزیراعظم اور صدر مملکت اپنے محل نما مکانات میں رہتے ہیں' اور یہ بھی یاد رہے کہ اس جلوس کی قیادت جماعت اسلامی کے امیر سینٹر قاضی حسین احمد کر رہے ہیں"

" لیکن اس تصویر سے یہ تو کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے گولی بھی چلائی ہے' ممکن ہے وہ صرف ڈرا دھمکا رہے ہوں"

" آپ کے منہ میں ابھی وزیراعظم کی غائبانہ سال گرہ کے کیک کا ذائقہ مچل رہا ہے جو آپ سے اس قسم کی بات کہلوا رہا ہے"

" توبہ توبہ' آپ تو بارود کا ڈھیر بنے بیٹھے ہیں"

" صرف میں ہی نہیں حکومت کے احمقانہ اقدامات نے پورے ملک کو بارود کا ڈھیر بنا دیا ہے غضب خدا کا غریب کے منہ سے روٹی اور تن کا کپڑا تک چھین لیا اور اگر وہ

Marfat.com

ہمت کر کے اس ظلم کے خلاف احتجاج کرنے سڑک پر آگیا تو بندوق کی نال سے نکلے ہوئے پگھلتے سیسے سے اس کا سینہ چھلنی کر دیا"

"میں آپ کو ایک مشورہ دوں؟

"جی فرمایئے میں ہمہ تن گوش ہوں"

" آپ یہ "نوائے وقت" قسم کے اخبارات مت پڑھا کریں یہ بات کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں' آپ ہماری پارٹی کا ترجمان اخبار پڑھا کریں"

"کیوں رات کو ٹیلی ویژن پر بے مثال بے نظیر خبرنامہ دیکھنے کو کیا کم ہے' جو صبح اٹھ کر پھر عذاب کی سلائیاں اپنی آنکھوں میں پھیر لیا کروں۔ میری بات کا جولب آپ نے نہیں دیا یہ کیسے ثابت ہو کہ گولی پولیس نے چلائی"

"تو کیا قاضی حسین احمد نے خود اپنے پانچ بچوں کو گولیاں ماری ہیں؟"

"پانچ نہیں چار ہلاک ہوئے ہیں"

"چار تو موقع پر شہید ہوئے ایک نے ہسپتال میں جا کر دم توڑ دیا"

"چلئے پانچ ہی سہی کیا فرق پڑتا ہے۔ مرنے والے مر گئے ہم آپس میں کیوں لڑیں

"موہل صاحب کا بھی یہی خیال ہے مرنے والے بیس ہوں یا چالیس قانون سے کوئی بالاتر نہیں"

" ان لوگوں کو فرق نہیں پڑتا جو پاکستان میں صرف مال بنانے کے لئے رہتے ہیں' جن کے بچے غیر ملکوں میں پڑھتے ہیں' جن کی جاگیریں برطانیہ میں اور بنک بیلنس سوئٹزر لینڈ میں ہوتا ہے ان لوگوں کے چہروں کی یہ گلابی رنگینی ان کروڑوں بھوکے پاکستانیوں کے چہروں کو پیلاہٹیں دے کر حاصل کی گئی ہیں' دونوں میں یہی فرق ہے ایک غائبانہ سالگرہ مناتے ہیں اور دوسرے گولیوں کا نشانہ بننے والوں کو غائبانہ نماز جنازہ پڑھ کر گھروں کو لوٹتے ہیں"

" آپ جماعت اسلامی میں کب سے شامل ہو گئے ہیں جو اتنے جذباتی انداز میں ان کی وکالت کر رہے ہیں"؟

Marfat.com

"یہ جو میر مرتضٰی بھٹو نے کہا ہے کہ جب کسی کی موت آتی ہے تو اس کا دماغ پھر جاتا ہے' حکومت نے جماعت اسلامی کے کارکنوں پر تشدد کر کے ان کے جمہوری حق پر ڈاکہ ڈالا ہے اور یہ جو شریف برادران کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں اور انہوں نے قاضی حسین احمد کے شانہ بشانہ جدوجہد کرنے کا اعلان کیا ہے اور یہ جو سیاست کے پانچ مشکوک بابے' اقتدار کی زلف گرہ گیر سے آزادی کے نعرے لگا رہے ہیں کیا یہ سب جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے ہیں یہ جو پورے کا پورا قومی پریس ماتم کدہ بنا ہوا ہے' ذرا تصور کیجئے جس حکومت کے اعضا اور جوارح پروفیسر این ڈی خان اور نصیر اللہ بابر قسم کے بزرگ ہوں تو اس حکومت کی کارکردگی میں کیا شک اور کیا حسن ظن باقی رہ جاتا ہے آج ایک خوش الحان پرندے نے اپنی چہکار سے قومی اسمبلی میں سرکاری ارکان کو دونوں ہاتھوں سے اپنے سامنے رکھے ہوئے ڈسکوں پر تین تال بجانے کا موقع فراہم کر دیا"

"کیا بجٹ پاس ہونے کی خوشی میں استاد نصرت فتح علی خان کو وہاں بلوایا گیا تھا"

"اسے بلوا لیتے تو غنیمت تھا' بھارتی ثقافت کی شان میں میٹھی بات کرتا۔"

"تو پھر کسے بلوایا گیا"؟

"باہر سے کسی کو نہیں بلوایا گیا' ان کا اپنا ہی ایک وزیر تھا' اکبر لاسی خیر سے وزیر محنت ہیں انہوں نے بڑی محنت سے یہ بیان دیا کہ جماعت اسلامی دہشت گرد ہے اس پر پابندی لگا دی جائے اکبر لاسی کے اس بیان پر حکومتی ارکان نے ایسے ڈیسک بجائے کہ معروف طلبہ نواز استاد شوکت حسین اگر زندہ ہوتے تو ضرور داد دیتے"

"ویسے ایک بات تو ہے جب یہ جماعت والے ایک خاص ردھم میں نعرے لگاتے ہیں اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہیں تو ایک خاص طرح کی ہیبت ضرور دلوں پر طاری ہو جاتی ہے"

"اس ہیبت سے بچنے کے لئے گولی چلانا تو ضروری نہیں تھا"

"پولیس بے چاری کے پاس گولی چلانے کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا"

Marfat.com

اب میرے پاس بھی یہ کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ جب گولی چل رہی تھی تو کہاں تھیں وہ وزیراعظم جو کبھی بہت جذباتی انداز میں کہا کرتی ہیں کہ میں بھی ایک ماں ہوں' بلاول اور بختاور کی ماں' میں اسی ماں سے پوچھ رہا ہوں کہ یہ پانچ بلاول کس کے تھے اور پاکستان کے اسلامی تشخص اور غریب خور بجٹ کے خلاف حقِ احتجاج کے سوا کیا مانگ رہے تھے؟

کس کے حکم سے ایوان اقتدار کو جانے والے راستوں پر ان کے لہو سے وہ تحریر لکھی گئی .... جس کو پڑھنے کے لئے پورا ملک جاگ اٹھا۔

۲۷ جون ۱۹۹۶ء

Marfat.com

اخبار خور بجٹ

" ہیلو! ہیلو!!!"

" جی خیریت تو ہے"

" خیریت کہاں آج وہ اللہ مارا ہمارا ہاکر ابھی تک اخبار لے کر نہیں آیا۔ میرے میاں صبح سے بولائے پھر رہے ہیں۔ ہزار بار کہہ چکی ہوں کہ اخبار پڑھنے کا ایسا بھی کیا نشہ! اگر ایک دن صبح صبح اخبار نہ ملے تو ایسی کون سی قیامت آجائے گی۔ لیکن نہیں صاحب اس گھر میں تو میری بات کوئی سنتا ہی نہیں"

" آج کل کوئی بھی کسی کی بات نہیں سنتا پھر بھی فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"

" آپ نے اگر اخبار پڑھ لئے ہوں تو اپنے ڈرائیور کے ہاتھ بھجوا دیجئے میں کل سے اپنا ہاکر ہی بدل لوں گی"

" مجھے افسوس ہے میں آپ کو آج کے اخبار نہیں بھیج سکتا"

" دیکھئے میرے میاں بہت غصے میں ہیں صبح سے ہاکروں کو کئی بار برا بھلا کہہ چکے ہیں پلیز اخبار بھجوا دیں"

" آج اخبار چھپے ہی نہیں تو آپ کو کہاں سے بھجوا دوں؟"

" کیوں نہیں چھپے"

" ہڑتال ہے اخباری اداروں کی"

Marfat.com

"کوئی مر گیا ہے کیا"

"ہاں یہی سمجھ لیں"

"پھر بھی بتائیں تو سہی تاکہ میں اپنے میاں کو بتا سکوں"

"اپنے میاں کو بتا دیجئے کہ حکومت کا ضمیر مر گیا ہے جس کی وجہ سے اخباری ناشران کو احتجاج کے طور پر ہڑتال کرنی پڑی آج 2 جولائی کو پاکستان میں کوئی اخبار شائع نہیں ہوا۔ اگر آپ چاہیں تو "سنڈے ایکسپریس" کی کاپی بھیج دیتا ہوں۔ سرے والی جاگیر کی خبر مزے لے کر پڑھ لیں"

"مذاق چھوڑیں مجھے سنجیدگی کے ساتھ ہڑتال کی وجہ بتائیں یہ تو بہت بڑی خبر ہے دنیا ہمارے بارے میں کیا کہے گی؟"

"دنیا کیا کہے گی اس کی اگر آپ لوگوں کو فکر ہوتی تو آپ کی حکومت حالات کو اس نہج پر نہ لاتی کہ اخباروں کو ہڑتال پر جانا پڑتا"

"کونسی توپ چلا دی حکومت نے؟"

"وہی امریکہ کی بنی توپ جس میں آئی ایم ایف کا بارود استعمال ہوا ہے"

"میں سمجھی نہیں"

"ارے بابا اس آدم خور بجٹ نے انسانوں کے ساتھ ساتھ اخباروں کو بھی اڑانا بلکہ کھانا شروع کر دیا ہے۔ اسے آپ آدم کے ساتھ ساتھ اخبار خور بجٹ کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ لوگ صبح صبح ناشتے کے ساتھ ساتھ اخبار بھی پڑھتے تھے اس لئے ان پر بھی ناقابل برداشت بوجھ ڈال دیا گیا ہے"

"ایک بات کی سمجھ نہیں آئی کہ اس بجٹ سے کوئی بھی خوش نہیں تو حکومت نے ایسا بجٹ پیش ہی کیوں کیا"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ کوئی بھی خوش نہیں سب سے زیادہ تو آپ کی وزیراعظم اور ان کی کابینہ خوش ہے اس خوشی میں مہنگے ہوٹلوں میں دعوتیں دی جا رہی ہیں' تفریحی پروگراموں سے دل بہلائے جا رہے ہیں اور تو اور اس کھانے پینے کے

Marfat.com

پروگرام میں وہ مشکوک بابے بھی شامل ہو گئے ہیں جنہوں نے اس اخبار خور بجٹ کی مخالفت کی تھی"

" ارے ان مشکوک بابوں کی بھلی پوچھی آپ نے کل میرے میاں نے ان کے کردار کو دیکھ کر ایک شعر بنایا تھا میں نے لکھا ہوا ہے' سناؤں آپ کو

دیکھو سوچ سمجھ لو پہلے پھر نہ بیٹھے اشک بہانا
ہم آزاد منش انساں ہیں ہم کیا جانیں پیار نبھانا

ویسے میں تو شروع سے ہی ان کی مخالف رہی ہوں' ہمارے ایک رشتہ دار کی جگہ ایک بابے کے بیٹے کو وزیر بنا دیا گیا تھا"

" خدا کسی کا بڑھاپا رسوا نہ کرے"

" میں آپ کو ایک ترکیب بتاؤں آپ کی اخباری صنعت پر جتنا ٹیکس لگا ہے آپ قیمت بڑھا کر اس کی کسر پوری کر لیں"

" نہیں یہ عوام دشمن رویہ ہو گا' اخبار کی قیمت اتنی زیادہ ہو جائے گی کہ لوگ قیمتی تحفہ سمجھ کر سالگرہ یا جہیز میں دیا کریں گے اور دیکھنے والے انگلیاں دانتوں میں داب کر حسرت سے کہا کریں گے کہ فلاں صاحب نے اپنی بیٹی کے جہیز میں اخباروں کا پورا سیٹ دیا ہے"

" اچھا مذاق چھوڑیں کتنا ٹیکس لگا دیا؟"

" اخبار کاغذ پر چھپتا ہے نا تو نیوز پرنٹ پر اخبار والے پہلے ہی 12 فیصد سے زیادہ ٹیکس ادا کر رہے ہیں اب اسکو دوگنا کر دیا گیا ہے اور کسی سفید سر والے نے اپنا منہ یوں بھی کالا کیا ہے کہ اخبارات اور رسالوں کی فروخت پر 5 فیصد جنرل سیلز ٹیکس بھی لاگو کر دیا ہے جس کی مثال شاید کسی اور مہذب ملک میں نہیں ملتی"

" تو اس سلسلے میں کسی سے بات کی ہوتی' خالد احمد کھرل وزیر اطلاعات و نشریات ہیں ان کے بیان بھی اخبار والے بہت بلکہ روزانہ صفحہ اول پر چھاپتے ہیں انہیں بیچ میں ڈالا ہوتا"

Marfat.com

" سنا ہے ان سے بات ہوئی تھی اور انہوں نے اخباری صنعت کی مشکلات کو سمجھ کر انہیں درست بھی مانا تھا"

" پھر"

" پھر کیا' وہ سی بی آر کے چیئرمین صاحب کو لے آئے کہ سمجھاؤ ان ناشران کو کہ جنرل سیلز ٹیکس کیا ہوتا ہے؟ ان کی کوشش کے باوجود مالکان کچھ سمجھ نہ پائے۔ سنا ہے سی بی آر والے نے کہا کہ اس کا فیصلہ بہت اوپر سے ہوا ہے اور سیاسی قسم کا ہے"

" تو آپ اوپر والوں سے بات کریں"

" کیوں اوپر والوں سے۔ اوپر والے خود ہی بات کریں آخر یہ حکومت کس مرض کی دوا ہے"

" میں آپ کو ایک بات بتاتی ہوں' بڑے گر کی بات آئی ہے ذہن میں' پر پہلے وعدہ کریں کہ میرا نام نہیں آئے گا بیچ میں' آپ تو جانتے ہیں کہ میرے میاں وزارت خارجہ میں ہیں

اب آپ ہڑتال کرنے کی بجائے بے نظیر بھٹو سمیت ساری حکومتی خبروں اور بیانوں کا بائیکاٹ کر دیں' دو دن میں مہاراج کتھک کی طرح ناچتے ہوئے آپ کے قدموں میں آن گریں گے۔ میرے میاں کہہ رہے تھے کہ اس حکومت کا تو دارومدار ہی بیانوں پر ہے آپ بیان چھاپنے کا آکسیجن ماسک ہٹالیں یہ دم توڑ جائیں گے"

" اخبار والوں نے ابھی ایک دن کی ہڑتال کی ہے' یہ تو پہلا پتہ ہے اگر حکومت نے ہوش کے ناخن نہ لئے تو پھر بہت کچھ ہو گا۔ ویسے آپ کی تجویز بھی بری نہیں"

" ہیلو! ہیلو! صاحب میں آپریٹر بول رہا ہوں' ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ ہیں' آپ چاہے میرا بیان چھاپ دیں کہ اخباری صنعت پر عائد کئے ہوئے ٹیکس واپس لئے جائیں ورنہ حکمرانوں کے ٹیلی فون ڈیڈ کر دیئے جائیں گے اور --- اور ... ہیلو! ہیلو!

۴ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"چار وزیراعظم..... دو لاشیں"

بنگلہ دیش میں عوامی لیگ کی سربراہ شیخ حسینہ واجد وزیراعظم کے عہدے کا حلف اٹھا چکی ہیں۔ پاکستان میں بینظیر بھٹو وزیراعظم ہیں۔ کب تک رہیں گی اس بارے میں حالات اور واقعات کی ترتیب بہت جلد اپنا فیصلہ سنا دے گی۔ آج سے پچیس چھبیس برس پیچھے لوٹ چلیں تو ان دونوں خواتین کا سیاسی میدان میں کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ابھی مشرقی پاکستان بنگلہ دیش نہیں بنا تھا دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ابھی دو لخت نہیں ہوئی تھی۔ مشرقی پاکستان' بنگلہ دیش کیسے بنا' ایک دن کی کہانی نہیں ہمیں کس کس کی غفلت نے کہاں کہاں اور کیسے کیسے زخم لگائے یہ ایک اندوہناک داستان ہے۔ آخری مراحل میں تین کردار سامنے آئے جنکے ہاتھوں میں ملک و قوم کی تقدیر کا بنیادی فیصلہ آگیا۔

وہ قیامتیں جو گزر گئیں
تھیں امانتیں کئی سال کی

مشرقی پاکستان سے شیخ مجیب الرحمٰن مغربی پاکستان میں جناب ذوالفقار علی بھٹو اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل یحییٰ خان۔ مجیب اور بھٹو دونوں اپنے وقت کے مقبول ترین لیڈر تھے۔ ایک نے مشرقی پاکستان میں دوسرے نے مغربی پاکستان میں لوگوں کو محرومیوں کا ایک خاص رنگ دے کر اپنا دیوانہ بنا رکھا تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن مقبولیت میں بھٹو صاحب سے بہت آگے تھے اور جمہوری روایات میں شاید ہی آج تک کسی

Marfat.com

نے اتنے ووٹ حاصل کئے ہوں جتنے شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے حاصل کئے۔ الیکشن جیتنے کے بعد بھٹو صاحب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہلی بار شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کے لئے ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ حالات نارمل نہیں ہیں۔ سیاسی جوڑ توڑ عروج پر ہیں۔ کوئی چیز بھی واضح نہیں' کیا ہو گا؟ اس سوال کی حیرتیں درد مندوں کی آنکھوں سے جھانک رہی ہیں۔ منظر دھندلایا ہوا ہے اور اس دھند کو مزید گہرا کرنے کے لئے انسانی خون کی ارزانیاں منتظر کھڑی ہیں۔ سیاسی لیڈروں کی زبانوں پر شہد ہے اور آستینوں میں صیقل شدہ خنجر پنہاں ہیں۔

جب ہم ڈھاکہ ہوائی اڈے پر اترے تو بہت سے مشکوک چہرے نظر آئے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے عوامی لیگ کا کوئی قابل ذکر لیڈر ہوائی اڈے پر موجود نہیں تھا۔ ہم سب نے اپنے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر بھٹو صاحب کے گرد ایک حفاظتی حلقہ سا بنا لیا تھا کیونکہ یہ بھی خدشہ تھا کہ کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت تھی۔ ہم نے اپنے بازوؤں کے حلقے میں بھٹو صاحب کو گھیر رکھا تھا اور ہجوم نے ہمیں گھیرے میں لے رکھا تھا۔ بہت سے لوگ بار بار آکر ہم سے ٹکرا رہے تھے۔ اس کھینچا تانی میں جب ہم ہوائی اڈے کی عمارت سے باہر آئے اور گاڑیوں میں بیٹھے تو پتہ چلا کہ ہم سب کی جیبیں کٹ چکی ہیں۔ میں اپنی کل پونجی دو سو روپے جو میں نے میر علی احمد تالپور سے ادھار لئے تھے گنوا چکا تھا اور ساتھ ہی پی آئی اے کا ٹکٹ بھی۔ سبھی لیڈروں کی جیبیں خالی ہو چکی تھیں۔ مشرقی پاکستان میں بھٹو اور اس کے ساتھیوں کا یہ پہلا استقبال تھا۔ اسی شام کچھ اخبار نویس ہمیں ملنے کے لئے ہوٹل میں آئے۔ مشرقی پاکستان میں اداکار کی حیثیت سے بھی میری اچھی خاصی شہرت تھی۔ لوگ مجھے چہرے سے پہچانتے تھے۔ میں نے اخبار نویسوں سے کہا کہ جنہوں نے ہماری جیبیں کاٹی ہیں وہ چور نہیں ضرورت مند تھے۔ رقم وہ چاہے رکھ لیں لیکن ہمارے واپسی کے ہوائی ٹکٹ واپس کر دیں اس سے ہماری پریشانی کچھ کم ہو سکتی ہے۔ دوسرے دن شام کے وقت جب میں ہوٹل پہنچا تو ایک بند لفافہ میرے لئے کاؤنٹر پر

Marfat.com

رکھا ہوا تھا۔ کھولا تو اس میں میرا ٹکٹ تھا۔

"محبت' کرم' شکریہ' مہربانی"

پتہ چلا کہ مشرقی پاکستان کے جیب کترے بھی اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں' سینے میں دل بھی رکھتے ہیں۔

شاید اسی شام شیخ مجیب الرحمٰن' بھٹو صاحب سے ملنے آئے۔ ان کے ساتھ بہت سے ورکر بھی تھے۔ جنہوں نے کچھ دیر کے بعد نعرے بازی شروع کر دی۔ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ اپنے ورکروں سے ایک خاص طرح سے نعرے بازی کروانا بھی ایک سیاسی چال تھی اور اس کا مطلب بھٹو صاحب پر دباؤ بڑھانا بھی ہو سکتا تھا۔ بھٹو صاحب نے مجھے اور معراج محمد خان کو پیغام بھجوایا کہ کسی طرح ہوٹل کے باہر ہونے والی نعرہ بازی کو بند کرواؤ۔ میں اور معراج ہوٹل کے دروازے پر گئے۔ ہمیں دیکھتے ہی ان کے نعروں میں شدت آ گئی میں پہلے بتا چکا ہوں کہ بطور اداکار وہاں میرا تھوڑا بہت تعارف تھا میں نے انہیں لوگوں سے میگا فون لے کر اپنی تقریر کا آغاز کیا۔ میں نے شیخ مجیب الرحمٰن کی تعریف کی کہ انہوں نے الیکشن میں ریکارڈ کامیابی حاصل کی ہے جس پر میں آپ کو اور شیخ مجیب الرحمٰن کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہجوم نے تالیاں بجا کر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور خاموشی سے تقریر سننے لگا۔ پھر میں نے بھٹو صاحب کی تعریف کی کہ وہ بھی مغربی پاکستان میں سب سے زیادہ ووٹ لیکر کامیاب ہوئے ہیں۔ وہ بھی شیخ مجیب الرحمٰن کی طرح عوام کے ہیرو ہیں۔ اس وقت دونوں ہیرو اوپر کمرے میں بیٹھے بات کر رہے ہیں اور تمہیں دعا کرنی چاہئے کہ ان کی بات چیت کامیاب ہو اور ہمارا ملک خوشحالی کی راہ پر چل نکلے اور مارشل لا ختم ہو۔ میری تقریر کے بعد معراج محمد خان نے زور دار تقرر کی اور آخر میں معراج محمد خان نے لوگوں سے پوچھا کہ تم دو پاکستان چاہتے ہو یا ایک پاکستان' مجمع نے ایک آواز ہو کر جواب دیا ایکٹا پاکستان (ایک پاکستان) اس کے بعد ہم نے شیخ مجیب الرحمٰن زندہ باد اور بھٹو زندہ باد کے نعرے لگوائے اور پھر وہ سب خاموشی سے ادھر ادھر گھومنے پھرنے

Marfat.com

لگے۔

دوسرے دن دونوں پارٹیوں کے وفد ایک بہت بڑے سٹیمر پر ملے جو دریائے بوڑھی گنگا کے سینے کو چیرتا ہوا جا رہا تھا۔ ہم لوگ اپنی اپنی سطح پر ایک دوسرے سے گھل مل کر باتیں کر رہے تھے۔ عوامی لیگ کے بہت سے ساتھیوں کا خیال تھا کہ بھٹو صاحب' یحییٰ خان کے ساتھ مل کر شیخ مجیب کے ساتھ گیم کھیل رہے ہیں اور فوجی طاقت سے شیخ مجیب اور عوامی لیگ کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا۔ دونوں طرف کے لوگ بہت کھل کر اپنے اپنے خدشات کا اظہار کر رہے تھے۔ ہمارا سٹیمر دریائے بوڑھی گنگا پر بہے جا رہا تھا جب ہم کم و بیش ایک گھنٹے کا سفر طے کر چکے تو اچانک ایک چھوٹی کشتی جو انجن کے ساتھ چل رہی تھی' ہمارے سٹیمر کے ساتھ آ گئی۔ سٹیمر رک گیا جناب ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمن اپنے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر اس چھوٹی کشتی میں چلے گئے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ ہم سب اپنے سٹیمر سے اپنے اپنے لیڈر کو دور سے دیکھ تو سکتے تھے سن نہیں سکتے تھے۔ دونوں لیڈر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ان کی باتیں ان کی تجویزیں' ان کے فیصلے خدا کے سوا تیسرا کوئی نہیں جانتا۔

میرا خیال ہے کہ ایک پاکستان اس وقت بوڑھی گنگا میں ڈوب رہا تھا.... اور ہم دور سٹیمر پر بیٹھے خوش فہمیوں کی بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ پھر تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد وہ چھوٹی کشتی دوبارہ ہمارے سٹیمر کے پاس آ گئی۔ دونوں لیڈر بڑے خوش باش کشتی سے اتر کر سٹیمر پر آ گئے۔ دونوں اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مشغول ہو گئے دونوں لیڈروں نے اپنے اپنے ساتھیوں سے آ کر جو کہا' کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کشتی والی "ون ٹو ون" ملاقات سے کتنا مختلف تھا۔ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ سیاست دھات کے جسم اور پتھر سے تراشے ہوئے دل کا کھیل ہے اقتدار کے لئے سیاست دان بیسوا کے بستر کی چادر کی طرح ہر آن اپنا موقف بدلنے کو عار نہیں سمجھتا۔ اسے ہر قیمت پر اقتدار عزیز ہوتا ہے چاہے اس کشمش میں ملک پارہ پارہ ہو جائے۔

Marfat.com

دوسری صبح ہم لوگ واپس آ گئے۔ لیکن لیڈروں کے کہنے کے باوجود سمجھنے والے سمجھ رہے تھے کو فیصلہ ہو چکا۔

ادھر تم ، ادھر ہم

یہی وجہ ہے کہ جب دوسرا وفد جناب محمود علی قصوری مرحوم کی سربراہی میں مشرقی پاکستان بھیجے جانے کا فیصلہ ہوا تو معراج محمد خان اور میں نے وہاں جانے سے صاف انکار کر دیا۔

اور جس رات جناب ذوالفقار علی بھٹو مشرقی پاکستان سے واپس آئے اور انہوں نے کراچی کے ہوائی اڈے پر یہ کہا کہ خدا نے پاکستان بچا لیا تو معراج محمد خان اور میں نے اپنے پھیپڑوں کا پورا زور لگا کر یہ کہا کہ نہیں پاکستان محفوظ نہیں رہا کیونکہ آپ ملٹری ایکشن کو سپورٹ کر آئے ہیں۔

پھر جو ہوا وہ ساری دنیا نے دیکھا۔ اندرا گاندھی کے الفاظ آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں کہ ہم نے دو قومی نظریئے کو سمندر میں ڈبو دیا۔ شیخ مجیب الرحمن نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کا نام دے کر اقتدار پر قبضہ کر لیا اور بھٹو صاحب نے مغربی پاکستان کو نئے پاکستان کا نام دیا اور قائداعظم کے پاکستان کی بجائے نئے پاکستان کا اقتدار سنبھال لیا۔ داستان کے تیسرے کند ذہن اور ہمہ وقت مدہوش رہنے والے کردار جنرل یحیٰ خان کو بھٹو صاحب نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ یہاں تک کہ فرشتہ اجل نے اپنے پر پھیلا دیئے اور تیسرا کردار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ ساری کہانی صرف دو سینوں میں محفوظ رہ گئی۔

بنگلہ دیش میں جہاں ایک وقت میں شیخ مجیب الرحمٰن کی پوجا ہوتی تھی۔ اسی ڈھاکہ میں دھان منڈی والے گھر میں فوج نے مجیب خاندان کو ختم کر دیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کی خون آلودہ لاش کو تخت سے تختے پر لٹا دیا گیا۔ دریائے بوڑھی گنگا کا پانی اسی طرح بہتا رہا۔ ادھر نئے پاکستان میں بھٹو صاحب سیاہ سفید کے مالک بنے رہے۔ جمہوریت کے دعوے دار ہونے کے باوجود ان کا ذہن جمہوری نہیں تھا۔ انہوں نے صوبہ سرحد اور

Marfat.com

اور بلوچستان کی اس وقت کی حکومتیں غیر جمہوری طریقوں سے ختم کروائیں۔ ان کے اپنے بہت سے ساتھی اقتدار کے منہ زور گھوڑے کی زد میں آکر زخمی ہوئے۔ جب قریبی دوستوں اور ساتھیوں کا یہ حال تھا تو سیاسی مخالفین کے ساتھ کیا بیتی اس سلسلے میں ملک قاسم' میاں طفیل اور دلائی کیمپ والے آج بھی یاد آتے ہیں۔ پھر داستان کا یہ آخری کردار بھی اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا۔ نئے پاکستان کے سب سے بڑے لیڈر کو ایک متنازع عدالتی فیصلے پر فوج نے ایک رات کی درمیانی گھڑیوں میں اسے جلاد تارا مسیح کے سپرد کر دیا اور وہ دار کی خشک ٹہنی پر وارا گیا۔ آخری کردار بھی خاموش ہوگیا۔ مورخین کے اندازے اور حمودالرحمان کمیشن کی رپوٹیں کیا ہوئیں کسی کو کچھ معلوم نہیں اور اب شیخ مجیب الرحمن کی بیٹی حسینہ واجد اپنے باپ کے بنائے ہوئے بنگلہ دیش کی وزیراعظم ہیں اور جناب ذولفقار علی بھٹو کے نئے پاکستان پر ان کی بیٹی قابض ہے۔ دونوں کے پاس اپنے اپنے مرحوم باپ کی سیاسی لاش سیاسی وراثت کی صورت میں موجود ہے۔ لیکن حقیقی سیاست زندہ حقیقتوں سے عبارت ہوتی ہے اور دونوں برسراقتدار خواتین کو یہ حقیقت ہمیشہ سامنے رکھنی چاہئے کہ ہندوستان دونوں کا ازلی دشمن ہے۔ بنگلہ دیش کا بھی پاکستان کا بھی اور شاید ہر دو صاحبزادیوں کا بھی!

۶ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"قلندر ہرچہ گوید' دیدہ گوید"

چار جولائی دوپہر ڈھائی بجے کے قریب میں ماڈل ٹاؤن میں میاں نواز شریف کی اقامت گاہ پہنچتا ہوں۔ گھر کے باہر میلے کا سماں ہے۔ پرویز رشید ہمیشہ کی طرح اپنے ہونٹوں پر دلنواز مسکراہٹ سجائے میرے استقبال کے لئے آگے بڑھتا ہے۔

"آیئے میرے ساتھ"

"آ تو گیا ہوں"

"لیکن آپ کا کام یہاں نہیں کہیں اور ہے"

"اچھا یہ بتا دو سفر کس وقت شروع کرنا ہے"

"سفر تو شروع ہو چکا"

"میرا مطلب ہے واپسی کب تک ہو گی تاکہ میں گھر فون کر دوں"

"جب تک اسلام آباد والی نہیں جاتی آپ کی واپسی مشکل ہے"

اتنے میں ہم ایک کمرے میں داخل ہوتے ہیں وہاں میرے کالم نگار بھائی نذیر ناجی بیٹھے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کر گلے ملتے ہیں اور یہ مصرع بے اختیار زباں پر پھسلتا ہے۔

"آ ملے ہیں سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک"

میری نظروں کے سامنے وہ تمام منظر ایک ایک کر کے پھر رہے ہیں جب پیپلز پارٹی کے ابتدائی دور میں ہم لوگ ایک ساتھ خاک اڑاتے اور دھومیں مچاتے تھے۔

Marfat.com

تھوڑی دیر بعد وہاں خورشید محمود قصوری بھی آ گئے وہ قصور کی کامیاب ہڑتال پر بہت خوش تھے۔ اتنے میں اعجاز الحق بھی وہاں آگئے۔ میں ان کو زندگی میں دوسری مرتبہ دیکھ رہا ہوں۔ پہلی بار شاید بحرین یا کویت میں انہیں دیکھا تھا۔ جہاں میں ایک ثقافتی شو کر رہا تھا۔ اور آج ہم ایک سیاسی شو میں اکٹھے ہوئے۔ دروازے سے ایک خوبصورت جواں عزم بوڑھا اپنے چاندی جیسے بالوں کے ساتھ اندر داخل ہو رہا تھا ان کے ساتھ ایک باوقار خاتون بھی ہیں۔ یہ جوانوں جیسے عزم والا بوڑھا مفکر اے این پی کا صدر اجمل خٹک ہے۔ اور یہ پٹھان قد اور نقوش والی خاتون اے این پی پنجاب کی نائب صدر نیلم شاہ ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میاں نواز شریف آ جاتے ہیں۔ سرخ و سفید چہرے پر مخصوص مسکراہٹ۔ وہ سب کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ پرویز رشید قدیم اردو شاعری کے محبوب کی طرح پردہ ہٹا کر مجھے اشارے کر رہے ہیں۔ میں قریب پہنچتا ہوں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک سجارو گاڑی میں بٹھا دیتے ہیں۔ یہ میاں صاحب کی گاڑی ہے اس میں آپ' نذیر ناجی اور اجمل خٹک صاحب ان کے ہمراہ جائیں گے۔ پرویز رشید کی انتظامی صلاحیتیں پہلے سے بہت زیادہ نکھر چکی ہیں۔ میرے ساتھ نذیر ناجی اور جناب اجمل خٹک پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکے ہیں۔ اس وقت تک گھر کے اندر کم و بیش چار پانچ سو عشاق کا مجمع لگ چکا ہے۔

میاں نواز شریف گاڑی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کارکن پرجوش نعروں اور دعاؤں سے اپنے قائد کو سفر پر روانہ کر رہے ہیں۔ گھر کے بیرونی دروازے تک بہت سے پہلوان نما بوڑھے بھی ساتھ ہیں۔ میاں نواز شریف ان میں سے اکثر کے نام لے کر ان کا حال احوال پوچھ رہے ہیں اور ان سے ہلکا پھلکا مذاق بھی کرتے ہیں۔ ان کے جوابی فقرے اور چہروں کے تاثرات دعاؤں میں ڈھل رہے ہیں۔ انسان' انسان سے مل رہے ہیں۔ سیاست کسی کونے میں تنہا کھڑی مسکرا رہی ہے۔

کچھ نہیں مانگتے ہم لوگ بجز اذن کلام
ہم تو انسان کا بے ساختہ پن مانگتے ہیں

Marfat.com

ان لوگوں کو دیکھ کر مجھے بے اختیار احمد ندیم قاسمی یاد آ جاتے ہیں' گاڑی دروازے سے باہر نکلی تو دیکھا کہ کاروں اور بسوں کی ایک لمبی قطار مسلم لیگ کے سبز جھنڈے تھامے اپنے قائد کے ساتھ جانے کے لئے تیار تھی۔

اپوزیشن لیڈر میاں محمد نواز شریف کے ساتھ یہ میرا پہلا سفر ہے۔میری آنکھ کھلی ہے میں میاں صاحب کی ایک ایک ادا اور ایک ایک بات کو غور سے دیکھ سن رہا ہوں۔ اور میرے لاشعور میں کہیں برس ہابرس پرانی فلم بھی چل رہی ہے۔ میں اسی طرح کئی بار بھٹو صاحب کے ساتھ بھی روانہ ہوتا تھا۔ اسی طرح پیپلز پارٹی کا قافلہ چلتا تھا۔ لوگ اسی طرح بھٹو صاحب کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے دور تک ان کی گاڑی کے ساتھ دوڑتے تھے۔

ہم لاہور سے باہر نکل آئے ہیں۔ جگہ جگہ لوگوں کا ہجوم ہے۔ ان کے نعروں میں خلوص اور شدت ہے۔ لوگ ہر جگہ میاں صاحب کو روکنا چاہتے ہیں۔ ان سے ہاتھ ملانا چاہتے ہیں۔ ان کی باتیں سننا چاہتے ہیں۔ نوجوانوں نے موٹر سائیکلوں پر سبز پرچم باندھے ہوئے ہیں۔ اور وہ گاڑی کے آگے پیچھے خطرناک انداز سے موٹر سائیکل چلا رہے ہیں۔ ہر ایک کے دل میں یہ خواہش ہے کہ میاں اسے دیکھ لیں۔

شعلہ سامان کھلونوں سے بہل جاتا ہے
ہائے انسان کھلونوں سے بہل جاتا ہے

نوجوان دو انگلیوں سے وکٹری کا نشان بناتے ہیں اور میاں نواز شریف زیرلب انشاء اللہ کہتے ہیں۔

میاں نواز شریف کی گاڑی راستے میں کتنی دفعہ پروگرام کے تحت رکی۔ کتنی دفعہ زور زبردستی سے رکوائی گئی۔ کتنی دفعہ انہیں بغیر مائیکرو فون کے سینکڑوں دیہاتیوں اور مل مزدوروں کے سامنے کچھ نہ کچھ کہنا پڑا۔ میں نے اس کا شمار نہیں کیا۔ ہاں میری آنکھوں میں منظر جم کر رہ گئے ہیں جو میاں نواز شریف کو اپنے درمیان پا کر ان مزدوروں اور کسانوں کے اجڑے ہوئے چہروں سے ایک امید کے ساتھ جھانک رہے تھے۔

Marfat.com

ایک جگہ مل مزدوروں نے زبردستی گاڑی رکوائی۔ ایک ڈاڑھی والا شخص آگے بڑھتا ہے۔ "میاں صاحب کا شیشہ ذرا سا نیچا کر کے وہ ہار پہنانے کی کوشش کرتا ہے ۔ وہ شخص بضد ہے کہ وہ ہار اپنے ہاتھ سے ان کے گلے میں ڈالے گا۔ میاں صاحب گاڑی کا شیشہ پورا کھول دیتے ہیں سینکڑوں لوگ ان کی طرف بڑھتے ہیں وہ شخص اپنے مضبوط ہاتھ اندر بڑھا کر میاں صاحب کے گلے میں ہار ڈالتا ہے اور میاں کے چہرے کو اپنی طرف کر کے ماتھے کو چوم لیتا ہے۔ اور اس کے بعد دیوانہ وار نعرہ لگاتا ہے۔ "ساڈا میاں آوے ای آوے"

ہجوم کی ضد پر میاں صاحب گاڑی سے اترتے ہیں۔ مزدوروں سے مکالمہ شروع ہوتا ہے۔

" میاں خدا کا واسطہ ہے اس سے ہماری جان چھڑا دو میاں صاحب ایک مزدور سے پوچھتے ہیں۔"

" تمہاری تنخواہ کتنی ہے"

" اٹھارہ سو"

"گزارہ ہو جاتا ہے"

" بس کچھ نہ پوچھو اب تو اس کی بھی امید نہیں فیکٹری بند ہو رہی ہے۔ ہمارے بچے کیا کھائیں گے۔ میاں صاحب تینوں ساڈیاں عمراں لگ جان بس اک واری ایدے توں ساڈی جان چھڑا دے فیر ایسہ ووٹ منگن آئے گی تو ہم خود اس سے نپٹ لیں گے"

"نواز شریف مزدوروں سے باتیں کر کے واپس گاڑی میں آتے ہیں۔ غصے سے ان کا چہرہ سرخ ہوا ہے۔ وہ ہماری طرف منہ کر کے کہتے ہیں "اس کو پتہ ہی نہیں کہ اس کے اس قسم کے اقدامات سے صنعتی شعبے کو کتنا نقصان پہنچ رہا ہے۔ فیکٹریاں بند ہو رہی ہیں۔ خدا کی اس مخلوق کی قسمت میں بھوک سے مرنا تو نہیں لکھا اجمل خٹک صاحب۔ اس خاتون کو جانا ہو گا" اجمل خٹک کی تجربہ شناس آنکھوں میں چمک آ جاتی

Marfat.com

ہے اور وہ کہتے ہیں کہ "ان لوگوں پر خوشیوں کے دروازے کھولنے کے لئے اے این پی اور مسلم لیگ کا اتحاد بہت ضروری ہے اور ہم آپ کے ساتھ ہیں اور قوم کا والہانہ پیار میں آپ کے ساتھ دیکھ رہا ہوں آپ ان کی آخری امید بن گئے ہیں۔"

پھر اجمل خٹک مجھ سے پوچھتے ہیں ابھی فیصل آباد کتنی دور ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ ابھی کم بیش 45 میل دور ہے۔ نذیر ناجی اپنا محتاط اندازہ بتاتے ہیں کہ لوگوں کے ہجوم جس طرح ہر پانچ دس منٹ کے بعد گاڑی روک رہے ہیں اس طرح سے ہم رات بارہ بجے سے پہلے شاید ہی جلسہ گاہ میں پہنچ سکیں۔

نہیں معلوم یہ کون سی فیکٹری ہے۔ میاں نواز شریف گاڑی کو اندر لے جانے کو کہتے ہیں۔ فیکٹری کے دربانوں کے ہاتھ پیر پھول جاتے ہیں۔ ڈیوٹی پر موجود عملہ میاں نواز شریف کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ دور سے موذن ہر اٹھے ہوئے سر کو یاد دلاتا ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

اور ہم اس فیکٹری کی مسجد میں نماز مغرب ادا کرتے ہیں۔ میں میاں نواز شریف کے شانہ بشانہ کھڑا ہوں نماز ختم ہوتی ہے تو میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں رب کریم۔ لوگوں نے اس لیڈر کو پیار دیا ہے۔ اعتبار کیا ہے۔ اسے سیدھے راستے پر رکھنا۔ اس کی اور اس کی اچھی سوچوں کی حفاظت کرنا۔ اور مجھے اس وقت تک ساتھ نبھانے کی ہمت دینا جب تک یہ ملک اور قوم کے لئے سوچتا رہے۔

نماز کے بعد قافلہ پھر روانہ ہوا۔ میں نے پہلی بار پیچھے کی طرف نظر دوڑائی تو سینکڑوں کاریں اور بسیں قافلے میں شامل ہو چکی تھیں اور ہم فیصل آباد کی عوامی اسمبلی میں شرکت کے لئے پھر روانہ ہو گئے۔

۷ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

حصہ دوم

"نماز مغرب کے بعد جب ہم روانہ ہوئے تو ہوا میں ہلکی سی خنکی آ چکی تھی اور بجلی کی گرج چمک کے ساتھ ہلکی سی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔ گاڑی روانہ ہوئی تو ٹیلی فون بج اٹھا۔ میاں نواز شریف خود ٹیلی فون اٹھاتے ہیں۔ پتہ چلا کہ فیصل آباد میں برسات کا بادل ٹوٹ کر برس رہا ہے اور جلسہ گاہ کے نشیبی علاقوں میں پانی بھر گیا ہے۔ میاں صاحب مسکراتے ہوئے ٹیلی فون پر اطلاع دینے والے کو تسلی دیتے ہیں کہ بارش خدا کی رحمت ہے آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ ہمارے پہنچنے تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جلسہ ہر صورت میں ہو گا"

گاڑی ابھی چند کلومیٹر ہی آگے گئی ہو گی کہ پھر وہی مشق دہرائی جانے لگی ہے۔ جگہ جگہ لوگوں نے گاڑی کو روکنا شروع کر دیا ہے۔ ایک جگہ ایک گول مٹول چہرے والا آدمی سینکڑوں لوگوں کے ساتھ گاڑی کے سامنے آن کھڑا ہوا ہے وہ بار بار میاں صاحب کو چھری دکھا کر دونوں ہاتھ باندھ کر نیچے اترنے کی درخواست بھی کر رہا ہے میں فکر مند ہو کر نذیر ناجی صاحب کو اطلاع دیتا ہوں کہ اس بندے کے ہاتھ میں چھری ہے۔ ناچی صاحب قہقہہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں اس کے پاس دو بکرے بھی ہیں اور وہ میاں صاحب کا صدقہ اتارنا چاہتا ہے۔ لوگ بہت جمع ہو گئے ہیں میاں گاڑی کی چھت کھلوا کر لوگوں سے خطاب کرتے ہیں پھر وہ اس چھری کو اللہ کا نام لے کر ہاتھ لگاتے ہیں اور گاڑی سے تھوڑے فاصلے پر صدقے کے بکرے ذبح کئے جاتے ہیں۔ فیصل آباد

Marfat.com

ابھی بہت دور ہے اور راستوں پر رات اتر آئی ہے۔ بہت سی جگہوں پر دیہاتی لالٹینیں لئے کھڑے تھے۔

میاں نواز شریف' اجمل خٹک صاحب کے تجربوں سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کئی مسائل پر ان کی رائے لی۔ اب ہلکی ہلکی بارش باقاعدہ شروع ہو چکی ہے اور بادل گرج گرج کر اور بجلی چمک چمک کر سب کا جی ڈرا رہے ہیں۔ فون بار بار بج رہا ہے۔ میاں صاحب جواب دے رہے ہیں کبھی ہنس کر بتاتے ہیں کہ ہم تو ابھی فیصل آباد سے اتنی دور ہیں۔ میں تحریر میں تکرار کا عادی نہیں ہوں لیکن کیا کروں کہانی آگے بڑھ ہی نہیں رہی۔ وہی میاں نواز شریف وہی ہم ان کی گاڑی میں بیٹھے تین نفوس' وہی ہجوم عاشقاں وہی تقریروں کی یکسانیت وہی عشاق کی نعرے بازی۔ ایک جگہ قافلہ رکتا ہے تو اس علاقے کا ممبر اسمبلی برجیس طاہر ہماری گاڑی میں آ جاتے ہیں۔ وہ اگلی منزل تک کے ساتھی ہیں۔ جہاں میاں صاحب کا باقاعدہ استقبال کیا جائے گا۔

برجیس طاہر بتاتے ہیں کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں سورج ڈوبنے کے بعد کوئی شخص بغیر کسی اشد ضرورت کے کم ہی باہر نکلتا ہے کیونکہ اس علاقے میں چوری' ڈکیتی اور قتل روزمرہ میں شامل ہیں لیکن بارش میں اس اندھیرے میں لوگوں کا یوں پکی سڑک پر آ کر آپ کے استقبال کے لئے گھنٹوں کھڑے رہنا میری سمجھ سے باہر ہے۔ یہ اللہ کا خاص کرم ہے اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت ہے۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد' خدائے بخشندہ

میاں نواز شریف' برجیس طاہر سے کہتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے علاقے میں رہا کریں' ممبر اگر ان کے درمیان ہو تو لوگوں کو حوصلہ سا رہتا ہے۔ کھڑیانوالہ کے قریب جہاں سے اہالیان فیصل آباد نے میاں صاحب کا باقاعدہ استقبال کرنا ہے وہاں زبردست آتش بازی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ پٹاخوں کے دھماکوں سے کبھی کبھی دل لرز جاتا ہے۔ یہاں ایک جگہ برجیس طاہر میاں نواز شریف کو گاڑی سے اتر کر ایک سجے

Marfat.com

سجائے ٹرک پر جانے کے لئے کہتے ہیں۔ میاں صاحب' اجمل خٹک صاحب کو بھی ساتھ جانے کے لئے کہتے ہیں لیکن اجمل خٹک تھکاوٹ کی وجہ سے معذرت کر لیتے ہیں۔ اب ہم تینوں میاں نواز شریف کی گاڑی میں ہیں اور میاں صاحب استقبالیہ ٹرک پر ہیں۔ وہاں انہیں خطاب بھی کرنا پڑا۔ وہاں ان کے ساتھ اعجاز الحق اور شیخ رشید بھی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہاں کس نے کیا کہا۔

سینکڑوں کاریں' بسیں' موٹر سائیکل اور سائیکل رواں دواں ہیں بارش تھم چکی ہے اور رات کے ساڑھے دس بج چکے ہیں اورجلسے کا وقت شام سات بجے کا تھا۔ لوگ اس وقت سے منتظر تھے۔ قافلہ بہت آہستہ چل رہا ہے کئی جگہ چھوٹی گاڑیاں پانی کی زیادتی کی وجہ سے بند ہو گئیں تو ہجوم نے ان کو چارپائی کی طرح اٹھا کر ایک طرف کر دیا۔ قافلہ چلتا رہا میں رات کے گیارہ بجے کے قریب جلسہ گاہ میں پہنچتا ہوں۔ بلندی پر بنائے گئے اسٹیج پر قائدین کو پہنچانے کے لئے عارضی لفٹ لگائی گئی تھی۔ ہم سٹیج کے پچھلی طرف ہیں۔ گاڑی سے اترے ہیں تو چند پٹھانوں نے جو یقیناً اے این پی کے کارکن ہوں گے اجمل خٹک صاحب سے کہا کہ وہ ان کی بات سن کر جائیں۔ اجمل خٹک رک جاتے ہیں۔ چند کارکن اپنے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں لے کر مجھے لفٹ تک لے آئے ہیں۔ میں اجمل خٹک صاحب کا انتظار کرنا چاہتا ہوں لیکن کارکنوں نے مجھے لفٹ پر سوار کرا دیا ہے۔

سٹیج پر کون کون بیٹھا ہے کون تقریر کر رہا ہے میرے علم میں کچھ نہیں ہے۔ میں چند لمحے ٹہر کر اپنے اوسان بحال کرتا ہوں اور پھر اللہ کا نام لے کر سٹیج پر ہجوم کے سامنے آ جاتا ہوں۔ ہجوم نے جس انداز سے میرا استقبال کیا وہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ اگر اس عوامی اسمبلی کے دوٹوں سے ممبر منتخب ہونا شرط ہوتی تو میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہو چکا تھا۔ میں نے سٹیج پر نظر دوڑائی تو قومی عمائدین بہت بڑی تعداد میں سٹیج پر براجمان تھے سب سے پہلے چوہدری شجاعت حسین مجھے گلے لگاتے ہیں۔ ان کے ساتھ خورشید محمود قصوری' مہناز رفیع اور بہت سے قابل احترام لوگ بیٹھے ہیں۔ میں

Marfat.com

ہجوم کی طرف ہاتھ ہلا کر تالیاں بجا کر ان کی محبتوں کا جواب دیتا ہوں۔ اس وقت قومی اسمبلی کے ممبر جناب حمزہ تقریر کر رہے تھے۔ میری آمد کی وجہ سے ان کی تقریر کا تسلسل ٹوٹا۔ جس کا مجھے افسوس ہوا لیکن یہ سب کچھ لاعلمی میں ہوا۔ جناب حمزہ اپنی تقریر ختم کرتے ہیں تو ہجوم میرے نام کا نعرہ لگا دیتا ہے۔ سٹیج سیکرٹری کی دعوت پر میں ڈائس پر آتا ہوں۔

"دیکھتی آنکھوں سنتے کانوں آپ کو طارق عزیز کو سلام پہنچے۔"

یہ سنتے ہی ہجوم خوشی سے ناچ اٹھتا ہے۔ میں انہیں اس برستی بارش میں' اس خراب موسم میں' اس عوامی اسمبلی میں' اتنی بڑی تعداد میں شرکت پر مبارکباد دیتا ہوں اور لوگوں کو بتاتا ہوں کہ راستے بھر میں ان کے محبوب لیڈر کا کتنا زبردست استقبال ہوا دس بارہ منٹ گفتگو کر کے میں اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا ہوں۔ سیدہ عابدہ حسین جو پہلے ہی سٹیج پر موجود تھیں انہیں تقریر کے لئے بلایا جاتا ہے۔ بیگم عابدہ حسین نپے تلے انداز میں حالات حاضرہ پر بات کرتی ہیں۔ سٹیج پر بیٹھنے والوں کی ایک مصیبت یہ تھی کہ ان تک آواز صاف نہیں آ رہی تھی اس لئے بہت سے مقررین کی بہت سی باتیں ہم تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ بیگم عابدہ حسین اپنی تقریر ختم کرتی ہیں تو لوگ تالیاں بجا کر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں اب سٹیج پر ذرا افراتفری زیادہ ہو گئی ہے۔ لوگ زیادہ ہیں اور نشستیں کم ہیں اور پھر ہر ایک کی یہ کوشش کہ وہ مرکزی قائدین کے آس پاس بیٹھے۔

اب اعجاز الحق سٹیج پر آتے ہیں۔ لوگ انہیں دیکھتے ہی وہ مخصوص نعرے لگاتے ہیں جو ان کی ذات سے وابستہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ مرد مومن مرد حق ضیاء الحق ضیاء الحق' اعجاز الحق لوگوں کی محبت کا شکریہ ادا کر کے اپنی نشست پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ہجوم نے دیوانہ وار تالیاں بجائیں میں نے گردن گھما کر دیکھا تو یہ بے باک روح شیخ رشید تھے۔ اجمل خٹک آئے تو ان کے احترام میں لوگوں نے کھڑے ہو کر اپنی محبتیں ان پر نچھاور کیں۔

Marfat.com

پھر آتش بازی چلی ان سے پھوٹنے والی ست رنگی روشنی میں دور دور تک گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہوئے لوگوں کے چہروں پر بھی خوشیاں بکھر گئیں۔

گھٹا دیکھ کر خوش ہوئیں لڑکیاں
چھتوں پر کھلے پھول برسات کے

دل دہلا دینے والے بارودی پٹاخے بھی چھوڑے گئے۔ یہ میاں نواز شریف کی آمد تھی۔

جلسہ گاہ دیر تک مختلف نعروں سے گونجتی رہی۔ اب لوگ چوکس ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ فیصل آباد کے ایم این اے شیر علی اپنے قائد کی خدمت میں فیصل آباد کے لوگوں کی طرف سے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہیں۔ اس وقت رات کے ساڑھے بارہ کا عمل ہے۔

"مجھے ایک دفعہ پھر تقریر کے لئے کہا جاتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ مسلم لیگ والوں کے ساتھ یہ میرا پہلا واسطہ ہے میں یہ بھی نہیں جانتا کہ کس مزاج کی باتیں کرنی چاہئیں۔ پھر میں اپنے طور پر فیصلہ کر کے بجٹ اور بے نظیر کو اپنا موضوع بنا لیتا ہوں۔ ہجوم مکمل خاموشی سے بات سنتا ہے۔

مجھے اندازہ ہو گیا کہ بجٹ اور بے نظیر عوام میں کتنی "مقبول" ہیں۔ میرے بعد اعجاز الحق تقریر کے لئے آتے ہیں۔ وہ بجٹ تالیوں میں بے نظیر حکومت کی برطرفی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ عدلیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور وہ بجٹ کو قاتل بجٹ کہتے ہیں۔ جناب اجمل خٹک حالات کا تجزیہ پیش کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ تمام اپوزیشن جماعتوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مل کر گرتی ہوئی دیوار کو آخری دھکا دے کر ہمیشہ کے لئے زمین بوس کر دیں۔

شیخ رشید نے مائیک سنبھالا تو ہجوم میں ذرا کھسر پھسر شروع ہو گئی۔ شیخ رشید نے استعاروں میں بات شروع کی۔ انہوں نے بار بار اپنی بلو کے گھر کو یاد کیا۔ مجمع شیخ رشید کے اس انداز سے کھلکھلا اٹھا۔ پھر شیخ رشید نے براہ راست حکمرانوں کو للکارا۔ انہوں

Marfat.com

نے میاں نواز شریف کے لئے اپنی جان قربان کرنے کی بھی بات کی وہ جاگیرداروں پر بھی برستے ہیں اور ہجوم ان کی اداؤں پر نثار ہو رہا ہے۔ رات ڈھل چکی ہے۔

میاں نواز شریف عوامی اسمبلی سے خطاب کرنے کے لئے اپنی نشست سے اٹھتے ہیں ایک دفعہ پھر آتش بازی کا مظاہر کیا جاتا ہے ہجوم استقبالیہ تالیوں کے بعد ہمہ تن گوش ہے۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے اس بے نظیر بجٹ کے خلاف بغیر کسی تیاری کے ہڑتال کی اپیل کی تھی۔ ہم نے اس ہڑتال کو اپنے لئے امتحان بنا لیا تھا۔ اگر لوگ ملک گیر ہڑتال نہ کرتے تو ہم چپ ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے لیکن آپ نے ہڑتال کر کے اس بجٹ کو مسترد کر دیا ہے لیکن اس حکومت نے اسے واپس نہیں لیا بلکہ اسمبلی میں صرف 47 ممبروں نے اسے منظور کیا۔ اب ہم عوامی اسمبلیوں میں آئے ہیں بے نظیر عوام سے کہتی ہیں کہ قربانی دیں' عوام تو قربانی دیں اور یہ سرے میں محل خریدے۔ میاں نوازِ شریف نہایت دکھ سے کہتے ہیں کہ وہ ملک جہاں کی آدھی آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں اس ملک کی وزیراعظم پانچ کروڑ کا منرل واٹر فرانس سے منگواتی ہے۔ لوگ شیم شیم کے نعرے لگاتے ہیں۔ میاں نواز شریف ایک اور انکشاف کرتے ہیں کہ اس غریب ملک کی وزیراعظم نے آٹھ لاکھ روپے سے امریکہ میں اپنا ایک فوٹو بنوایا ہے اور یہ سب کچھ سرکاری خزانے سے ہوتا ہے۔ میاں نواز شریف لوگوں کو بتاتے ہیں کہ اگر اس خاتون کی حکومت چار دن اور رہی تو ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

لہٰذا اب میں آپ کے پاس آیا ہوں جو آپ کا فیصلہ وہ میرا فیصلہ لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا "میاں نواز شریف جو تیرا فیصلہ وہ ہمارا فیصلہ"

۱۴ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

ٹیلی ویژن ..... ذہنی اور مالی طور پر "کنگال"

"وہ تو کہتی تھیں کہ ہم نے ورلڈ کپ کرکٹ میں کروڑوں کمائے ہیں"

"تو اس میں شک کی گنجائش کیوں پیدا ہو رہی ہے"

"آج ایک قومی اخبار میں یہ خبر چھپی ہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن میں اتنا شدید مالی بحران پیدا ہو چکا ہے کہ باقاعدہ ملازمین کی بات تو چھوڑیں بے چارے فنکاروں کے چیک بھی کیش نہیں ہو پا رہے"

"اس خبر میں بھی سو فیصد سچائی ہے"

"آپ کے دماغ کو کوئی صدمہ تو نہیں جو آپ باؤلوں جیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اگر کروڑوں کمائے تھے تو پھر اتنا بڑا مالی بحران کیونکر پیدا ہو گیا کہ فنکاروں کے چیک بھی کیش نہیں ہو رہے"

"دیکھئے مباحثے کا ایک بنیادی اصول یہ ہوتا ہے کہ زیر بحث قرارداد کے لفظوں کو سامنے رکھا جاتا ہے آپ میری اس بات سے متفق ہیں"

"جی"

"تو محترمہ' رعنا شیخ نے یہی کہا تھا ناکہ ہم نے کروڑوں کمائے ہیں یہ تو نہیں کہا تھا کہ پاکستان ٹیلی ویژن نے کروڑوں کمائے ہیں"

"آپ کی دلیل میری سمجھ میں نہی آ سکی"

"یہ المیہ صرف آپ ہی کا نہیں آپ کی پارٹی کے کسی بندے کی سمجھ میں دلیل

Marfat.com

نہیں آتی' ہاں ہلاگلا ہو تو آپ کے ذہن بڑے زرخیز ہو جاتے ہیں وہ جو کلچرل شوز ہوئے تھے جس میں آپ بھی دو تین جگہ بڑی نمایاں تھیں۔ ان کلچرل شوز میں کروڑوں کمائے گئے اور اس ساری کمائی میں ٹیلی ویژن کو استعمال کیا گیا۔ ٹیلی ویژن کے کمرشل ٹائم کو نہایت سستے داموں پیشگی بیچ دیا گیا۔ گویا روپے کا مال آٹھ آنے دے دیا گیا اور تجارتی اداروں نے وہ وقت رواں مالی سال کے آخری دن تک استعمال کیا۔ اب کمرشل تو نظر آتی تھیں لیکن پیسہ نہیں تھا۔ تو ٹیلی ویژن کا یہ حال نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا"

" لیکن یہ مالی معلامات تو ایسے ہوتے ہی کہ اس میں اکاؤنٹس کا پورا شعبہ چھان پھٹک کے لئے ہوتا ہے"

" اس کی بھی سن لیجئے چونکہ ورلڈ کپ لاہور میں ہونا تھا اس لئے پہلا تضاد یہیں ابھرا۔ جب لاہور ٹیلی ویژن کے فنانس مینجر نے غیرقانونی اقدامات سے روکا اور کاغذات پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تو جناب دوہی دن میں اس کا تبادلہ کر دیا گیا اور ان کی جگہ ایسے آدمی کو لایا گیا جس سے مطلوبہ نتائج حاصل کئے جا سکیں۔ یہ تو تھا لاہور کا حال اور اسلام آباد میں جب فنانس ڈائریکٹر نے اپنے فرائض کی بجا آوری کرتے ہوئے ایم ڈی سے حساب کتاب مانگا تو پہلے تو ادا وناز سے رام کرنے کی کوشش کی گئی اور اچھا دو چار دن میں۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے ہو جائے گا۔ اب وہ فنانس کا بندہ اس طرح کے حیلوں بہانوں سے اور تپ گیا کیونکہ لاکھوں کروڑوں روپے کا معاملہ تھا"

ادا و ناز کو انداز دلبرانہ سمجھ
مگر جفا کو جفا ہی سمجھ وفا نہ سمجھ

" فنانس ڈائریکٹر اسلام آباد آخر کار استعفیٰ دے کر اس گندگی سے علیحدہ ہو گیا' میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس دن سے یہ ایم ڈی آئی ہے اس دن سے آج تک اس کے اقدامات کی اگر ہائی کورٹ کے کسی جج سے انکوائری کروائی جائے تو ایسے ایسے انکشافات ہوں کہ جناب خالد احمد خان کھرل بھی منہ چھپاتے پھریں کہ میری وزارت کے تحت ٹیلی ویژن میں ایسا بھی ہو رہا ہے"

Marfat.com

"ہائی کورٹ کا نام نہ لیں"

"کیوں؟"

"بس کہہ دیا نا"

"کیا کہہ دیا ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا نام آتے ہی آپ کی حکومت کا رنگ کیوں پیلا پڑ جاتا ہے"

"اچھا یہ بتائیں کہ اتنی کھلی دھاندلی کیسے ہو گئی' ٹیلی ویژن میں تو ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز بھی ہے"

"بورڈ آف ڈائریکٹرز سے تو اس کی پہلے دن سے ہی نہیں بنی تھی' وہ بے چارے پڑھے لکھے اپنی عمریں ٹیلی ویژن کو دیئے بیٹھے ہیں اس نے ان کے قدموں میں بیٹھ کر تھوڑا بہت ٹیلی ویژن سیکھا اس لئے اپنا احساس کمتری مٹانے کے لئے اس نے ان سب کو بہت تنگ کیا۔ اس میں اتنی اخلاقی جرات نہیں تھی کہ ان کی موجودگی میں الٹے سیدھے فیصلے کرتی"

"ایسے کون سے الٹے سیدھے فیصلے کئے اس نے"

"ارے بابا یہ جو ٹیلی ویژن کی مالی تباہی لگی ہے اس کی وجوہات بھی تو ہوں گی"

"کوئی نہ کوئی وجہ تو ہونی چاہئے"

"ٹیلی ویژن کے اپنے ڈرامہ پروڈیو سر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اور ڈرامے باہر سے خریدے جا رہے ہیں"

"تو اس میں برائی کیا ہے؟"

"برائی یہ ہے کہ مخصوص لوگوں کا ایک ٹولہ ہے جن کے مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں خود ہی دکاندار' خود ہی گاہک اور ہزاروں کا مال لاکھوں میں اٹھے تو اس منڈی کو کیا نام دیں گی آپ"

"آپ کا مطلب ہے کہ قبلہ عالم بھی پیتے ہیں"

"جی پچھلے دنوں عثمان پیرزادہ نے پریس کانفرنس کر کے کچھ باتیں بتائی تھیں

Marfat.com

شریف آدمی ہے کسی دباؤ میں آکر ذرا خاموش ہو گیا"

"تو آپ کا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ اب اس کی چھٹی ہونے والی ہے کیونکہ اس نے عریانی اور فحاشی تو پھیلائی ہی تھی' ٹیلی ویژن میں لوٹ سیل بھی لگا کر اسے یہاں تک پہنچا دیا کہ فنکاروں کے چیک بھی کیش نہیں ہو رہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹر کی میٹنگ بھی ہو رہی ہے اور وفاقی سیکرٹری حاجی محمد اکرم جو ٹیلی ویژن کے چیئرمین بھی ہیں' اس میٹنگ کی صدارت کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے ڈائریکٹرز کی بات اگر نہیں مانی جاتی تو انہیں مستعفٰی ہو جانا چاہئے اور اس میٹنگ میں اسی بات پر بھی غور ہونا چاہئے کہ ٹیلی ویژن کے ہزاروں گھنٹوں کے پروگراموں کا خرچ سات کروڑ ہوتا ہے تو صرف تیس گھنٹے کے کلچرل شوز پر چار کروڑ روپیہ کیسے خرچ ہو گیا؟"

۹ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

ملک میں کوئی بحران نہیں؟

" ملک کا سیاسی بحران اور اس کا حل" عنوان ہو تو ہال کا بھر جانا عجب نہیں اور سیمینار میں تقریباً تمام قابل ذکر سیاسی جماعتوں کے قائدین اپنے اپنے دادگروں کے ہجوم کے ساتھ موجود ہوں تو ہنگامہ ہائے ہو کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اس سلسلے میں مسلم لیگ کے چودھری شجاعت حسین سے ذرا سی چوک ہو گئی وہ اس اجتماع کو ایک خالص علمی اور فکری تقریب سمجھ کر آ گئے تھے ان کے ساتھ پیر بنیا مین تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر انہیں پتہ ہوتا کہ یہ مباحثہ نہیں بلکہ عوامی جلسہ ہے تو وہ بھی اپنے کارکنوں کو شرکت کے لئے کہتے۔ اس کے باوجود مسلم لیگ کے جو کارکن اپنے طور پہ آ گئے انہوں نے جوابی نعروں سے حق ادا کر دیا۔

جلسہ شروع ہوا تو میں بھی ہال میں چلا گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ مجھے چودھری شجاعت حسین کے ساتھ جگہ ملی چودھری شجاعت حسین مجھے مستقبل کے کچھ پروگرام بتا رہے تھے اور میں انشاء اللہ کہہ رہا تھا۔

برادرم حامد میر نے مجھ سے کہا کہ لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا ہے اس لئے آپ کو بھی کچھ نہ کچھ کہنا ہے۔ تلاوت کلام کے بعد برادرم منو بھائی نے مختصر طور پر سیمینار کی غرض و غایت بیان کی۔ ان کے بعد مجھے بلایا گیا۔ میں نے تمام جماعتوں کے کارکنوں سے اپیل کی کہ جس طرح آپ کے لیڈران کرام ایک جگہ بیٹھتے ہیں۔ اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کی شادی غمی میں شرکت کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ اپنے اپنے

Marfat.com

موقف پر قائم رہتے ہوئے صبر' سکون اور تہذیب سے آج لیڈران کرام کی باتیں سنیں کیونکہ یہ بحران لیڈروں کا پیدا کردہ ہے اس کا علاج بھی انہیں کو بتانا ہو گا۔

"تمہیں نے درد دیا ہے تمی دوا دینا"

میری یہ بات لیڈران کرام کو بری لگی۔ جس کا اظہار جناب ظفر اللہ جمالی نے میرے بعد تقریر کرتے ہوئے کیا۔ ان کی اس دلیل میں وزن تھا کہ ان سیاست دانوں کو اسمبلیوں میں بھی تو آپ لوگ ہی بھیجتے ہیں تو آپ اس بحران سے بری الذمہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اتفاق اور اتحاد پر زور دیا۔ ایم کیو ایم کے سینٹر اشتیاق اظہر نے کہا کہ بحران ہے اور شدید ہے اور اس کا مقابلہ مل جل کر کیا جا سکتا ہے۔ پنجاب اسمبلی کے سپیکر جناب محمد حنیف رامے اچھے مقرر ہیں۔ وہ اکثر عام زندگی میں بھی چھوٹے موٹے چٹکلے چھوڑتے رہتے ہیں۔ اور جب گردوپیش سے احتجاج ہوتا ہے تو دوشیزہ کی کہہ مکرنی بن جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت انہوں نے بڑی سلجھی ہوئی تقریر کی۔ وہ اسلام کی طرف بھی آئے ان کی آدھی بات سن کر مجمع بھڑک اٹھا۔ اور انہیں بات پوری کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ میرا خیال ہے کہ رامے صاحب کے بارے میں ہجوم کے دل میں پیشگی غصہ تھا۔ جس کا وہ شکار ہوئے۔

محمود خان اچکزئی۔ بلوچستان سے ہیں۔ پہلی بار لاہور کے کسی اجتماع میں شرکت کر رہے تھے۔ بلوچستان کے ایک محترم سیاسی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں لاہور والوں سے چند باتیں کرنے آیا ہوں شاید آپ کو بری لگیں۔ لاہور سے ان کی مراد پنجاب تھی۔ وہ قومیتوں کی سیاست کے فلسفے کے پرچارک ہیں اور انہوں نے پہلے تو ایک ماہر سیاست دان کی طرح اپنی خاندانی قربانیوں کا تذکرہ کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنے لئے نرم گوشہ پیدا کیا۔ پھر ایک ماہر وکیل کی طرح قومیتوں اور چھوٹے صوبوں کے حقوق کے سلسلے میں دلیلیں دیں۔ اہل لاہور نے محمود خان اچکزئی کو ان کے مخصوص لباس' ان کی شخصیت اور ان کی باتوں پر دل کھول کر داد دی۔ میرا خیال ہے کہ لاہور والے اب اپنے ہر سیاسی جلسے میں ان کی آمد کا انتظار کیا

Marfat.com

کریں گے۔ مسلم لیگ کے چودھری شجاعت حسین آئے تو ہجوم نے ان کا استقبال کیا۔ انہوں نے جب حکمران جماعت کی کارکردگی ترتیب سے گنوا کر پنجاب اسمبلی میں لوکل باڈیز کے بل پاس کرنے کا ذکر کیا اور محمد حنیف رامے کی طرف دیکھا۔ تو پیپلز پارٹی کے جیالوں نے ہال سر پر اٹھا لیا۔ پیپلز پارٹی کے پچانوے فیصد جیالوں نے اپنا منشور نہیں پڑھا ہوگا لہٰذا جب چودھری شجاعت حسین نے بڑی ذہانت سے بات آگے بڑھائی کہ اگر پیپلز پارٹی اپنے منشور پر عمل کرے تو مسلم لیگ اسے اپنا تعاون پیش کرے گی تو وہی احتجاجی شور تالیوں کی گونج میں تبدیل ہو گیا۔ جیالوں نے شور مچاتے ہوئے یہ سمجھا کہ بات کیا ہے اور نہ چودھری شجاعت کے لئے تالیاں بجانے سے پہلے سوچا کہ گجرات کا چودھری کیا کہہ گیا ہے۔

قاضی حسین احمد آئے تو ان کے کارکنوں نے اپنے مخصوص ردہم میں اپنے مخصوص نعرے لگا کر اپنے لیڈر کو خوش آمدید کہا قاضی حسین احمد نے اسلام کے بارے میں جناب حنیف رامے کے اٹھائے ہوئے بہت سے نکات سے اتفاق کیا کچھ تنقید بھی کی اور پاکستانی حکومتوں کی لوٹ مار کا بھی ذکر کیا۔ اور احتسابی اداروں کی ضرورت پر بھی زور دیا اور اس بحران کے حل کے لئے قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کا مشورہ دیا۔ قاضی حسین احمد کی تقریر مکمل خاموشی میں سنی گئی۔ شاید پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو جماعت اسلامی کے کارکنوں کی طاقت کا احساس تھا۔ حالانکہ کئی جگہ قاضی صاحب نے نعرہ بازی کی گنجائش پیدا کی تھی۔ سب سے زیادہ مزے کی تقریر پیپلزپارٹی کے بزرگ رہنما اور سیکرٹری جنرل شیخ محمد رفیق کی تھی۔ وہ جب سٹیج پر آئے تو پیپلزپارٹی والوں نے بھرپور تالیوں سے ان کا استقبال کیا۔ انہوں نے اٹھتے ہی نعرہ لگایا کہ "ملک میں کوئی بحران نہیں ہے"

پھاڑ کر پھینک دیا ہاتھ کا الجھاؤ گیا
ایک قصہ تھا گریبان کے سلجھانے کا

پیپلز پارٹی والوں نے بھی ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ یہ بات شیخ صاحب نے

Marfat.com

ہی کہی ہے۔ جب ان کو یقین آگیا تو حیرت سے ان کی آنکھیں پھیل گئیں پھر پارٹی لائن کے داداگروں نے شیخ صاحب کی تقریر کے دوران اتنی تالیاں بجائیں کہ باقی لوگ ان کی باقی تقریر پوری طرح سن نہ سکے۔ سب سے آخری مقرر نواب زادہ نصراللہ خان تھے کہ وہی اس مذاکرے کی صدارت بھی کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی باتوں کو بین الاقوامی طور پر بہت گھمایا پھرایا۔ ہجوم بار بار ان کو موضوع کی طرف آنے کی استدعا کر رہا تھا۔ لیکن آپ تو جانتے ہیں کہ وہ بابوں کے آزاد گروپ کے سرخیل ہیں۔ اس لئے کھل کر بات نہیں کر رہے تھے۔ ایک نوجوان نے ہال کے اندر سے تقریباً چیختے ہوئے نواب زادہ صاحب کی توجہ پیچھے لگے ہوئے بینر کی طرف مبذول کروائی نواب زادہ صاحب بزرگ سیاستدان ہیں یہ بھی جانتے ہیں کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے اور آگے کیا ہونے والا ہے انہوں نے اپنی تقریر کے آخر میں اقرار کیا کہ ملک میں بحران ہے اور امن و امان کا مسئلہ بہت بگڑ چکا ہے اور اس کا حل آئین کی حدود میں ڈھونڈا جائے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بھانت بھانت کی یہ بولیاں سننے کے بعد سامعین کتنے کنفیوز ہوئے ہوں گے کم از کم نواب زادہ صاحب کی صدارتی تقریر سے تو یہی لگتا تھا۔

۱۲ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

ممبروں کو ڈالے دانہ

"یہ صبح ہی صبح آپ کہاں چلے گئے تھے۔ میں اتنی دیر سے بیٹھی انتظار کر رہی ہوں۔"

"معاف کیجئے گا بس ذرا بنک تک گیا تھا۔"

"ہاں صاحب اب تو آپ کا بنکوں میں آنا جانا ہی رہے گا۔ آخر میاں نواز شریف کے ساتھ فیصل آباد کی عوامی اسمبلی میں جانے کا کوئی ٹھوس نتیجہ نکلنا ہی تھا۔"

"میرا خیال ہے وزیراعظم بے نظیر بھٹو سے ملاقات کی دیرینہ خواہش پوری ہو گئی ہے اور آپ کے رشتے دار ایم پی اے کو کوئی عہدہ ملنے کی امید بھی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے اسی لئے آپ بیربل بننے کی ناکام کوشش کر رہی ہیں' ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں اپنے بنک میں پیسے جمع کروانے نہیں نکلوانے گیا تھا۔"

"کیوں اچانک ایسی کون سی ضرورت آن پڑی۔"

"وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور ان کے شوہر نامدار آصف علی زرداری اپنے پورے لاؤلشکر کے ساتھ لاہور آ گئے تھے اور انہوں نے گورنر ہاؤس کو وزیراعظم ہاؤس کا درجہ بھی دے دیا تھا۔"

"آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا وزیراعظم کی لاہور آمد سے آپ کے بنک اکاؤنٹ کا کیا واسطہ ہے۔"

"واسطہ ہے اور نہایت گہرا واسطہ ہے۔"

"میں سمجھ نہیں پا رہی لیکن آپ کی باتوں نے مجھے بھی فکرمند کر دیا ہے۔ میرا تو سارا زیور بھی بنک میں پڑا ہے۔ خدا کے لئے ذرا صاف صاف بات کریں۔ میاں نواز

Marfat.com

شریف نے آپ کو کوئی خفیہ اطلاع تو نہیں دی۔"

" یہ کوئی گہرا راز نہیں ہے۔ چمکتے سورج کی طرح روشن اور کھلی بات ہے۔پنجاب میں میاں وٹو نے بے نظیر حکومت کے لئے عجیب و غریب صورتحال پیدا کر دی ہے۔ میلہ مویشیاں واسپاں ۔ اس دفعہ خراب موم کی وجہ سے فوڑیس اسٹیڈیم کی بجائے گورنر ہاؤس میں لگا۔ باقی سب کچھ اسی طرح ہوا۔ بعض دو پائے تو سر جھکائے خود ہی چلے آئے جو سرکش تھے۔ انہیں دو دو تین محافظ پکڑ کر لائے۔ بڑی زبردست منڈی لگی ہے۔"

" ایک تو جب سے آپ نے اخباروں کے دفتروں میں آنا جانا شروع کیا ہے۔ آپ مجھے کچھ کھسکے ہوئے لگنے لگے ہیں۔ اگر آپ کی یہ بات مان بھی لی جائے تو اس سارے قصے سے آپ کے بنک اکاؤنٹ کا کیا تعلق؟

"آپ کو پتہ ہے کہ ایسے موقعہ پر خوش الحان پرندے اپنی اپنی بولیاں خود لگاتے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اس طرح کے ایک میلہ مویشاں واسپاں میں مہران بنک کا بیڑہ غرق ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ اب بکنے والے وزارتوں اور عہدوں کے علاوہ کیش بھی مانگتے ہیں اور کیش تو بینک سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے نا"

"توبہ ہے آپ جیسے خوش فہم اور محتاط آدمی کو تو آصف علی زرداری کا اتالیق ہونا چاہئے تھا۔"

"کیوں میں نے ایسا کون سا قصور کیا ہے جو آپ میرے لئے یہ سزا تجویز کر رہی ہیں۔"

"دیکھئے ناں آپ جیسا محتاط اور دوراندیش آدمی ہوتا تو سرے کا محل خرید بھی لیتا اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔ ویسے ایک بات بتائیں۔ بھلے آدمی اگر وزیراعظم کو روپے پیسے کی ضرورت پڑ بھی جاتی تو وہ اپنے مجازی خدا آصف علی زرداری سے مانگتیں یا آپ جیسے فقیروں کے بنک اکاؤنٹ دیکھتیں۔ ویسے خیر سے کتنے پیسے نکلوا کر لائے ہیں آپ۔ جس سے آپ کا بنک دیوالیہ ہونے کے خطرے سے دوچار ہو گیا ہو گا۔"

Marfat.com

"میں تو سارے پیسے نکلوا لایا ہوں' اللہ کے بھروسے پر پانچ روپے چھوڑ آیا ہوں۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ جیسا آدمی اپنے حواس یوں بھی کھو سکتا ہے۔ یہ تو بتایئے کے کتنا بیلنس ہے آپ کا۔"

"پورے آٹھ ہزار روپے کی خطیر رقم تھی جو میں نکلوا لایا ہوں۔ اب خوف یہ ہے کہ وزیراعظم تو واپس چلی گئی ہیں۔ میں اتنی بڑی رقم کو رکھوں کہاں۔ امن و امان کی صورت حال سے تو آپ واقف ہی ہیں۔"

"ارے بھلے آدمی جو وزیراعظم امریکہ میں اپنی ایک تصویر آٹھ لاکھ روپے میں بنوا سکتی ہیں۔ وہ آپ کے آٹھ ہزار کو جوتی کی نوک پر رکھتی ہیں اور لاہور میں انہیں ہنگامی طور پر پیسے کی ضرورت پڑ بھی جاتی تو سینٹر گلزار احمد بھی تو یہیں ہیں جن کے گھر وہ اکثر دعوتیں اڑاتی ہیں۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ کوئی مجھ سے میرے آٹھ ہزار روپے کی خطیر رقم چھین لے گا لیکن یہ خدشہ تو اپنی جگہ برقرار تھا نا کہ کسی بنک پر نظرکرم پڑ جاتی تو وہ مہران بنک کی طرح جان سے جاتا۔ پھر اس کا تذکرہ قومی اسمبلی میں ہی ہوتا پھر کوئی اسد درانی حلف اٹھا کر کہتا کہ اس میں پچاس لاکھ اس بابے کو دیئے۔ اتنے اسے دیئے اس لئے عدم کے کہنے پر عمل کیا"

اے عدم احتیاط لازم ہے
لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

"ویسے کتنی بری بات ہے کہ ممبران اسمبلی وزیراعظم سے سودے بازی کرتے ہیں۔"

"آپ نے سنا نہیں جیسی روح ویسے فرشتے۔ آپ کی محترمہ کو تو خواب میں بھی ایسی تجاویز سوجھتی ہیں کہ کس طرح کس قیمت پر اپوزیشن کے ممبران کو توڑا جائے۔"

"یہ جوڑ توڑ تو سیاست کا حصہ ہے"

"آکسفورڈ میں یہی کچھ پڑھایا جاتا ہے؟"

Marfat.com

"تو کیا وہاں خلفائے راشدین کی سوانح عمریاں پڑھائی جاتی ہیں یہ ساری داستانیں آپ اردو میڈیم والوں کے نصاب کا حصہ ہو سکتی ہیں۔"

"خیر چھوڑیں ان باتوں کو میں تو آپ سے یہ پوچھنے آئی تھی کہ وزیراعظم واپس کیوں چلی گئی ہیں؟"

"اس لئے کہ ہائی کورٹ نے وٹو کی کی سماعت پندرہ ستمبر تک ملتوی کر دی ہے۔"

"لیکن وزیراعظم کی آمد کا اور وٹو کیس کا آپس میں کیا تعلق ہے۔"

"یہ جا کر سینئر وزیر جناب مشتاق اعوان سے پوچھ لیں۔ وہ جاتے جاتے نہ صرف ٹک گئے ہیں بلکہ شاباش کے مستحق بھی ٹھہرے ہیں۔"

"تو آپ کا مطلب ہے ہر چیز اب پندرہ ستمبر تک ملتوی ہو گئی ہے۔"

"بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے۔"

"لیکن جن لوگوں سے پہلے دن وعدے کئے گئے تھے ان کا کیا بنے گا۔"

"بات یہ ہے کہ سارے وعدے پندرہ ستمبر تک انتظار کی سولی پر لٹکے رہیں گے۔ ویسے آپ کے رشتے دار ایم این اے کو اسلام آباد میں پلاٹ مل گیا ہے نا"

"جی تقریباً مل ہی گیا سمجھیں۔"

"آپ کے ایک رشتے دار ممبر کو اٹلانٹا بھیجا جا رہا ہے نا۔"

"جی"

"آپ کو ایک برادرانہ مشورہ دے رہا ہوں آپ پہلی فرصت میں اسلام آباد چلی جائیں اور جو دانہ دنکا چگنا ہے چگ لیں۔ پندرہ ستمبر تو دور کی بات اس کا تو کل کا پتہ نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ"

"کوچ کے حکم کا امکان ہے لحہ لحہ"

۱۶ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

جتوئی ہاؤس سے ظہور پیلس تک

سَن تو یاد نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار کے ابتدائی ماہ و سال تھے۔ پیپلز پارٹی پہلی بار اقتدار میں آئی تھی لیڈر شپ' ایک دو بزرگوں کو چھوڑ کر ساری کی ساری جوان تھی۔ رگوں میں لہو کی گردشیں بہت تیز تھیں۔ ہوش پر جوش غالب اس لئے دعوے بہت بلند و بانگ تھے روٹی کپڑا بھی اور مکان بھی! پھر ناتجربہ کاری کی ٹھوکریں بھی ان کا مقدر بنی ہوئی تھیں۔

ان دنوں سندھ میں "ٹیلنٹڈ کزن" جناب ممتاز علی بھٹو وزیراعلیٰ تھے اور ان کا رعب و دبدبہ دیدنی تھا۔ جناب غلام مصطفیٰ جتوئی شاید مرکز میں کسی وزارت کے انچارج تھے' یہ تینوں سندھ کے بہت بااثر وڈیرے تھے۔ ایک پارٹی میں ہونے کے باوجود ان وڈیرے لیڈروں کے آپس میں تضادات حد درجہ گہرے تھے اور یاد رہے کہ یہ ان دنوں کی یادیں ہیں جب ابھی جناب ممتاز علی بھٹو نے داڑھی نہیں رکھی تھی اور جناب غلام مصطفیٰ جتوئی کے بالوں میں اتنی چاندی نہیں جھلکی تھی۔ ان سب کے سینوں میں دل بھی تھے اور دلوں میں ارمان بھی انگڑائیاں لیتے تھے' یہ سب گوشت پوست کے آدمی تھے۔ نہیں معلوم ان دنوں اس اتحاد ثلاثہ میں کہاں رخنہ پڑا اور وزیراعلیٰ سندھ جناب ممتاز علی بھٹو نے از خود یا مرکز کے اشارے پر جناب غلام مصطفیٰ جتوئی کے کراچی والے گھر پر چھاپہ مارا۔ چھوٹی موٹی تلاشی بھی لی ہو گی۔ انہیں کس چیز کی تلاش تھی' مطلوبہ چیز وہاں سے ملی یا نہیں۔ اس ساری داستان میں اس بات کی کوئی اہمیت

Marfat.com

نہیں ہے۔ بس بات اتنی تھی کہ اقتدار کے منہ زور گھوڑے پر سوار ایک وڈیرا دوسرے وڈیرے کو یہ باور کروا رہا تھا کہ میں تمہیں اس حد تک رسوا کر سکتا ہوں۔

جب جناب غلام مصطفیٰ جتوئی تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے سرکاری منصب سے استعفیٰ دے دیا اور ناراض ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ کراچی کے اخبارات نے اس خبر کو خوب اچھالا۔ وزیراعظم بھٹو نے جتوئی صاحب کو منانے کے لئے جانے کس کس کو بھیجا لیکن جتوئی صاحب کا غصہ کسی عنوان کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ ایک سیاست دان' ایک وڈیرے' ایک بلوچ کی عزت نفس پر حملہ کیا گیا تھا۔ آخر وزیراعظم بھٹو نے اپنی اہلیہ بیگم نصرت بھٹو کو پیغام دے کر جتوئی ہاؤس بھیجا۔ وہ جو بھی پیغام لے کر گئیں' جتوئی صاحب مان گئے اور اپنا استعفیٰ وغیرہ واپس لے لیا۔ بلوچوں کی اعلیٰ روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر دشمن قبیلے کی کوئی عورت چل کر گھر آ جائے تو اٹھے ہوئے ہاتھ اور بڑھتے ہوئے قدم رک جاتے ہیں خون ریزیاں بند ہو جاتی ہیں۔ بلوچ رواج و رسوم میں عورت کا یہ تحفظ اور تکریم قابل صد تحسین ہے۔

آج کے اخبارات میں چودھری شجاعت حسین کے لاہور و اسلام آباد کے گھروں پر پولیس کا گھیراؤ اور تلاشی کی خبریں پڑھیں تو اچانک ذہن میں جناب غلام مصطفیٰ جتوئی کے ساتھ گزارا ہوا واقعہ یاد آ گیا۔

گجرات کے چودھریوں کا خاندان پچھلے چالیس برس سے سیاست میں ہے اور گجرات میں ان کا سیاسی حریف نوابزادہ خاندان ہے لیکن شاید دونوں سیاسی حریف خاندانوں کی یادداشت میں قتل و غارت گری اور گھر کی چاردیواری کے تقدس کی پامالی کی کوئی کہانی مشکل سے ہی راہ پا سکی ہو گی۔ مگر جب سے گجراتی سیاست میں نئے کھلاڑی وارد ہوئے ہیں تو وہاں انسانی خون کی ارزانیاں کبھی منگوال کے حوالے سے اور کبھی مقتولوں کی شکل میں سامنے آ رہی ہیں' اور چودھریوں کے سلسلے میں الزام تراشیوں کی آگ کو اور زیادہ بھڑکانے کے لئے پاکستان ٹیلی ویژن نے جو کردار ادا کیا وہ بھی کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ چودھریوں کے مدمقابل چودھری نے سیاست میں پہلا پہلا قدم رکھا ہے ....

Marfat.com

اور وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے بھی چودھریوں کے سینے پر مونگ دلنے کے لئے انہیں وزیر بھی بنا دیا اور وزیر بھی تجارت کا.... مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ وہ کیسے تاجر تھے کیسے وزیر ہیں۔ انہیں اپنے محکمے کے بارے میں کتنا علم ہے البتہ بھارت سے تجارت کے ضمن میں موصوف خاصے سرگرم ہیں اور اسلام آباد کی کوٹھی کی خرید کے سلسلے میں وہ خاصے بے خبر نکلے۔

موصوف خود فرماتے ہیں کہ انہیں کوٹھی خریدنے کے بعد اس حقیقت کا علم ہوا کہ جو کوٹھی انہوں نے خریدی ہے وہ سیٹھ عابد کی تھی۔ آفرین ہے وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی مردم شناسی پر کہ انہیں وزیر تجارت بنانے کے لئے پوری پیپلز پارٹی میں سے وہی ملے' اور مجھے اس معصومیت پر تشویش یوں لاحق ہو گئی ہے کہ جو شخص اپنے ذاتی معاملات میں اتنا بے پرواہ یا بھولا ہے کہ لاکھوں روپے یا کروڑوں کی مالیت کا سودا کر لینے کے بعد اسے پتہ چلتا ہے کہ بیچنے والا کون تھا وہ پاکستان کے وزیر تجارت کی حیثیت سے اگر آسٹریلیا کی پاگل بھیڑیں یا برطانیہ کی پاگل گایوں کے ریوڑ کے ریوڑ خرید بیٹھا تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہو گا۔ عام زندگی میں تو اگر جوتا بھی خریدنا ہو تو دس دفعہ پہن کر دیکھا جاتا ہے۔ خواہ وہ کسی نامور کمپنی کا ہی کیوں نہ ہو۔ مگر بھولے بادشاہ کروڑوں روپے کی جائیداد کا سودا بھی دیکھے بھالے بغیر کر لیتے ہیں .....

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

اب پتہ چلا کہ ہم بھارت سے ٹماٹر' پیاز' چینی اور گندم کیوں درآمد کر رہے ہیں

ہماری پیپلز پارٹی کے امیروں وزیروں کی ایسی ہی لاعلمیوں نے ہمیں اس حال تک پہنچا دیا ہے کہ نہ تن پر کپڑا ہے نہ پیٹ کے جہنم کے لئے روٹی کا ایندھن ہے۔ جس طرف نظر دوڑائیں ظلم و ستم کی ایسی ایسی داستانیں سننے کو ملیں گی کہ شرافت کسی جوان بیوہ کی طرح پچھاڑیں کھا کر گر جاتی ہے۔ زندگی کا کوئی ایک شعبہ بھی ایسا ہے جہاں چہروں پر خوشی اور دلوں کو سکون ہو۔ ان دنوں ملک کی جو صورتحال ہو گئی ہے سب دیکھ رہے ہیں۔ طبل جنگ بج چکا ہے صفیں سیدھی کی جا رہی ہیں ایک طرف

Marfat.com

حکومتی جبر کے سارے ذرائع ہیں فوج ہے' پولیس ہے' اور ان کے پاس جدید ترین مہلک ہتھیار بھی ہیں' گیسیں بھی! دوسری طرف پاکستان کی بھوکی ننگی قوم ہے۔ جس کو حکومت نے سامراجی قوتوں کے پاس گروی رکھ دیا ہے اور اس ملک اور قوم کے نام پر قرضے لے لے کر اپنے گھر بھر لئے ہیں۔ غیر ممالک میں جائیدادیں خرید لی ہیں اور اب فیصلے کی گھڑی ہے۔ وزیراعظم کی ساری مایوسیاں ان کے اس بیان سے جھلک رہی ہیں کہ "میں مر جاؤں گی لیکن مڈٹرم الیکشن نہیں کراؤں گی" یہ ہونے والی سیاسی جنگ کی حکمت عملی کی شروعات ہیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

سرکاری بیانوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت اس بار اپنے ترکش کے سب سے زہریلے تیر پھینکے گی۔ جس کا ایک چھوٹا سا نمونہ قاضی حسین احمد کو دکھایا گیا تھا اور وہ اپنے چار پانچ بیٹوں کی لاشیں لے کر بوجھل قدموں کے ساتھ اسلام آباد سے واپس آئے تھے .....

"ہم بیٹے کس کے قاضی کے!"

جوان لہو کا یہ وہ نعرہ جو قاضی حسین احمد کی رگوں میں خون کی گردش تیز تر کر دیتا ہے اور اس بار تو منادی ہے کہ لاکھوں قدم کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اسلام آباد کی طرف بڑھیں گے اور سچی بات بھی یہی ہے کہ اسلام آباد بھی انہی کا ہونا چاہئے جو خدا کی حاکمیت پر یقین رکھتے ہوں اور اسی کے قوانین پر عمل کرتے ہوں۔

دیکھیں کیا گزرے ہے ....

۲۰ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

”قتل میراثن تے چودھری“

”معاف کیجئے آپ کی اجازت کے بغیر میں نے آپ کے رائٹنگ پیڈ سے ایک دو کاغذ نکالے ہیں۔“

”کوئی بات نہیں“

”ایک بات پوچھوں؟“

”خدا خیر کرے پوچھیں“

”آپ کیا ان دنوں کسی فلم کی کہانی لکھ رہے ہیں؟“

”آپ کو کیسے اندازہ ہوا“

”آپ کے رائٹنگ پیڈ پر جگہ جگہ لکھا ہوا ہے۔ ”قتل مراثن“ ”مراثن“ دے اشارے‘ قاتلاں دے للکارے۔“ آپ کی چال ہمیشہ زمانے سے الٹی ہی رہی۔ آجکل تو ماڈرن نام چلتے ہیں۔ ”کڑیوں کو ڈالے دانہ“ شرارتی منڈے وغیرہ۔ ”قتل مراثن“ قسم کا نام نہ رکھ لیجئے گا۔ کوئی نہیں آئے گا اس طرح کی فلم دیکھنے خوامخواہ اپنا نقصان نہ کر لیجئے گا۔ میرے میاں کہا کرتے ہیں کہ فلم ہمیشہ ویسی بنانی چاہئے جیسی پبلک کی ڈیمانڈ ہو

”تو ایک مہربانی کیجئے آپ کا تعلق حکومتی پارٹی سے ہے آپ حکومت کو مشورہ دیں کہ وہ قتل مراثن قسم کی فلمیں نہ بنائے۔ اس قسم کی فلمیں ہم نے اکثر فلاپ ہوتے دیکھی ہیں بلکہ ڈائریکٹر‘ پروڈیوسر کی لوگوں کے ہاتھوں پٹائی ہوتے بھی دیکھی ہے“

Marfat.com

" میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی "قتل مراثن" قسم کی فلم میں حکومت کہاں سے بیچ میں آ گئی"

" آپ کی اطلاع کے لئے' حکومت اس نام سے فلم بنانے کا اعلان کر چکی ہے"

"میں تو بھابھی کے حوصلے کی داد دیتی ہوں جو آپ جیسے بندے کے ساتھ گزر کر رہی ہیں۔ ارے بھلے آدمی حکومت فلمیں نہیں بناتی ورنہ فخر زمان صاحب ابھی تک خود اعلان نہ کر دیتے۔"

" آپ کو یقین نہیں آ رہا یہ دیکھیں اخبار۔ گجرات میں ایک مراثن اور اس کے باپ کے قتل کے الزام میں سینیٹر چودھری شجاعت حسین اور پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی قائد حزب اختلاف چودھری پرویز الٰہی کو ملزم نامزد کیا گیا ہے۔"

" آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے' چودھری پرویز الٰہی پر شبیر نت کے قتل کی ذمے داری ڈالی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی تلاش میں ان کے گھروں میں چھاپے بھی مارے گئے تھے۔"

" آپ بھی سچ کہتی ہیں۔ وہ مقدمہ بھی ہے اور مراثن کے قتل کا مقدمہ بھی ہے"

" اللہ اپنا کرم کرے' گجرات کو کس کی نظر کھا گئی' یہ مراثن تھی کون"

" میں ذاتی طور پر تو مقتولہ کو نہیں جانتا' اخبار بتاتا ہے کہ خوشنود اپنے خاوند سے لڑ کر اپنے والد کے گھر چلی گئی"

" یہ خوشنود کون تھی۔"

" اسی بدنصیب مراثن کا نام تھا"

" اچھا ہائے کتنا اچھا نام تھا بے چاری کا خوشنود" تو اچھے نام والی خوشنود کا اپنے شوہر سے جھگڑا ہو گیا وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئی۔ شوہر دو تین دن انتظار کرنے کے بعد اس کو منانے اپنے ایک دوست کے ساتھ اپنے سسر کے گھر گیا اور بیوی کو گھر واپس آنے کے لئے کہا۔ اس نے انکار کیا تو شوہر نے فائرنگ کر کے اسے اور اس کے باپ کو ہلاک کر دیا۔ یہاں تک کی کہانی عام سی کہانی ہے۔ کئی دفعہ اس قسم کی کہانیاں

Marfat.com

اخبارات میں پڑھنے کو ملی ہیں مگر قتل مراثن میں کہانی یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ قاتلوں نے فائر کھولنے سے پہلے للکارے مارے کہ ہمیں چودھری شجاعت حسین اور پرویز الٰہی نے کہا تھا کہ نہ مانے تو ہمیشہ کے لئے سیاپا ختم کر دینا سو انہوں نے مراثن اور اس کے باپ کو یا دوسرے لفظوں میں ایک شوہر نے اپنی ناراض بیوی اور اپنے سسر کو قتل کر دیا۔ معاملہ چونکہ عدالت میں ہے اس لئے اس پر مزید رائے زنی سے گریز کر رہا ہوں۔ اس فلم کا سکرین پلے بہت کمزور ہے کیونکہ جب یہ قتل ہوا تو سینیٹر چودھری شجاعت حسین کسی وفد کے ساتھ غیر ملکی دورے پر تھے۔ خدا ہر ایک کو اپنی امان میں رکھے زندگی کا سارا حسن زندگی کے ساتھ ہی ہے۔

مر گئے تو پھر کہاں یہ حسن راز زندگی

قرآن مجید کی یہ تعلیم تو آپ تک پہنچی ہوگی کہ "اگر تم نے کسی ایک بے گناہ کو قتل کر دیا تو گویا پوری انسانیت کو قتل کر دیا"

" مجھے شبیر نت کے قتل کا بھی اتنا ہی دکھ ہے جتنا خشنود مراثن اور اس کے باپ کے قتل کا لیکن اس طرح کے المیوں میں سیاسی رہنماؤں کو ملوث کرنے کی جو رسم چل پڑی ہے وہ بہت ہولناک ہے۔ اس طرح کے بیج ہمیشہ نفرتوں کی فصل لے کر آتے ہیں اور ہر بدلنے والی حکومت اگر اس راہ پر چل پڑی تو پھر اس سے کس کو رستگاری ہے۔"

آج ان کی کل ہماری باری ہے

" لہٰذا میرا کہنا یہ ہے کہ سیاست کو سیاست کے میدان میں ہی رکھیں اور اس کھیل کے اصول و ضوابط کا احترام کریں۔ ٹینس کی سٹیفی گراف کے سامنے مائیک ٹائی سن عالمی ہیوی ویٹ باکسر کو نہ لائیں دونوں کھیلوں کے ذہن اور ضابطے بالکل علیحدہ ہیں۔"

" ہاں یہ بات تو ہماری ہر دلعزیز وزیراعظم بھی کہتی رہتی ہیں کہ سیاست کو سیاست تک رہنا چاہئے۔ اسے ذاتی دشمنی کے زمرے میں نہیں لانا چاہئے"

Marfat.com

" آپ کی وزیراعظم پاکستان کے دورے پر کب آ رہی ہیں"

"کیا مطلب"

" وہ اکثر غیر ملکی دوروں پر ہی رہتی ہیں"

" تو کیا کریں یہ ساری بھاگ دوڑ وہ اپنے لئے تو نہیں اپنے ملک کے لئے ہی کر رہی ہیں"

" یہ آپ کا خیال ہے ملک کی اکثریت آپ کی طرح نہیں سوچتی"

" ملک کی اکثریت کس طرح سوچتی ہے"

" آپ کو ابھی تک میاں نواز شریف کی عوامی اسمبلیوں اور قاضی حسین احمد کے دھرنوں اور ٹرین مارچوں سے اندازہ نہیں ہوا"

" اس طرح کی ٹرین مارچوں اور دھرنوں سے ہماری حکومت کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے"

میرا خیال ہے کہ فلم " تین اگست" جس کے پروڈیوسر قاضی حسین احمد ہیں اس کے چلنے کے کافی امکانات ہیں۔ کیونکہ کہانی خاصی اچھی ہے اور سکرین پلے کافی مضبوط ہے۔ قاضی حسین احمد ابھی تو اپنے یونٹ کو لے کر آؤٹ ڈور شوٹنگ میں مصروف ہیں اپنی فلم کا کلا ئمکس وہ اسلام آباد میں فلمانا چاہتے ہیں۔ سب اداکاروں نے نیک خواہشات کے ساتھ اگست کا پورا مہینہ شوٹنگ کے لئے قاضی صاحب کے حوالے کر دیا ہے۔ میرا فلمی تجربہ کہتا ہے کہ اگر موسم اچھا ہوا' اداکاروں کو واپسی کی جلدی نہ ہو' یونٹ میں اختلافات نہ ہوں' تکنیکی عملہ بھی مہارت کا ثبوت دے تو شوٹنگ بہت اچھی ہو جاتی ہے' اور فلم کی کامیابی میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

۲۷ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

”ہے بھی یہاں غریب کی ہستی کا کوئی مول

ایک قومی اخبار میں صفحہ اول پر ایک پچانوے سالہ بوڑھے اور اس کی شریک حیات کی تصویر چھپی ہے۔ یہ پچانوے سالہ قیدی جو سروسز ہسپتال کے سرجیکل وارڈ میں لیٹا ہوا ہے اس کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں اس کی بوڑھی بیوی جو پاس ہی بیٹھی ہے اس کے چہرے پر حالات و واقعات کی پوری تفسیر موجود ہے شرط صرف اتنی ہے کہ آپ دل درد مند رکھتے ہوں اور انسانی چہرے کی سلوٹوں اور ماتھے کی شکنوں میں چھپی ہوئی ہولناک کہانیاں پڑھنا جانتے ہوں یہ وہ کہانیاں ہوتی ہیں جنہیں سن کر ہڈیوں میں لوہا گونجنے لگتا ہے۔

تصویر میں جو پچانوے سالہ بوڑھا پاؤں میں بیڑیاں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور دل میں درد و غم کا طوفان چھپائے لیٹا ہوا ہے اس کا نام خوشی محمد ہے یہ کانوں سے بہرہ ہو چکا ہے اور عمر کی جس منزل پر ہے وہاں بینائی خاصی کمزور ہو جاتی ہے اس کی آنکھوں میں دنیا کا ہر منظر دھندلا چکا ہے۔ اسے اپنی بوڑھی شریک حیات کے ان آنسوؤں سے جواب خشک ہو چکے اور وہ چیخیں جو سسکیوں میں تبدیل ہو کر تقریباً خاموش ہو چکیں ہیں کوئی سروکار باقی نہیں رہا۔

پندرہ برس پہلے گاؤں میں کوئی قتل ہوتا ہے۔ مقتول کے ورثا نے ایف آئی آر میں اسی سالہ خوشی محمد اور اس کے بیٹے کو ملزم نامزد کر دیا۔ پولیس نے انہیں گرفتار کیا۔ عدالت نے پچیس سال قید کی سزا سنائی۔ باپ بیٹا دونوں جیل کی سلاخوں کے پیچھے

Marfat.com

پہنچ گئے۔

تانگہ آ گیا کچہریوں خالی
سجناں توں قید بول گئی

جب یہ سب ہو چکا اور عدالت کا فیصلہ آ گیا تو خوشی محمد کی بیوی نے اپنی زمین مقتول کے لواحقین کو دے کر صلح و معافی کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔ جس کے جواب میں خوشی محمد اور اس کا بیٹا جیل سے رہا ہو گیا لیکن بوڑھے خوشی محمد کی قسمت بھی کیا قسمت تھی کہ عدالتی حکم سے پہلے ہی خوشی محمد کا بیٹا قید حیات سے ہی آزاد ہو گیا۔ بوڑھے ماں باپ پر ایک قیامت اور گزر گئی۔ اب عدالت خوشی محمد کی رہائی کنفرم کر چکی ہے۔ لیکن جیل کا عملہ اسے رہا نہیں کر رہا۔ بوڑھے خوشی محمد کی بگڑتی ہوئی حالت کے پیش نظر اسے سروسز ہسپتال میں بوجھل لوہا پہنا کر لوہے کے ایک پلنگ پر لٹا دیا گیا ہے۔ اور شاید انتظار یہ ہے کہ یہ پچانوے سالہ بوڑھا جواب نہ سن سکتا ہے نہ اچھی طرح دیکھ سکتا ہے کب روح اس کے سال خوردہ ہڈیوں کے پنجر کو چھوڑے تو جیل حکام اس کو لوہے کے پلنگ سے لکڑی کے تختے پر لٹا کر اس کی بوڑھی بیوی کے حوالے کر دیں اور پھر بوڑھی عورت دل دوز چیخیں مارے اور پھر پھٹی پھٹی خالی نظروں سے اس کے جنازے کے پیچھے پیچھے چل دے۔ کہاں؟

مجھے اس کا علم نہیں کسی دور افتادہ گاؤں میں یا ایدھی ایمبولینس جہاں لے جائے۔

بوڑھے خوشی محمد کی یہ کہانی دو چار دن یاد رہے گی پھر ہم اس کو بھول جائیں گے۔ اگرچہ ابھی بوڑھا خوشی محمد زندہ ہے اور اس کی بوڑھی بیوی ہر آنے جانے والے کا ہاتھ پکڑ کر فریاد کرتی ہے' ہر آنے جانے والے سے پوچھتی ہے کہ یہاں کا بادشاہ کہاں رہتا ہے اسے معلوم نہیں کہ یہاں کا بادشاہ سات سمندر پار رہتا ہے یہاں صرف اس کے ایجنٹ رہتے ہیں جو اس کے حکم کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتے۔ پچانوے سالہ بوڑھے خوشی محمد کی بیوی کو میں کیسے بتاؤں کہ یہاں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عمروں کے فرق کے ساتھ کروڑوں خوشی محمد رہتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے ہاتھ پاؤں میں

Marfat.com

مجبوریوں کی بیڑیاں ہیں اور وہ دن رات ان راستوں کی طرف دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے کوئی خدا کا بندہ آ کر ان کے پاؤں کی بوجھل بیڑیاں کاٹ دے اور ان کے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھول دے۔

میرے ملک میں لاکھوں خوشی محمد ایسے ہیں کہ جن کی بیڑیاں تو ہیں مگر نظر نہیں آتیں۔

چلئے تو اک قدم بھی اٹھانا ہے یاں محال
یوں دیکھئے تو پاؤں میں زنجیر بھی نہیں

حالات اس نہج پر لے آئے ہیں کہ کیا کہیں دن دیہاڑے ڈاکے' ڈکیتیاں' چوریاں' اغواء' قتل اور بموں کے دھماکے لیکن ارباب بست و کشاد کہتے ہیں سب اچھا ہے۔ عدالت کی طرف سے خوشی محمد کی رہائی کنفرم ہونے کے باوجود اسے رہا نہ کرنا موجودہ حکومت کے اس رویے کا ایک معمولی سا نتیجہ ہے جو حکومت نے عدالتوں کے بارے میں اختیار کر رکھا ہے۔

سروسز ہسپتال میں پچانوے سالہ بوڑھا خوشی محمد اب صرف اس انتظار میں اپنے سانس روکے بیٹھا ہے کہ کیا پنجاب کے دارالحکومت میں جہاں حاکمانہ غرور کے ترنگے پوری شان سے لہراتے ہیں کوئی وزیر' کوئی سینئر وزیر' کوئی وزیراعلیٰ' کوئی گورنر اسے موت سے پہلے قانون کی بالادستی کا یقین دلا دے۔ بوڑھا خوشی محمد اس سیاہ نصیب قبیلے کا ایک فرد ہے جس کے پاس اب کسی کو دینے کے لئے کچھ بھی باقی نہیں بچا' وہ کسی کو رشوت میں دعائیں بھی نہیں دے سکتا اس لئے کہ اس کی سماعتوں میں پارہ اتر چکا ہے اور وہ اپنی ہر دلعزیز وزیراعظم کی بلند وبانگ دعوؤں سے بھرپور تقریریں بھی نہیں سن سکتا اور جو سن نہیں سکتا وہ بول بھی نہیں سکتا۔

لیکن اب اس ملک کے کروڑوں خوشی محمد کچھ سننے بولنے اور مسکرانے کے لئے بے تاب ہیں اور ان کے نعروں میں اب شدت آتی جا رہی ہے اور یہ سارے ظلم و ستم' بھوک' بیکاری' اور بیماری' سے تنگ آئے ہوئے خوشی محمد اسلام آباد کی طرف

Marfat.com

قدم سے قدم ملا کر مارچ کرنے کے لئے تیار ہیں یہ آخری جنگ ہے۔ جس میں انشا اللہ ہر خوشی محمد کے پاؤں کی بیڑی اور ہاتھ کی ہتھکڑی ٹوٹ گرے گی اور وہ ایک آزاد خوشی محمد بن کر زندگی گزارے گا اور اگر کسی بے مغز نے خوشی محمد کا راستہ روکنے کی کوشش کی یا کسی کم ہمت طالع آزما نے ان کو دھوکا دیا تو خوشی محمد اس کو روندتے ہوئے گزر جائیں گے۔ کیونکہ خوشی' اپنے آخری تجزیے میں' ہر خوشی محمد کا پیدائشی حق ہے جس کو چند لوگوں نے چھین رکھا ہے۔

۲۸ جولائی ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"نیلسن منڈیلا اور حاجی نواز کھوکھر"

" اسلام آباد کا چکر کیسا رہا؟"

" توبہ توبہ' بڑا چکری اور بے وفا شہر ہے۔ میں تو اس بار بہت دل برداشتہ ہو کر آئی ہوں۔"

" یہ تو سچ ہے کہ اسلام آباد میں بہت چکر چلتے ہیں۔ لیکن آپ کے ساتھ ایسی کیا بیت گئی جو آپ اتنی دکھی نظر آ رہی ہیں۔"

" اب آپ سے کیا پردہ وہ ہمارے رشتے دار جو ایم این اے ہیں نا' ان سے پارٹی لیڈر شپ نے کب سے وعدہ کر رکھا تھا کہ انہیں وزیر بنایا جائے گا۔"

" تو پھر"

" وہ بے چارے پچھلے دس دن سے وہاں چھاؤنی ڈالے بیٹھے تھے لیکن جب وقت آیا تو کسی نے پوچھا تک نہیں کہ بھیا کیستی الٹا زخموں پر نمک چھڑکنے کے لئے' انہیں تقریب حلف برداری کا دعوت نامہ بھیج دیا' اس سے بڑی زیادتی اور کیا ہو گی۔"

" آپ لوگ بھی بھولے بادشاہ ہیں۔ لیڈر شپ نے عوام کے ساتھ کیا ہوا پہلے کون سا وعدہ پورا کیا ہے جواب وہ اس کسوٹی پر پورا اترتی۔"

" وہ تو عوام کی بات تھی۔ عوام سے تو ووٹ لینے کے لئے جھوٹے سچے وعدے کرنے ہی پڑتے ہیں' غضب خدا کا اپنے ایم این اے سے بھی غلط بیانی اور وعدہ خلافی"

" آپ نے کبھی غور نہیں کیا یہ تو اپنے آپ سے بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ اپنے

Marfat.com

آپ کو بھی دھوکا دیتے ہیں"

"کبھی کبھی تو آپ کی باتیں دل کو لگتی ہیں لیکن کیا کیا جائے سمجھ میں نہیں آتا۔ اب بھلا دیکھیں نا' جن لوگوں کو عوام نے الیکشن میں مسترد کر دیا تھا انہیں وزیر بنا دیا گیا ہے اور جو لوگ الیکشن جیت کر آئے انہیں اسلام آباد بلا کر ذلیل کیا گیا۔"

"ایک بات بتائیں آپ کے وہ رشتے دار کس گروپ میں ہیں؟"

"میں سمجھی نہیں گروپ سے آپ کی کیا مراد ہے وہ پارٹی میں ہیں"

"وہ تو ہیں لیکن کس گروپ سے ہیں' یہ آپ کی پارٹی کی روایت ہے کہ وہ ہمیشہ دو گروپ بنا کر رکھتی ہے یہ گروپ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں اور لیڈر شپ کبھی ایک کو شاباش دیتی ہے کبھی دوسرے گروپ کو آگے بڑھاتی ہے۔"

"لیکن اس طرز عمل سے لیڈر شپ کو کیا فائدہ ہوتا ہے۔"

"فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ آپس میں لڑتے رہیں اور لیڈر شپ اپنی بے روک من مانیاں کرتی رہے اور پوچھنے والا کوئی نہ ہو کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے پھر آپ لوگوں کی ایک اور مصیبت بھی تو ہے آپ کی پارٹی میں کسی سطح پر بھی کبھی کوئی الیکشن نہیں ہوتا۔ سب عہدیدار نامزدگیوں کی کاغذی کشتیوں کے سوار ہیں۔"

"یہ کنارہ چلا کے ناؤ چلی"

"ان کے دھیاں میں کچھ نہیں ہوتا۔ اور آپ کو کاغذی ناؤ کی اوقات تو معلوم ہے ذرا سی تیز ہوا چلی اور یہ دل کے مریض کی طرح لرزنے اور ڈگمگانے لگتی ہے۔ کسی ایک فرد کے اشارۂ ابرو پر ناچنے والے گروہ کو سیاسی پارٹی نہیں کہا جا سکتا۔"

"آپ اگر پارٹی کا لفظ استعمال کرنا ہی چاہتی ہیں تو اسے ٹی پارٹی یا مال توڑ پارٹی کہہ سکتی ہیں' ایسی پارٹیوں میں ورکر اپنی لیڈر شپ سے کوئی سوال جواب نہیں کر سکتے۔"

"تو پھر وہ کیا کر سکتے ہیں۔"

"وہ اپنی لیڈر شپ کے سامنے' ان کے حق میں دو چار نعرے لگا کر جس سطح پر

Marfat.com

لوٹ مار کر سکتے ہوں' کرتے ہیں۔ لیڈر شپ اگر برطانیہ اور فرانس میں جائیدادیں بنائے تو یہ لاہور اور اسلام آباد میں دھومیں مچا دیتے ہیں۔"

"شاید آپ ٹھیک ہی کہتے ہوں' اب بھلا حاجی نواز کھوکھر کو وزیر بنانے کی کیا تک تھی پارٹی کے لئے کیا خدمات ہیں ان کی؟"

"بہت خدمات ہیں"

"میں تو ایک بات جانتی ہوں جو اپنی کا نہ ہوا وہ ان کا کیسے ہو سکتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں لیکن میری نظر میں حاجی نواز کھوکھر بھی اپنی جگہ سچے ہیں۔ جب آپ کسی شخص کو اٹھا کر جیل میں ڈال دیں اور اس پر کروڑوں روپے کے فراڈ کے علاوہ اور بہت سے مقدمے بنا دیں جس کا نتیجہ پانچ سات سال کی قید بامشقت کی صورت میں سامنے آ سکتا ہو اور دوسری طرف سیاسی وفاداری بدلنے کے عوض زندگی کا ہر عیش' تن کی ہر آسانی' من کی ہر موج' دھن کی فراوانی' خوشامدیوں کی ارزانی' وفاقی وزارت' جھنڈے والی کار' رہنے کے لئے عالی شان محل' باہر نکلیں تو پولیس کے حفاظتی دستے کی ہوٹر بجاتی گاڑیاں ہٹو بچو کے نعرے لگاتی ہوئی بطور پائلٹ آگے آگے' توکل کا فراڈ کیس میں جیل میں ڈھکیلا ہوا قیدی جب یہ سارے طمطراق دیکھے گا تو کیسے نہ اس کے قدم ڈگمگائیں گے۔ حاجی نواز کھوکھر نے اسی میں عافیت سمجھی کہ تلوار چل رہی ہے سر بچا لو اور وزارت بھی لے لو دوسرے یہ کہ حاجی نواز کھوکھر نے زندگی میں نیلسن منڈیلا ہونے کا کب دعویٰ کیا تھا۔ وہ بنیادی طور پر تاجر ہیں۔"

"لیکن ضمیر بھی تو کوئی چیز ہے"

"بعض منڈیوں میں اس سے زیادہ ارزاں اور کوئی جنس نہیں ہوتی۔"

"زندگی میں اصول بھی تو ہوتے ہیں"

"اصولوں کی بات آپ کو اور آپ کی پارٹی کو زیب نہیں دیتی ویسے حاجی نواز کھوکھر ہیں خوب چیز' رام پور کے چھری ماروں کی طرح۔ اس صفائی سے وار کرتے ہیں کہ مضروب کو چالیس قدم دور جا کر پتہ چلتا ہے کہ کسی نے اس کے پہلو میں چھری

Marfat.com

گھونپ دی ہے"

"کیا مطلب؟"

" اب دیکھئے نا وزیر داخلہ نے الزامات لگا کر انہیں جیل میں ڈالا تھا اور بیان دیا تھا کہ اگر حاجی نواز کھوکھر کو کابینہ میں شامل کیا گیا تو وہ وزارت سے استعفیٰ دے دیں گے اب دیکھ لیں"

" انہوں نے وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر سے کیسا بدلہ لیا ہے وہ وزیر بھی بن گئے ہیں اور سنا ہے کہ انہوں نے اندرون خانہ کسی کے ہاتھ وزیر داخلہ کو پیغام بھی بھیجا ہے کہ وہ وزارت سے کب مستعفی ہو رہے ہیں۔ اگر وزیر داخلہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے تو ضمیر کی خلش کے ساتھ وزارت وزارت کھیلیں گے"

" اللہ کرے وزیر داخلہ اپنی پختون روایات کا پاس کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیں تاکہ ایک وزیر کم ہو تو شاید ہمارے رشتے دار کا چانس بن جائے۔"

" مجھے آپ کی یہ دعا قبول ہوتی نظر نہیں آتی کیونکہ موصوف اس سے پہلے بھی اس قسم کی بیان بازی کا لطف اٹھا چکے ہیں۔"

" آپ ایک بات بتائیں بھلا آصف علی زرداری کو وزیر بنانے کی کیا ضرورت تھی سچ کہتی ہوں لوگ ایسی ایسی پھبتیاں کس رہے ہیں کہ سن کر میرا تو خون کھول اٹھتا ہے پھر وزارت بھی دی تو سرمایہ کاری کی"

" وہ تو خیر اچھا کیا۔ انسان کو جس چیز کا تجربہ ہو' اسے وہی کام دینا چاہئے۔ زرداری صاحب کو سرمائے کا تجربہ ہے اب وزیر بن کر وہ زیادہ اعتماد کے ساتھ اپنا کام کر سکیں گے"

" اچھا اب میں چلتی ہوں' میرا خیال ہے کہ ہمارے رشتے دار کی وزارت کا اب کوئی چانس نہیں"

" آپ حاجی نواز کھوکھر صاحب سے رابطہ رکھیں وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے وزیر بنے ہیں شاید وہ آپ کو کوئی ایسی ٹیکنک بتا دیں جو ہمارے آپ کے ذہن میں نہیں آ

Marfat.com

رہی۔"

" ویسے میں آپ کو اندر کی بات بتاؤں میرے میاں کہہ رہے تھے کہ وزیروں کی یہ فوج بنانے کا صاف مطلب یہ ہے کہ حکومت عنقریب ہتھیار ڈال دے گی اور الیکشن کرا دے گی"

" آپ کے منہ میں گھی شکر ویسے لوگوں نے تو ابھی سے پوچھنا شروع کر دیا ہے کہ ملک میں ایسا کون سا ڈالروں کا سیلاب آگیا ہے کہ وزیروں کی اس فوج کو بھرتی کر کے قومی خزانے پر کروڑوں روپوں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔"

۴ اگست ۱۹۹۶ء

Marfat.com

ایٹمی صلاحیت ..... قوم کی امانت

" صبح سے فون کر رہی ہوں ہر بار یہی جواب ملتا ہے کہ سو رہے ہیں' آپ تو کبھی اندھیری راتوں کے مسافر نہیں تھے کچھ دنوں سے آپ کے معمولات میں بہت فرق آ گیا ہے"

" آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔ میں حیدر آباد سے صبح تقریباً تین چار بجے گھر پہنچا تھا۔ نیند بھی دیر سے آئی اس لئے"

" حیدر آباد خیر سے گئے تھے آپ ؟

" عوامی اسمبلی تھی"

" اچھا خیر چھوڑیں اس بات کو آج کے اخبارات دیکھ لئے ہیں"

" نہیں ابھی تو نیند سے جاگا ہوں کوئی خاص خبر۔ کیا صدر فاروق احمد لغاری نے بینظیر حکومت کو برطرف کر دیا یا ہائی کورٹ کے ان ججوں کو برطرف کر دیا جنکی سفارش چیف جسٹس نے کی تھی"

" نہیں آپکی ان دونوں خواہشات کا احترام نہیں ہوا"

" تو کیا بینظیر بھٹو نے عوامی دباؤ کے تحت خود استعفیٰ دے کر نئے الیکشنوں کا اعلان کر دیا"

" نہیں ہماری ہر دلعزیز وزیراعظم مرجائیں گی اقتدار نہیں چھوڑیں گی"

"کیا حکومت نے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دیئے"

Marfat.com

"کر دیں گے ایسی جلدی بھی کیا ہے وزیر خارجہ سردار آصف علی نے کہہ دیا ہے کہ ہم منتخب لوگ ہیں ہم جب مناسب سمجھیں گے دستخط کر دیں گے غیر منتخب لوگوں کو اس میں بولنے یا رائے دینے کا کوئی حق نہیں"

"ایک بات تو بتائیں اگر کسی کا ایک گردہ ناکارہ ہونے کی وجہ سے نکال پھینکا جائے تو اس سے کیا اس کی دماغی صلاحیتوں پر بھی فرق پڑ جاتا ہے؟"

"میں نے بھی ڈاکٹری پڑھی ہے گردوں کا دماغ سے براہ راست تو کوئی تعلق نہیں ہوتا"

"تو پھر یہ سردار آصف علی کو کیا ہو گیا ہے"

"کیوں خیر تو ہے ڈاکٹروں نے تو آپریشن کے بعد انہیں صرف آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا اور دماغی کام کرنے سے منع کیا تھا"

"اس پر تو وہ پوری طرح عمل کر رہے ہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جان ہے تو جہان ہے۔ اسی لئے وہ مکمل آرام کے ساتھ ساتھ کوئی دماغی کام بھی نہیں کر رہے"

"لیکن آپ ان کے کسی سی ٹی بی ٹی بیان کا تذکرہ کر رہے تھے"

"جی لیکن اس بیان میں ہی وزیر خارجہ نے ڈاکٹروں کے مشورے پر پورا پورا عمل کرتے ہوئے دماغ سے کام نہیں لیا"

"میں کچھ سمجھی نہیں"

"انہوں نے سی ٹی بی ٹی کے بارے میں جو یہ کہا کہ کسی غیر منتخب نمائندے یا عام آدمی کو اس پر بات کرنے کا کوئی حق نہیں تو آپ کے میاں بھی تو وزارت خارجہ میں ہیں انہیں میرا یہ پیغام دے دیں کہ سی ٹی بی ٹی اس قوم کی تقدیر کا بنیادی فیصلہ ہے۔ اس ایک فیصلے کے ساتھ ہمارے بہت سے بنیادی مسائل کی ایک زنجیر سی بندھی ہوئی ہے اس فیصلے کے ساتھ کشمیر جو پاکستان کی شہ رگ ہے وہ بھی منسلک ہے یہ ایٹمی صلاحیت ہی ہے جس نے ہندوستان کو خوفزدہ کر رکھا ہے۔ یہ ہمارے اور ہماری آنے

Marfat.com

والی نسلوں کے سنہرے مستقبل کی ضمانت ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کا مسودہ عام اور سادہ زبان میں قوم کے سامنے پیش کیا جائے اور ہر سرکاری اور غیر سرکاری فورم پر اس کے حسن و قبح پر کھل کر بحث کی جائے اس کی ایک ایک شق پر قوم بات کرے اس کا مسودہ انگریزی اردو' پنجابی' سندھی' بلوچی' براہوی' سرائیکی اور پشتو میں چھاپ کر عوام میں تقسیم کیا جائے پھر کسی مروجہ طریقے سے قوم سے رائے لی جائے۔ اس پر رائے دینے کا حق مزدوروں' کسانوں' طالب علموں' اساتذہ' وکیلوں' فنکاروں' دانشوروں' ادیبوں اور صحافیوں سب کو حاصل ہوگا۔"

"یہ سرے کا محل تو نہیں کہ جب چاہا چپ چاپ خرید لیا جب چاہا ملکیت سے انکار کر دیا۔

"بینظیر حکومت کو یاد رکھنا چاہئے کہ آخر انہیں ایک دن جانا ہے ہم سب کو مرنا بھی ہے۔ قوم اور وطن نے قیامت تک رہنا ہے۔

دائم آباد رہے گی دنیا
ہم نہ ہونگے کوئی ہم سا ہوگا

اگر اس ڈولتی ڈگمگاتی حکومت نے کسی زعم میں آکر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دیئے اور اپنے مسائل کو سامنے نہ رکھا تو قوم اٹھے گی۔ گلی گلی مورچہ لگے گا اور قومی معاملات کا سودا کرنے والوں کو سر عام پھانسیاں دے کر ان کی لاشیں عبرت کے لئے چوراہوں میں لٹکا دی جائیں گی۔

"خدا آپ کی حالت پر رحم کرے آپ اسی قسم کی تقریریں کرنے جاتے ہیں"
"جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا بہترین جہاد ہے۔"

۱۰ اگست ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"جب ہمیں دھوپ کھا گئی"

" میں نے کتنی بار آپ سے کہا تھا کہ آپ تھوڑے سے پیسے خرچ کرکے <سنڈے ایکسپریس" کو قانونی نوٹس بھجوا دیں کہ اس نے ہمارے ملک کی وزیراعظم پر. سرے کی جاگیر خریدنے کا جھوٹا الزام لگایا ہے اور اگر اس کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کرے ورنہ اس پر ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کیا جائے گا"

" میں نے اپنے میاں سے بات کی تھی آپ کو تو پتہ ہے کہ وہ وزارت خارجہ میں ہیں وہ میری بات سن کر ہمیشہ خاموش ہو جاتے تھے"

" آپ کے میاں اکثر کن باتوں پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں؟"

" جب کوئی بات سچی ہو اور وہ اس پر تبصرہ نہ کرنا چاہیں لیکن یہ تو بتائیں کہ آپ آج یہ گڑے مردے کیوں اکھاڑ رہے ہیں"

" اس لئے کہ ملک کے ایک جانے پہچانے وکیل ایم ڈی طاہر نے آگے بڑھ کر علم تھام لیا ہے اور "سنڈے ایکسپریس" کو قانونی نوٹس دے دیا ہے کہ وہ سرے محل کے ثبوت ایک ماہ کے اندر اندر شائع کرے ورنہ وزیراعظم اور ان کے شوہر پر بہتان باندھنے پر اسے عدالت میں کھینچا جا سکتا ہے"

" حیرت ہے کہ پیپلزپارٹی کے جیالوں کو یہ خیال کیوں نہ آیا اگر وزیراعظم اپنی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے ایسا نہ کر سکیں تو جانثاروں کی یہ فوج کی فوج کس دن کام آئے گی اور نہیں تو اقبال حیدر کو ہی حق نمک ادا کرتے ہوئے انسانی حقوق کے حوالے

Marfat.com

سے وزیراعظم کی مدد کو آنا چاہئے تھا انہیں وزارت بھی تو دی گئی ہے"

" اقبال حیدر ابھی اپنے وزارتی استقبالیوں میں مصروف ہیں پھر وہ یہ بھی تو سوچتے ہوں گے کہ جس معاملے میں برطانیہ میں پاکستان کا ہائی کمیشن خاموش ہے وہ اس پرائے پھڈے میں اپنی ٹانگ کیوں اڑائیں"

" لیکن آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ ہمارے وزیر اطلاعات و نشریات خالد احمد خاں کھرل کہہ چکے ہیں کہ یہ جاگیر چودھری شجاعت حسین اور میاں نواز شریف کی کمپنی کی ملکیت ہے"

" اچھا تو جب جواب میں چودھری شجاعت حسین نے کھرل سے محل کی چابیاں مانگی تھیں تو وہ واپس کمالیہ کیوں چلے گئے تھے اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ اس قسم کے وزیروں کے بیانات کو سنجیدگی سے نہ پڑھا کریں"

" میری دعا ہے کہ وہ وکیل جو ہماری ہر دل عزیز وزیراعظم کی مدد کیلئے آگے بڑھے ہیں خدا انہیں کامیاب کرے"

" آپ کی دعا تو اپنی جگہ لیکن خدائی فیصلے ہمیشہ حق سچ پر مبنی ہوتے ہیں۔ میرا خدشہ ہے کہ وکیل ایم ڈی طاہر جو ہمیشہ انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے نت نئے موضوعات کے ساتھ عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹاتے رہتے ہیں اور بطور قانون دان ان کی جو ساکھ بنی ہے وہ اس بار مجروح ہو جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں وہ یہ مقدمہ ہار جائیں گے"

" خدا نہ کرے ایسا ہو آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں"

" وہ اس لئے کہ اس مقدمے میں ذرا بھی جان ہوتی تو حکومت اپنے چہیتے وکیل چودھری اعتزاز احسن کو بھاری فیس دے کر برطانیہ روانہ کرتی یا وہ خود وزیراعظم کو اپنی بلامعاوضہ خدمات پیش کر دیتے"

" یہ بات تو دل کو لگتی ہے"

" ایک اور دل کو لگنے والی بات بھی سن لیں کہ یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوا۔ اس کے پیچھے بھی ایک کہانی ہے اب بعض طاقتیں ہراس داستان' ہر اس الزام کی تصدیق

Marfat.com

کروا رہی ہیں جو زبان زدعام ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے"

"یہ تو بہت جلد آپ سب کو معلوم ہو جائے گا۔ ویسے آپ کی پارٹی کی ہر چال الٹی ہے"

"مثلاً"

"آپ نے استاد قمر جلالوی کا وہ مشہور شعر سن رکھا ہوگا جو ایسی صورتحال پر سو فیصد منطبق ہوتا ہے"

"کون سا" .....

"اب نزع کا عالم ہے مجھ پر تم اپنی محبت واپس لے لو
جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے تب بوجھ اتارا کرتے ہیں"

"مرکز اور صوبوں میں وزیروں اور مشیروں کی فوج بھرتی کرکے کشتی پر بوجھ اور بڑھا دیا گیا ہے میرا خیال ہے کہ اس قسم کے مشورے دینے والا اندر سے میاں نواز شریف سے ملا ہوا ہے اور کل ڈوبنے والی کشتی کو آج ہی ڈبونے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے"

"لیکن میرے میاں تو اور ہی بات کہہ رہے تھے کہ یہ سارے اقدامات' یہ وزیروں مشیروں کی فوج کی بھرتی' عنقریب ہونے والے الیکشنوں کی تیاری ہے ان وزیروں مشیروں کی صوابدید پر بہت سے فنڈ بھی رکھے جائیں گے تاکہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں خرچ کرکے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکیں"

"آپ کا خیال ہے کہ کسی ٹوٹی ہوئی سڑک پر چار اینٹیں لگا دینے سے لوگ ان کو ووٹ دے دیں گے۔ میرا خیال ہے کہ الیکشن کے دنوں میں لوگ وہی اینٹیں اکھاڑ کر ان کے سر پر دے ماریں گے اور پوچھیں گے"

آئے ہو اب مسافرو جب ہمیں دھوپ کھا گئی

۱۳ اگست ۱۹۹۶ء

Marfat.com

مولانا جہانگیر بدر اور علامہ محمود احمد قادری

وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کو ان دنوں دعائیں بہت اچھی لگنے لگی ہیں وہ سرکاری خرچ پر بہت بڑا وفد لے کر سعودی عرب جائیں تو وہاں بھی ایک خوش الحان پرندہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ اپنی چونچ کھولتا ہے تو ٹیلی ویژن کیمرے خاص طور پر اس کی جانب نگراں ہوتے ہیں اور ساؤنڈ ریکارڈسٹ کی تو جان پر بنی ہوئی ہوتی ہے کہ کہیں اس خوش الحان پرندے کی نغمگی کی کوئی تان ریکارڈ ہونے سے رہ نہ جائے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب کیمرہ وزیراعظم کے چہرے سے ہٹتا ہے۔ پھر اس ساری کارروائی کو فوراً پاکستان منتقل کیا جاتا ہے تاکہ رات کو پاکستان ٹیلی ویژن کے بے نظیر نامے میں (جسے عرف عام میں خبرنامے کا نام دیا جاتا ہے) اس میں دکھایا جا سکے اس سارے ذاتی پراپیگنڈے کو خبر کا نام دیا جاتا ہے۔ کوئی ان لال بھبکڑوں سے پوچھے کہ اس میں خبریت کیا ہے جس کو عوام تک پہنچانے کے لئے قومی خزانے سے لاکھوں روپے لٹا دیئے جاتے ہیں۔ خبر تو جب بنتی کہ وزیراعظم مکہ میں موجود ہوتے ہوئے روضہ رسول انسانیت ﷺ کے پاس مسجد نبوی میں نماز ادا نہ کرتیں۔ لیکن میں بھی اپنی سادگی میں کن لوگوں سے کس قسم کی توقعات باندھ لیتا ہوں۔

یہ ربیع الاول کا مبارک مہینہ ہے۔ اس مہینے دنیا کے افق پر وہ سورج طلوع ہوا جس کی مقدس اور روشن کرنوں نے دنیا سے ظلم و طغیان اور استبداد کے بھیانک اندھیرے کو دور بھگا دیا۔ خیر و برکت کے ٹھنڈے اور میٹھے چشمے جاری ہوئے جن سے

Marfat.com

بھٹکی ہوئی' ترسی ہوئی مخلوق اللہ نے اپنی پیاس بجھائی اور فوز و فلاح کی راہ اپنائی۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں بسنے والے مسلمان اپنی اپنی سطح پر ان مبارک دنوں میں خوشی مناتے ہیں اور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں سلام و درود کی محفلیں سجاتے ہیں اپنی کوتاہیوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں اور آئندہ کے لئے صراط مستقیم پر چلنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ جب غریب سے غریب بستی میں بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق لوگ خوشیاں مناتے ہیں تو ضروری تھا کہ وزیراعظم کے محل نما گھر میں بھی سلام و درود کی محفل کا اہتمام کیا جاتا۔ تو یہ اہتمام ہوا یہ اور بات ہے کہ سلام و درود کی اس مقدس محفل میں بھی محمود ایاز ایک صف میں نہ بیٹھ سکے خواتین کی اس محفل درود و سلام میں وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے لئے اسٹیج بنایا گیا جہاں کچھ دیر بعد ان کے تینوں بچے بھی اپنی نانی اماں بیگم نصرت بھٹو کے ساتھ آکر بیٹھ گئے اور یہ سارا اہتمام ٹیلی ویژن کے کیمروں کے زاویوں کے مطابق کیا گیا اور درود و سلام اور نعت پڑھنے والی خواتین کو گز دو گز دور بٹھایا گیا اور ٹیلی ویژن والوں نے تو اس وقت حد کر دی جب نعت پڑھنے والیاں سرور کونین ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کر رہی تھیں اور کیمرہ بار بار وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور ان کے بچوں کے بڑے کلوز شاٹ دکھا رہا تھا اور انتہا اس وقت ہوئی جس محفل کے آخر میں ایک خاتون نے دعا مانگی جس میں وزیراعظم بھٹو کی ذات اور ان کی ڈولتی ڈگمگاتی حکومت کے استحکام کے لئے جس طرح کے الفاظ استعمال کئے گئے' باضمیر انسانوں کے لئے ان میں عبرت کی بہت سی نشانیاں تھیں اور میرا یقین ہے کہ عین اس وقت پاکستان بھر میں لوگوں کی دعائیں اس کے برعکس تھیں یہ اور بات کہ ان میلاد کی محفلوں کو لاکھوں روپے کے خرچ سے ٹیلی ویژن پر نہیں دکھایا گیا

یکم اگست کے اخبار میں ایک خبر خاص طور پر چھاپی گئی ہے پہلے آپ خبر پڑھ لیں اخبار نے سرخی جمائی ہے "آپ نے بہت اچھی دعا مانگی ..... وزیراعظم"

ترکی پل کی تختی کی نقاب کشائی کے دوران علامہ محمود احمد قادری نے دعا کرتے ہوئے کہا اللہ استحکام پاکستان اور نظام مصطفیٰ کے لئے بھٹو شہید کی بیٹی کا سایہ قائم رکھ

Marfat.com

ان کی عمر لمبی کرتا کہ ان کی قیادت میں ملک مزید ترقی کر سکے اور ان کے دور میں کشمیر کاز کے لئے کئے گئے کام میں مدد کرتا کہ ان کی حکومت میں کشمیر آزاد ہو جائے"

"بعد میں وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے مولانا سے کہا کہ آپ نے بہت اچھی دعا مانگی ہے آپ سے پہلی بار ملاقات ہوئی ہے اس سے پہلے کبھی ایسی دعا نہیں سنی بلکہ آپ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ بم دھماکوں میں ملوث ملزمان اور دو زندہ بم پکڑے گئے ہیں"

میں علامہ محمود احمد قادری صاحب کو ذاتی طور پر نہیں جانتا مجھے معلوم نہیں کہ وہ کس شاخ کے پھول ہیں۔ خدا انہیں خوش و خرم رکھے یقیناً خوش و خرم رہیں گے کیونکہ انہوں نے وہ راہ اپنائی ہے۔ اب یقیناً ان کی وزیراعظم سے اکثر ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ کیونکہ وزیراعظم کو تختیوں کی نقاب کشائی اور افتتاحی فیتے کاٹنے کا خاصا شوق ہے اور اس طرح کی ہر تقریب میں دعا مانگنا تقریب کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے بلکہ حاصل غزل یہی شعر ہوتا ہے جو کسی ایسے علامہ کی زبان سے ادا ہو۔ میرا وزیراعظم بے نظیر بھٹو صاحبہ کو ایک صحافیانہ مشورہ ہے کہ اب جبکہ وہ اپنی حکومت کے استحکام کے لئے وزیروں کی ایک بڑی فوج بھرتی کر رہی ہیں وہ ایسے پہنچے ہوئے بزرگ علامہ محمود احمد قادری صاحب کو بھی اپنی کابینہ میں شامل کر لیں تاکہ وہ دعا جو انہوں نے پہلی بار سنی ہے ہر روز ان کی سماعتوں میں شہد گھول سکے اور ہو سکے تو مولانا جہانگیر بدر سے مذہبی امور کی وزارت واپس لے کر علامہ محمود احمد قادری صاحب کو مذہبی امور کا وزیر بنا دیں کیونکہ "علامہ" کی ڈگری بہرحال "مولانا" سے زیادہ وقعت رکھتی ہے اور مولانا جہانگیر بدر کو کوئی ایسی وزارت دے دیں جہاں وہ زیادہ دل جمعی سے اپنے فرائض ادا کر سکیں۔ کیونکہ جہانگیر بدر سے یہ مطالبہ بھی تو کیا جا رہا ہے کہ اب وہ داڑھی رکھ لیں اور جہانگیر بدر نے اگر آج سے ہی داڑھی رکھ لی تو شرعی حدود تک پہنچنے میں دو چار مہینے لگ جائیں گے اس وقت تک اگر حکومت کی چھٹی ہو گئی تو میرے دوست جہانگیر بدر کی ساری محنت کس گھاٹ لگے گی اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے وزیراعظم ایسا رد و بدل نہیں کر سکتیں تو ایک نئی وزارت کی داغ بیل ڈال دیں۔ اسے وزارت دعا کا نام

Marfat.com

دے دیں۔ آخر انہوں نے اپنے شوہر نامدار جناب آصف علی زرداری کے لئے بھی تو وزارت بنائی ہے وزارت سرمایہ کاری۔ باقی رہی تنخواہ وغیرہ تو وہ کون سی انہیں نے اپنی جیب سے ادا کرنی ہے قومی خزانے پر ہی بوجھ پڑنا ہے تو کوئی بات نہیں جہاں لاکھ وہاں سوا لاکھ۔

۶ اگست ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"عاشق کا گریبان یا قومی پرچم"

دو چار گرہ کپڑا اگر کسی عاشق نامراد کا گریبان بن جائے تو اس کے انجام کے بارے میں کسی قسم کی پیش گوئی کا جوا نہیں کھیلا جا سکتا۔ یہ حسن کے محاذ پر جنگ لڑنے والے پر منحصر ہے کہ وہ ہجر و وصال کے لمحات میں کونسا رویہ اپناتا ہے۔ وہ کبھی ہجر کے کسی اندھے موڑ پر اپنے جیسے دل زدگان کی نمائندگی اس طرح دھمکی آمیز بیانات سے بھی کر سکتا ہے .....

راستے بند کئے دیتے ہو دیوانوں کے
ڈھیر لگ جائیں گے بستی میں گریبانوں کے

اور کبھی محاذ عشق پر اپنی ناکامی کے بعد اس کی فغاں طرازیاں یوں بھی سنی جا سکتی ہیں .....

پھاڑ کر پھینک دیا ہاتھ کا الجھاؤ گیا
ایک قصہ تھا گریبان کے سلجھانے کا

اور غالب نے تو آخری فتویٰ یہ دیا ......

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

بات کو مختصر کرتے ہوئے اصل کی طرف آتا ہوں کہ دو چار گرہ کپڑا اگر عاشق کا گریبان یا کسی قیامت قامت عشوہ طراز، مژگان دراز کا آنچل ہو تو آپ ان حالات و

Marfat.com

واقعات کی ترتیب کے مطابق جس طرح جی چاہے کھیل سکتے ہیں لیکن جب یہی چار گرہ کپڑا کسی قوم کی آرزوؤں اور امنگوں کا مظہر بن جاتا ہے تو پھر اس سے عاشق کے گریبان والا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے برعکس خواہ حالات و واقعات کی ترتیب کچھ بھی ہو۔ انفرادی مفادات کسی بھی عنوان چیخ رہے ہوں۔ اس چار گرہ کپڑے کا احترام ہر حالت میں برقرار رہنا چاہئے۔ جسے قومی پرچم کا درجہ دے دیا گیا ہو اور جب آپ قومی پرچم کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بے احتیاطی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو آپ اس چار گرہ کپڑے کی دھجی کو کچھ نہیں کہہ رہے ہوتے' حقیقت میں آپ اس پوری قوم اور ملک کے خلاف بات کر رہے ہوتے ہیں جنہوں نے اسے اپنے قومی پرچم کا درجہ دے رکھا ہوتا ہے اور قومی پرچم کو بے توقیر کرنے والوں پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔

قومی پرچم کے بارے میں یہ ساری باتیں اس لئے کی ہیں کہ آج قومی اخبارات میں یہ افسوسناک خبر پڑھ کر دکھ ہوا۔ خبر آپ بھی پڑھ لیجئے ..... خوشاب کے علاقے میں پاکستان پیپلزپارٹی کے وفاقی وزیر ڈاکٹر شیر افگن اور صوبائی وزیر ماحولیات الحاج صالح محمد گنجیال کے درمیان اس وقت سخت جھڑپ اور تکرار ہو گئی جب صالح محمد گنجیال نے قومی پرچم کی توہین کرتے ہوئے کہا کہ "میں نہ صرف اپنی گاڑی سے قومی پرچم اتارنے کے لئے تیار ہوں۔ بلکہ ضرورت پڑنے پر اسے پھاڑ بھی سکتا ہوں۔" خبر کی تفصیلات تو اس سے آگے بھی ہیں لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میرے لئے تو شرمندگی کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے اور حب الوطنی کے بارے میں حساس صوبے پنجاب کے ایک وزیر نے قومی پرچم پھاڑنے کی بات کی ہے میں وزیر ماحولیات سے زندگی بھر کبھی نہیں ملا اور میں نے اپنے ایک باخبر صحافی دوست سے پوچھا کہ یہ الحاج صالح محمد گنجیال کون بزرگ ہیں جن کو وزارت سے بھی نوازا گیا ہے جنہوں نے ضرورت پڑنے پر قومی پرچم کو پھاڑ دینے کی بھی دھمکی دی ہے۔ میرے دوست نے صرف ایک لفظ کہہ کر فون بند کر دیا "لوٹا" ..... وزیراعظم بینظیر بھٹو کی

Marfat.com

منظوری کے بغیر کسی خوش الحان پرندے کو دانہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ لہٰذا صالح محمد گنجیال جب کسی دوسری جماعت کی چھتری سے اڑ کر وزیراعظم بینظیر بھٹو کے صحن میں دانہ دنکا چگنے آئے ہوں گے تو وزیراعظم نے ہنس ہنس کر ان نئے مہمانوں کو خوش آمدید کہا ہوگا۔ جنہوں نے آج یہ کہہ دیا کہ ضرورت پڑی تو وہ یہ پرچم پھاڑ بھی سکتے ہیں۔ جس سیاسی کلچر میں پرچم تو کیا ملک کو بھی دو لخت کر کے اقتدار حاصل کرنا ضرور ہو وہاں صالح محمد گنجیال کا یہ جملہ عام سی بات ہے۔ تو اس میں تعجب کیسا۔ نمک کی اس کان میں جو بھی گیا سلونا ہی ہوا۔ اس پارٹی کے سیاسی کلچر میں آپ کو ہر طرح کا مال ملے گا تعلیم کے نام پر جہالت' ثقافت کے نام پر فحاشی اور بے حیائی اور مساوات کا یہ حال ہے کہ غریب آدمی اگر اپنے لئے چار پیسے کا جوتا بھی خریدے تو جان لیوا ٹیکس ادا کرے اور وزیراعظم خود اپنے لئے لاکھوں روپے کی کار خریدے تو ایک پیسہ ٹیکس نہ دے ..... جئے بھٹو۔

اگرچہ ان وڈیروں اور جاگیرداروں سے پاکستان کے لئے حقیقی اور سچی محبت کی توقع رکھنا تھوہر بیج کر گلاب کی یافت کرنے کی تمنا کے برابر ہے لیکن کیا کیجئے کہ ابھی حالات نے ان بے مغز سروں پر دستار فضیلت رکھی ہوئی ہے اور اب عوام اسی دستار کا ایک ایک پیچ کھول رہے ہیں۔ بہت جلد ان کی بد روحیں اور مکروہ چہرے سب کے سامنے آ جائیں گے۔ میں عوام کی عدالت میں اس مقدمے کو پیش کر رہا ہوں۔ میں پنجاب کے وزیراعلیٰ سے بھی پوچھتا ہوں کہ جس ملک کے قیام کے لئے لاکھوں سروں کو اپنے شانوں سے محروم ہونا پڑا لاکھوں سہاگنوں کے خواب اندھے ہوئے ہزاروں بچیوں کو نیزوں کی نوک پر برباد کر دیا گیا۔ پاکستان کے قیام کے لئے جہاں جہاں جو جو قربانی دی گئی یہ سبز ہلالی پرچم ان تمام آہوں' آنسوؤں اور امنگوں کا مظہر ہے جب ہوا کے دوش پر لہراتا ہے تو اہل پاکستان اپنی تمام محرومیوں کے باوجود اس کو سلام کرتے ہیں اس کو پھاڑ پھینکنے کی جرات کرنے والوں کو وزارتیں دے کر آپ کس کی خدمت کر رہے ہیں۔ میں توقع رکھوں گا کہ اس واقعہ کی پوری پوری غیر جانبدارانہ تحقیق کی جائے گی۔ یہ قومی پرچم کی قومی غیرت کا سوال ہے۔

Marfat.com

یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخ مکتوب
مگر ستم زدہ ہوں' ذوق خامہ فرسا کا

۱۹ اگست ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"اچے برج لاہور دے"

" یہ آپ کے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہی اور آپ اس قدر تکلیف سے کیوں چل رہی ہیں کیا کوئی حادثہ ہو گیا؟"

" حادثہ ہی سمجھیں"

" آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ احتیاط برتا کریں۔ سڑکوں پر ٹریفک کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہے"

" یہ حادثہ سڑک پر پیش نہیں آیا بلکہ جلسہ گاہ میں اسٹیج پر پیش آیا"

" لیکن آپ تو جلسوں میں کبھی آئی ہی نہیں"

" میں آپ کے جلسوں میں کیوں جانے لگی"

" تو پھر یہ حادثہ کہاں پیش آیا"

" آپ تو ایسے بے خبر بن رہے ہیں جیسے کچھ پتہ ہی نہیں وزیراعظم کا جلسہ نہیں تھا قذافی سٹیڈیم کے باہر؟"

"اچھا اچھا اصل میں میں کوئٹہ گیا ہوا تھا۔ وہاں جمہوری وطن پارٹی کی میزبانی میں سولہ جماعتوں کا مشترکہ جلسہ تھا۔ مجھے بھی دعوت تھی۔ خیر آپ اپنے جلسے کا حال سنائیں"

"کیا سننا چاہتے ہیں آپ"

"بھئی یہی کہ جلسہ کیسا تھا۔ حاضرین کیسے تھے۔ کتنے تھے وہ بسیں' ویگنیں اور ٹرک

Marfat.com

کہاں کھڑے گئے تھے جن کے مالکان پچھلے دو دن سے پولیس کی زیادتیوں کا ماتم کر رہے ہیں کہ پولیس نے وزیراعظم کے جلسے میں لوگوں کو ڈھونے کے لئے ان کی بسوں کو اپنی تحویل میں لے رکھا ہے"

"آپ تو کہہ رہے تھے کہ آپ یہاں نہیں تھے پھر آپ کو یہ ساری اندر کی باتیں کیسے پتہ ہیں"

"آپ کا کیا خیال ہے کہ قومی پریس بھی پی ٹی وی کی طرح سو گیا ہے کہ لوگوں تک سچی بات نہ پہنچے میں نے جہاز میں ہی یہ ساری خبریں پڑھ لی تھیں۔ اچھا یہ بتائیں حاضری کتنی تھی"

"کم از کم ڈھائی تین ہزار"

"میں پولیس اور سفید کپڑوں میں خفیہ والوں کی بات نہیں کر رہا۔ میں پوچھ رہا ہوں جلسے سننے کتنے لوگ آئے تھے؟"

"اب میں کچھ کہوں گی تو آپ کہیں گے کہ ان میں ایل ڈی اے کے مالیوں' اور صفائی کرنے والے عملے اور کارپوریشن کے تحت چلنے والے سکولوں کے استادوں اور استانیوں کو نکال کر بات کروں"

"نہیں آپ ان سب کو شامل کر کے بات کریں"

"میرا خیال ہے چالیس ہزار تو ہوں گے"

"دیکھئے بات جھوٹ کی نہیں ہو رہی۔ آپ کے میاں وزارت خارجہ میں ہیں آپ کو ان کی ہونے والی ترقی کی قسم سچ سچ بتائیں"

"اب آپ یہ کیا مولویوں کی طرح قسمیں دے کر پوچھ رہے ہیں۔ بیس ہزار سے تو کم نہیں تھے"

"مجھے ابھی بھی آپ کی حساب دانی پر شک ہے ذرا ٹھہریں آپ کو آپ کے پیارے پیارے بچوں اور اپنی اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کا واسطہ سچ سچ بتائیں"

"پہلے آپ بتائیں کوئٹہ میں نواز شریف کے جلسے میں کتنے لوگ تھے۔"

Marfat.com

"میں نے ایک ایک بندہ تو نہیں گنا لیکن میرا دیانت دارانہ تجزیہ یہ ہے کہ صادق شہید سٹیڈیم میں اور ملحقہ سڑکوں پر انسانی سروں کی فصل' اگ آئی تھی اور یہ سب اپنے رہنماؤں کو سننے آئے تھے اور وہاں کے لوکل اخبارات نے لکھاکہ کوئٹہ کی تاریخ کا یہ دوسرا بڑا جلسہ تھا۔ اس سے پہلے والا جلسہ بھی جسے تاریخی گنا گیا وہ بھی نواز شریف ہی کا تھا۔"

"اب آپ بتا دیں کہ آپ کے بقول خود' ہر دل عزیز وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے جلسے میں کتنے لوگ ہوں گے"

"آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ کچی آبادی کے مکینوں کو رجسٹریوں کے لالچ میں بلایا تھا لیکن بات نہیں بنی اور اسی لئے جب وزیراعظم نے دیکھا کہ حاضری کم ہے تو انہوں نے لوگوں کو آگے آنے کو کہا تاکہ کم از کم ٹیلی ویژن پر تو کیمرہ ٹرک سے عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آئے اور پھر تو پوچھئے نہیں کیسی ہڑبونگ مچی اور اسٹیج پر وہ طوفان بدتمیزی تھا کہ ایک شخص نے اسٹیج سے دھکا دیا اور میں اپنی ٹانگ تڑوا بیٹھی"

"خدا آپ کو جلد صحت یاب کرے وزیراعظم نے کیا خاص بات کہی"

"اگر سب کی تقاریر کا نچوڑ نکالا جائے تو بات صرف اتنی ہے ہماری ہر دل عزیز وزیراعظم آئندہ الیکشنوں میں لاہور فتح کرنا چاہتی ہیں"

"وزیراعظم کی یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی لاہور لاہور ہے سرے کی جاگیر نہیں اور یہ شہر محبت بھی ٹوٹ کر کرتا ہے اور جب اپنی نفرت کا اظہار کرتا ہے تو دوسرے کو عبرت کا نشان بنا دیتا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا جب بھٹو صاحب نے یہاں کشمیر کے لئے بھارت سے ایک ہزار سال لڑنے کی بات کی تو لاہور نے پاکستان کا خواب دیکھنے والے علامہ اقبال کے بیٹے کو ووٹ نہیں دیئے تھے لاہور نے بھٹو کو کاندھوں پر اٹھا لیا تھا اور جب بھٹو صاحب نے لاہور کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تو نتیجہ آپ نے دیکھا۔ بے نظیر لندن سے آئیں تو لاہور نے کس گرم جوشی سے انہیں خوش آمدید کہا اور جب بے نظیر بھٹو نے اہل لاہور کو اپنی غلط پالیسوں کی وجہ سے ناراض کر لیا تو

Marfat.com

اسی لاہور نے پیپلز پارٹی کو الیکشن کے وقت عبرت ناک شکست دی۔ جس کے زخم شاید آج بھی رس رہے ہوں۔ لاہور سچا اور کھرا شہر ہے۔ یہ پاکستان مسلم لیگ کا شہر ہے۔ یہ میاں نواز شریف کا شہر ہے۔"

"اچے برج لاہور دے"

۲۲ اگست ۱۹۹۶ء

Marfat.com

اف میری توبہ

"رات آپ کو زی ٹیلی ویژن کے خبر نامے میں دیکھا یہ بتائیں آپ میاں نواز شریف سے کیا سرگوشی کر رہے تھے"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر پاکستان ٹیلی ویژن اپنی پیشہ ورانہ ذمے داری دیانت داری سے پوری نہیں کرتا اور اسے ساون کے اندھے کی طرح ہر طرف وزیراعظم ہی وزیراعظم نظر آتی ہے تو قصور کس کا ہے"

"آپ تو تقریر کے موڈ میں ہیں"

"وہ اس لئے کہ ان بے نصیبوں کو پتہ ہی نہیں کہ خبر نامے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ ملک میں حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں۔ وہ خبرنامے میں ہونا چاہئے یا بے نظیر بھٹو کے کسی منصوبے کی افتتاح کی تصویری جھلکیاں۔ آخر اس کاروبار سے ٹیلی ویژن یا حکومت کیا ثابت کرنا چاہتی ہے"

"آپ سے بات کرنا تو بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف ہے"

"آپ برا نہ مانیں ذرا صبر سکون سے میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہمیں قومی دولت میں سے لاکھوں کروڑوں روپے کسی ایک شخص یا گروہ کی ذاتی پبلسٹی پر خرچ نہیں کرنے چاہئیں۔ اب بھلا بتائیں جس جلسے میں آپ اپنی ٹانگ تڑوا کر آئی ہیں اس کی ضرورت کیا تھی"

"کچی آبادیوں کے چند مکینوں کو مالکانہ حقوق ہی دینے تھے نا تو یہ کام کوئی تحصیلدار

Marfat.com

بڑی خوش اسلوبی سے کر سکتا تھا۔ یا زیادہ سے زیادہ لاہور کا ڈپٹی کمشنر"

" میں نے کئی دفعہ اپنے آپ سے عہد کیا کہ آپ سے سیاست وغیرہ پر کوئی بات نہیں کروں گی لیکن ہر بار غلطی ہو جاتی ہے"

" غلطی آپ سے نہیں آپ کی حکومت سے ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر کہیں دنیا میں اس بات کا ریکارڈ ہو کہ کس وزیراعظم نے کتنی تختیوں کی نقاب کشائی کی تو اس دوڑ میں ہماری وزیراعظم پہلے نمبر پر آئیں گی اور آپ کو اپنے تجربے کی ایک بات بتاتا ہوں کہ خودنمائی میں بھٹو خاندان کو کوئی شکست نہیں دے سکتا"

" بات ٹیلی ویژن سے چلی تھی"

" جی ہاں ٹیلی ویژن سے ہی چلی تھی اگر آپ کو یاد ہو تو میں نے بہت پہلے آپ کو بتایا تھا کہ ٹیلی ویژن کی ایم ڈی کلچرل شوز کے بارے میں جو کہہ رہی ہے کہ ہم نے کروڑوں روپے کمائے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔ آج کے قومی پریس میں ایم ڈی کے ان دعووں کی قلعی بھی کھل گئی ہے۔ سارا حساب آڈٹ ہوا ہے تو کیسے کیسے انکشافات ہوئے ہیں خدا کی پناہ تمام قاعدے قوانین پس پشت ڈال کر مالی طور پر کیا کیا گل کھلائے گئے ہیں۔ پہلے کہا گیا کہ دو کروڑ اسی لاکھ روپے کمائے ہیں حساب ہوا تو ایک کروڑ پچیس لاکھ کا نقصان سامنے آیا"

" لیکن نفع، نقصان میں کیسے بدل گیا"

" جب صرف کھانے کا بل ستاون لاکھ روپے ہو۔ جب نگہت چودھری کے نام پر لاہور کے فائیو سٹار ہوٹل میں بیس رکنی وفد کے لئے کمرے بک ہوں اور نگہت کراچی میں ہو تو پوچھا جا سکتا ہے کہ ان کمروں میں کیا ہوتا رہا۔ جو لوگ جو فنکار پروگراموں میں شریک ہی نہیں ہوئے انہیں بھی پیسے دیئے گئے اور رسید نام کی کوئی چیز فائلوں میں نہیں ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بتایا تھا کہ ٹیلی ویژن کو مالی اور ثقافتی طور پر کنگال کر دیا گیا ہے اور میری اطلاع ہے کہ آئندہ ملازمین کی تنخواہوں کے لئے پیسہ نہیں رہا"

" لیکن یہ تو نئے نئے علاقائی چینل کھول رہے ہیں"

Marfat.com

" اس کی حقیقت بھی بہت جلد سامنے آ جائے گی۔ یہ سارے جعلی عکس ہیں"

" میرا خیال ہے کہ ہماری ہر دلعزیز وزیراعظم ٹیلی ویژن میں ہونے والے گھپلوں کا حساب ضرور لیں گی"

" میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہو گا کیونکہ اگر سہیلی نے سہیلی سے پلٹ کر سرے کے محل کے بارے میں پوچھ لیا تو بات کہاں تک جائے گی آپ کو اندازہ ہے"

" تو ٹھیک ہے ان کے جلسے میں آپ کی ٹانگ ٹوٹی ہے شاید سیاسی طور پر وزیراعظم آپ کی مزاج پرسی کے لئے آ جائیں آخر آپ بھی تو جیالی ہیں تو اس وقت ان سے ٹیلی ویژن میں ہونے والی بدعنوانیوں کا ذکر کر کے دیکھ لیجئے گا۔ جو جواب ملے گا وہ میں ابھی سے آپ کو بتا دیتا ہوں یہ سب غلط ہے ہماری جماعت میں کوئی کرپٹ نہیں یہ سب اپوزیشن کا کیا دھرا ہے۔ اپوزیشن کرپٹ ہے اور وہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ جس نے ٹیلی ویژن کے حسابات کا آڈٹ کیا وہ نواز شریف کا آدمی ہے اور دوسرے دن وزیراطلاعات نشریات کا بیان آئے گا کہ آڈٹ ٹیلی ویژن کا نہیں میاں نواز شریف کی ایک فیکٹری کا ہوا ہے اور ساری بدعنوانیاں وہاں ہوئی ہیں"

" آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا اپنے دل کی بھڑاس نکال لی آپ نے میاں نواز شریف سے کیا سرگوشی کی تھی"

" ہاں یاد آیا میں نے پوچھا تھا کہ جب آپ دوبارہ وزیراعظم بن جائیں گے تو لوگوں کے مغموم' اداس چہروں پر مسکراہٹ واپس لانے کی کوئی سنجیدہ کوشش بھی کریں گے یا بے نظیر کے دور ثانی کی طرح آپ بھی سابقہ غلطیاں ہی دہرائیں گے"

" میں نے تین سال میں بہت کچھ سیکھا ہے اُف میری توبہ" میاں صاحب کا جواب تھا۔

۲۵ اگست ۱۹۹۶ء

Marfat.com

صوبہ سرحد اور سندھ کا بے روک فیصلہ

جب صوبہ سرحد کے کونے کونے سے آنے والے تقریباً ڈھائی لاکھ انسانوں نے تپتی دوپہر میں سرخ اور سبز جھنڈے لہرا کر پشاور کی سڑکوں پر مارچ کرتے ہوئے بے نظیر بھٹو کی حکومت کے خلاف اپنا بے روک فیصلہ سنا دیا اور ریلی کے اختتام پر منعقد ہونے والے اجلاس میں مسلم لیگ اور عوامی نیشنل پارٹی نے صوبائی اور قومی اسمبلی کے ممبران کے استعفے میاں نواز شریف کے حوالے کر دیئے تو لاکھوں لوگوں نے تالیاں بجا کر ممبران کے اس اقدام کی تحسین کی۔ بڑے بوڑھوں نے بتایا کہ آج کا جلوس پشاور کی تاریخ کا سب سے بڑا اور پرجوش جلوس تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ صوبہ سرحد نے اپنا حق ادا کر دیا۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا اور صوبہ سرحد کا فیصلہ آ گیا تو اسلام آباد کے حکومتی ایوانوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔

"کیا کیا جائے عوام کے ان بے باک فیصلوں کو کیسے روکا جائے۔ کیسے رد کیا جائے" اب اگلی عوامی ریلی صوبہ سندھ میں تھی۔ سازشی اذہان کو ہر کارے بھیج کر بلایا گیا۔ کسی بھی قیمت پر سندھ میں ہونے والی ریلی کو ناکام بنایا جائے لیکن یہ کام اس خوبصورتی سے کیا جائے کہ ہمارے سرکوئی الزام نہ آئے۔ منظر کچھ ایسا بن جائے کہ

Marfat.com

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

کراچی میں منعقد ہونے والی ریلی کے خلاف سازشوں کے جال بنے جانے لگے۔

"کیوں نا ائرپورٹ پر اترتے ہی گرفتار کر لیا جائے"

نرم و گداز صوفے میں دھنسے ہوئے ایک بے مغز طوطے نے تجویز پیش کی۔

" نہیں اس سے لوگ بھڑک اٹھیں گے۔ پھر یہ بپھرا ہوا ہجوم جگہ جگہ توڑ پھوڑ اور آتش زنی کی وارداتیں کرے گا۔ پولیس اور رینجرز کے ساتھ تصادم ہو گا۔ گولی چلی گی۔ لاشیں گریں گی اس سے تو ان کی تحریک اور زیادہ مضبوط ہو جائے گی"

" سر ان کے جہاز کو کسی اور ائرپورٹ پر لینڈ کروا دیا جائے"

ایک اور طوطے نے داد طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے زریں مشورہ دیا۔

" نہیں اس صورتحال میں بھی خدشات موجود ہیں۔ کوئی ایسی تجویز سوچو جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" طوطے سر جوڑ کر کسی گہری سوچ میں چلے گئے

" سر آپ کا کیا خیال ہے کتنے لوگ ریلی میں شرکت کریں گے"

ایک طوطے نے سکوت توڑا۔

" خفیہ کی رپورٹ ہے کہ تین چار لاکھ آدمی جلوس میں شامل ہو سکتے ہیں اگر اتنے لوگ آگئے تو بہت برا ہو گا۔ اسلام آباد ناراض ہو جائے گا۔"

" سر اسلام آباد سے پوچھ لیں وہ کیا مشورہ دیتے ہیں"

ایک سال خوردہ طوطے نے پر پھڑپھڑائے۔

" اسلام آباد کی ایک ہی رٹ ہے' کسی بھی قیمت پر ریلی کو ناکام ہونا چاہئے"

" ابھی تو چار دن پڑے ہیں سر آپ زیادہ پریشان نہ ہوں ہم کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔" طوطے اپنے اپنے آشیانوں کی طرف پرواز کر گئے۔ سوچنے کے لئے ایک دن اور مل گیا تھا۔ دوسرے دن ہر طوطے کی بغل میں ایک ایک فائل تھی جن میں

Marfat.com

ریلی کو ناکام بنانے کی بہت سی تجاویز تھیں جب سب طوطے اپنی اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے تو باری باری سب کو چونچ کھولنے کے لئے کہا گیا۔"

" سر میری یہ تجویز ہے کہ ہم شہر میں جلسے کر کے شہر کا مزاج بدل دیں لوگوں کو سمجھائیں کہ حکومت ان کی بھلائی کے لئے کیا کیا اقدامات کر رہی ہے اور اگر وزیراعظم خود جلسے میں آ جائیں تو کیا ہی بات ہے" پہلا طوطا یہ مشورہ دے کر بے وقوفوں کی طرح سب کی طرف دیکھنے لگا۔

" اس شہر میں ہمارا کوئی جلسہ کبھی کامیاب ہوا ہے جواب ہو گا کیا لوگ ہماری باتیں سننے آجائیں گے۔ اور لیاری والے جلسے میں وزیراعظم کا جو حشر ہوا تھا اسے دیکھنے کے بعد بھی تم جلسے میں وزیراعظم کو بلانا چاہتے ہو میرا خیال ہے کہ تمہیں یہ تجویز ضرور اپوزیشن نے دی ہے تاکہ کراچی والے دو دن کے اندر دونوں لیڈروں کی مقبولیت کا اندازہ کرلیں' اب تم میٹنگ کے اختتام تک اپنی چونچ بند رکھنا۔"

" سر مشورہ دینے سے پہلے میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ خفیہ والوں کی کیا رپورٹ ہے۔ اندرون سندھ سے کتنے لوگوں کی آمد کی توقع ہے۔"

" ان کی اطلاع ہے کہ اس کا صحیح اندازہ نواز شریف کے دورہ سکھر کے بعد دے سکیں گے۔ ایک ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ ایک لاکھ آدمی آسکتا ہے"

تو اس سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے اندرون سندھ سے آنے والوں کو روکنا ہو گا۔ اگر اندرون سندھ سے لوگ آ گئے تو یہ تاثر عام ہو جائے گا کہ کراچی کے بعد اندرون سندھ بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ لہٰذا ان تمام قافلوں کو شہر سے باہر ہی روک دیا جائے۔ چند گھنٹوں کی بات ہے۔ کسی بہانے سے سڑک کو بلاک کر دیا جائے۔ ہر شہر میں پولیس کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ بسوں اور ویگنوں کو شہر سے نہ نکلنے دے۔ ہمیں ہر قیمت پر چار بجے تک انہیں شہر سے باہر روکنا ہے۔ جب ریلی شروع ہو جائے تو پھر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اندھیرا بھی ہونے والا ہو گا۔ وہ لوگ بددل ہو کر خود ہی بکھر جائیں گے۔ واپس چلے جائیں گے۔

Marfat.com

سب طوطوں نے اس تجویز پر اپنے پر پھڑپھڑا کر اسے داد دی۔

" آپ کچھ فرمائیں" ایک دانشور طوطے کو مخاطب کیا گیا۔

" سر ہمیں شہر میں دہشت پھیلا دینی چاہئے تاکہ لوگ خوف کی وجہ سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں یا کم از کم ریلی سے دور رہیں۔"

" دہشت سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

" سر جس طرح چودہ اگست والے جلسے کے دن کچھ لوگ مارے گئے تھے"

" تو اس سے' ان کا جلسہ تو ناکام نہیں ہوا تھا"

" کچھ اور سوچو"

" سر میری تجویز یہ ہے کہ دہشت پھیلائی جائے طریق کار نیا ہو"

" مثلاً"

" ہم ہوائی جہاز سے ایسے اشتہار شہر میں گرا دیں جن میں شہریوں کو مشورہ دیا جائے کہ ریلی میں بم پھٹنے کا خطرہ ہے لہٰذا لوگ ریلی سے دور رہیں جان کسے پیاری نہیں ہوتی"

" ہاں یہ ٹھیک ہے اس پر بھی عمل ہونا چاہئے"

اندرون سندھ سے بہت سے لوگ ریلی میں شرکت کے لئے آ رہے تھے انہیں انتظامیہ نے کراچی کے باہر ہی روک دیا پھر بھی کچھ لوگ رکاوٹیں توڑ کراچی پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

کراچی میں ایسے اشتہار تقسیم کئے گئے کہ ریلی میں بم پھٹنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے لوگ ریلی سے دور ہیں۔ شہر میں دہشت پھیل گئی۔ پولیس اور رینجرز نے سارے شہر میں اس طرح پوزیشنیں لے رکھی تھیں جیسے کراچی پر کسی غیر ملکی فوج کے حملے کا خطرہ ہو۔ شہر کے ہر چوراہے پر اور جلوس کے راستے میں تمام بلڈنگوں پر اسلحہ کی نمائش کے ساتھ رینجرز کھڑے تھے۔

یہ سب کچھ تھا۔ خون میں نہائے ہوئے اس شہر میں دہشت پھیلا دی گئی تھی۔ وہ

Marfat.com

سارے حربے استعمال کئے گئے جو کئے جا سکتے تھے لیکن آفرین ہے روشنیوں کے اس شہر پر جو ایک عرصے سے اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے۔

اس شہر نے دہشت کے تمام خدشات کو رد کرتے ہوئے ریلی میں شرکت کی۔ میاں نواز شریف' اجمل خٹک اور باقی قائدین کی بھی قیادت میں جلوس ایمپرس مارکٹ پہنچا تو تھوڑا سا بکھرا بکھرا تاثر بھی ایک نظم میں آ گیا راستے بھر چھتوں سے میاں نواز شریف پر پھول برستے رہے۔ اور لوگ تالیاں بجا بجا کر ہاتھ ہلا ہلا کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے رہے۔

کراچی ایک زمانے سے سیاسی سرگرمیوں کے لئے ترسا ہوا شہر ہے۔ اس شہر نے دہشت گردی کے ہاتھوں جتنے زخم کھائے ہیں کسی شہر نے کم کھائے ہوں گے۔ یہاں کے رہنے والے آگ کے دریا میں تیر کر نکلے ہیں۔ پاکستان بچاؤ تحریک کے تحت چودہ اگست کو یہاں کل جماعتی جلسہ ہوا۔ تو لوگوں نے اس میں بھرپور شرکت کی۔ ایک عرصہ کے بعد لوگوں نے کچھ کہا اور کچھ سنا' کراچی والوں کو احساس ہوا کہ وہ اکیلے نہیں ہیں۔ اور اب ریلی میں شرکت تو انہیں ایک میلے کا تاثر دے گی۔

چودہ جماعتوں کے قائدین کی موجودگی' انہیں حوصلے دے رہی تھی اور وہ بڑی شدت کے ساتھ حکومت مخالف نعرے لگا کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔

ریلی کے راستے کو ملنے والی تمام سڑکیں اور گلیاں رینجرز نے رکاوٹیں کھڑی کر کے بند کر رکھی تھیں۔ ان تمام سڑکوں اور گلیوں سے چھوٹے چھوٹے جلوسوں نے آ کر ریلی میں شامل ہونا تھا۔ انہیں روک دیا گیا۔ حکومت کے تمام منفی اقدامات کے باوجود ریلی کامیاب رہی۔ جلوس بہت دیر کے بعد فریسکو چوک پہنچا کہ یہی اس کی اختتامی منزل تھی۔ یہاں تمام قائدین نے میاں نواز شریف کو کہا کہ صرف وہ تقریر کریں ان کی تقریر سے ہی ہم سب کی نمائندگی ہو جائے گی۔ میاں نواز شریف واقعی اب ایک عوامی مقرر بنتے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے بار بار تالیاں بجا کر ان کی باتوں کی تصدیق کی اور ان کی کال پر اسلام آباد کی طرف مارچ کرنے کا وعدہ کیا۔ ریلی میں مسلم لیگ کے سبز اور

Marfat.com

عوامی نیشنل پارٹی کے سرخ جھنڈوں کی بہار تھی۔ جماعت اسلامی کی شرکت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اور اس کی وجوہات بھی سمجھ آتی ہیں اب تین ستمبر کو کوئٹہ میں لوگ اس حکومت کا جلوس نکالنے کے لئے صوبہ بلوچستان کی طرف سے اپنی رائے دیں گے۔ اور آخری معرکہ لاہور کا ہے۔ پنجاب کا ہے۔

"پھر اس کے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے"

۳ ستمبر ۱۹۹۶ء

Marfat.com

امریکن سنڈی اور ہمارے کھیت

یکم ستمبر کے قومی اخبارات میں محکمہ جنگلات پنجاب کی طرف سے ایک چیختا چنگھاڑتا اشتہار چھپا ہے۔ جس میں صدر فاروق احمد خان لغاری' وزیراعظم بے نظیر بھٹو' پنجاب کے وزیر اعلیٰ سردار عارف نکئی اور محکمہ جنگلات کے وزیر رائے اعجاز احمد خان کی تصاویر بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ خصوصی شمولیت کے عنوان کے تحت دس اور نام بھی ہیں جن میں کشمیر کمیٹی کے چیئرمین نواب زادہ نصراللہ خان اور ان کے فرزند نواب زادہ منصور احمد خان صوبائی وزیر مال' وفاقی وزیر غلام مصطفیٰ کھر اور ان کے بیٹے صوبائی وزیر عبدالرحمان کھر' صوبائی وزیر آبپاشی سردار مقصود احمد خان لغاری اور صوبائی وزیر افرادی قوت نصراللہ خان کے علاوہ چار اور سرداروں کے نام ہیں۔ جو ایک خاص تقریب میں حصہ لینے کے لئے ڈیرہ غازی خان کے سرکٹ ہاؤس میں پہنچیں گے۔ اب بات یوں بنی کہ ڈیرہ غازی خان کے سرکٹ ہاؤس میں صدر لغاری اپنے پورے پروٹوکول کے ساتھ جائیں گے اور آپ کو پتہ ہے کہ ہم خلفاء راشدین کے دور میں تو نہیں رہ رہے جہاں ملک کے خلیفہ ستوؤں کی ایک تھیلی' کھجوروں کے چند توڑے اور پانی کا مشکیزہ لے کر ایک غلام کی سنگت میں صرف سواری کے ایک اونٹ پر بیٹھ کر چل دیتے تھے۔ ان کے ساتھ اخبار نویسوں کی فوج' ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے رپورٹروں اور کیمرہ مینوں کی کھیپ کی کھیپ نہیں ہوتی تھی۔ ہم جس عہد میں سانس لے رہے ہیں اس میں تو اس طرح سفارت کاری کا تصور بھی

Marfat.com

نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ وطن عزیز کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔

ہمارے وزیر' وزیراعلیٰ' گورنر' وزیراعظم اور صدر مملکت جب سفر کرتے ہیں تو نہیں معلوم ٹریفک پولیس کہاں کہاں ٹریفک بلاک کرتی ہے۔ ہرسوگز پر بندوق بردار تپتی دھوپ میں گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں۔ پھر خفیہ کے لوگ سفید کپڑوں میں ادھر ادھر منڈلاتے رہتے ہیں۔ کتنی وی آئی پی گاڑیاں کہاں کہاں سے کس کس طرف تیزی سے فراٹے بھرتی رہتی ہیں۔ محکمہ تعلقات عامہ کی حالت تو دیدنی ہوتی ہے۔ جہاں اتنے ارباب بست وکشاد جمع ہوں تو ان کی لذت کام و دہن کے لئے فائیو سٹار ہوٹلوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ جنگل میں منگل کا سماں ہوتا ہے۔ جہاں اتنے اعلیٰ لیڈران کرام جو حکومت میں بھی ہوں تو ان کے لئے چھوٹا موٹا اجتماع بھی ضروری ہوتا ہے۔ اس کا انتظام وانصرام پولیس کے ذمے ہوتا ہے جو بسوں اور ویگنوں کو بیگار میں پکڑ کر ان میں بندے بھر کر لاتے ہیں۔ جس سے خطاب فرماتے ہوئے یہ لیڈران کرام رشد و ہدایت کے موتی بکھیرتے ہیں انہیں مستقبل کے سنہرے خواب دکھاتے ہیں۔ انہیں الفاظ کے گورکھ دھندوں میں الجھاتے ہیں۔ یہ جو کچھ میں اوپر لکھ آیا ہوں اس طرح گلشن کا کاروبار چلانے میں قومی خزانے کے لاکھوں روپے اڑ جاتے ہیں۔ اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ قومی خزانے میں ٹیکس عوام دیتے ہیں خواص کا حصہ تو آٹے میں نمک کے برابر ہوتا ہے۔

صدر صاحب کے اس دورے کا مقصد اشتہار میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ڈیرہ غازی خان کے سرکٹ ہاؤس میں ایک پودہ لگائیں گے جس سے شجرکاروں کی حوصلہ افزائی ہو گی۔ سبحان اللہ' انسان کی خود فریبیاں بھی کس کس عنوان چیختی ہیں۔ قوم اگر واقعی اپنے امیروں' وزیروں کی پیروی کرتی تو آج وطن عزیز کے کونے کونے میں بہار اتر آتی۔ لمبے لمبے درخت مستی میں جھوم جھوم کر ہر طرف اپنے سائے پھیلا دیتے اور مخلوق خدا کو ٹھنڈی میٹھی چھاؤں نصیب ہو جاتی۔ شجرکاری ہر سال ہوتی ہے۔ لاکھوں کروڑوں روپے کے اخراجات ہوتے ہیں۔ لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

Marfat.com

صدر صاحب نے جو پودا لگایا ہے میرا محتاط اندازہ ہے کہ مل ملا کر اس پر لاکھوں روپے کے قریب خرچ آیا ہو گا۔ صدر صاحب کو اگر شجرکاری کا اتنا ہی شوق ہے تو وہ عوامی خواہشات کا پودا اگائیں۔ ایسا پودا جس کی حفاظت لوگ خود کریں گے۔ پاکستان قوم نے اداروں کی شکل میں جو پودے لگائے تھے انہیں امریکن سنڈی نے پچھلے تین برس سے کھانا شروع کیا ہوا ہے۔ یہ ادارے دیمک زدہ ہو گئے ہیں۔ کرپشن کی دیمک امریکن سنڈی کی مرغوب غذا ہے۔ لہٰذا اپنی غذا کے لئے ہر طرف کرپشن دیمک کی نرسریاں کھولی جا رہی ہیں تاکہ امریکن سنڈی کی نہ ختم ہونے والی اشتہا کا بندوبست ہوتا رہے۔

صدر صاحب آپ کے پاس وہ سپرے ہے جس سے امریکن سنڈی ختم ہو جائے گی اور ہمارے کھیت مستقبل کے لئے محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ قوم بڑی محنتی ہے یہ پھر روز شب محنت کر کے اپنے کھیتوں کا حسن بحال کر لے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اصلی سپرے کریں ورنہ دو نمبر سپرے سے نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔ اس وقت سارے کسان اپنے اپنے کھیتوں کو امریکن سنڈی سے بچانے کے لئے اپنے گھروں سے نکل آئے ہیں پنچایتیں ہو رہی ہیں۔ طریق کار ڈھونڈے جا رہے ہیں جو یقیناً مل جائیں گے۔ لوہا گرم ہے اللہ کا نام لے کر چوٹ لگا دیں۔ آپ کا نام شجرکاروں کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا ورنہ کسان تو یہ بھی سوچ رہے ہیں کہ وہ "کھیت نافرمانی" کریں گے وہ فصل ہی کاشت نہیں کریں گے جسے امریکن سنڈی تباہ کر سکے اور آپ سوچ لیں کہ اگر کسانوں نے "کھیت نافرمانی" شروع کر دی تو اس کے اثرات کہاں تک جائیں گے۔

اب ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

۷ ستمبر ۱۹۹۶ء

Marfat.com

ایک شہر دو وزیر اعظم

یہ سولہ مارچ اٹھارہ سو چھیالیس کا ایک بے برکت دن تھا۔ جس دن عہد نامہ امرتسر کی وہ منحوس تحریر لکھی گئی اور ریاست جموں و کشمیر جس کی وادیاں' جھیلیں' دریا' پہاڑ زعفران کے کھیت' صدیوں کی ثقافت جو چوراسی ہزار چار سو اکہتر مربع میل پر محیط تھیں۔ انگریزوں نے انہیں ایک گھٹیا' ان پڑھ اور شرمناک کردار کے مالک ایک ڈوگر گلاب سنگھ کو 75 لاکھ نانک شاہی روپے کے عوض فروخت کر دیا۔

یوں دنیا کے اس حسین ترین علاقے کی قیمت کم و بیش ایک سو پچپن روپے فی مربع میل پڑی۔ کراچی میں رہنے والوں کے روزمرہ میں بات کی جائے تو دو سو ستر گز فی پیسہ کے حساب سے نیلام اٹھا تھا اور اعداد و شمار کا حساب جوڑیں تو ایک کشمیری کی قیمت سات سوا سات روپے کی درمیان ٹھہری۔

"اے روز گار کیوں تیری گردش نہ تھم گئی"

جب یہ ساری سودا بازی ہو چکی تو مظلوم و مغموم کشمیریوں پر زندگی عذاب بن کر اترنا شروع ہوئی۔ شرف آدمیت کے خلاف وہ کون سا تیر تھا جو کشمیری مسلمان کے سینوں پر نہیں آزمایا گیا۔ کشمیر کی قدیم ترین تاریخ "راج ترنگنی" کی سنسکرت تحریریں تو جو کچھ کہتی ہیں اس سے دامن بچا کر گزر بھی جائیں تو بھی اس مظلوم خطے پر ظلم کے خلاف اٹھنے والی آوازیں سن انیس سو پچپن عیسوی سے تو بڑی واضح سنی جا سکتی ہیں۔ تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے غیروں نے نہیں اپنوں نے بھی کسی سے پیچھے رہ جانے

Marfat.com

میں کسی قسم کا عار محسوس نہیں کیا۔ پنڈت جواہر لال نہرو کی کہہ مکرنیاں' شیخ عبداللہ اور ان کے خاندان کی غداریاں' حصول اقتدار کے لئے قوم فروشی کی کھلی داستانیں ابھی کل کی باتیں ہیں۔ شیخ عبداللہ اپنے اعمال کی گٹھری اپنے کاندھوں پر اٹھائے اپنے رب کے پاس پہنچ گیا لیکن اس کی سازشوں کی وہ فصل اب پھل پھول چکی ہے اور مقبوضہ کشمیر میں سات لاکھ سے زیادہ فوج اپنی بہیمیت اور درندگی کے ساتھ موجود ہے اور وہاں الیکشن کا ڈرامہ رچایا جا رہا ہے اور غالباً یہ آٹھواں الیکشن ہے جو سنگینوں کی نوک پر کروایا جا رہا ہے۔ اس صورتحال میں آزاد جموں و کشمیر کے نومنتخب وزیراعظم جناب بیرسٹر سلطان محمود چودھری لاہور تشریف لائے۔ لاہور کے ہوائی اڈے پر ان کے اپنے بقول شاندار استقبال کیا گیا اور انہیں ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ داتا دربار لایا گیا آزاد کشمیر کے وزیراعظم چونکہ پیپلزپارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے اس استقبال کا نتیجہ یہ نکالا کہ لاہور پیپلزپارٹی کا شہر ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ

"اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا"

وزیراعظم آزاد کشمیر کی خواہش تو ہو سکتی ہے لیکن زمانے کا فیصلہ اس کے برعکس ہو چکا ہے۔ یہ سچ ہے کہ پیپلزپارٹی کی بنیاد اسی شہر لاہور میں رکھی گئی تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ پچھلے انتخابات میں اہل لاہور نے پیپلزپارٹی کو وہ شکست دی جس کے زخم وہ اب تک چاٹ رہی ہے۔ رہا وزیراعظم آزاد کشمیر سلطان محمود چودھری کا استقبال تو یہ لاہور والوں نے مسئلہ کشمیر کے ساتھ اپنے جذباتی لگاؤ کا اظہار کیا تھا اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ ایک بات کی مبارک باد وزیراعظم آزاد کشمیر کو ضرور دیتا ہوں کہ وہ لاہور میں وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو سے زیادہ مقبول شخصیت نکلے کہ لاہور والوں نے انہیں سرآنکھوں پر بٹھایا ورنہ وزیراعظم بے نظیر بھٹو کا تو ان دنوں یہ حال ہے کہ وہ اب لاہور میں کھلے بندوں کہیں آ جا نہیں سکتیں۔ پچھلے دنوں انہوں نے گلبرگ کے ایک ٹیلی فون ایکسچینج پر افتتاحی تختی لگانی تھی جس کے لئے محکمے نے بڑی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ راتوں رات گلبرگ کی ان سڑکوں کو کارپٹ کر دیا گیا۔ جہاں

Marfat.com

سے وزیراعظم کی گاڑی نے گزرنا تھا۔ بڑے بڑے استقبالیہ بینر لگائے گئے لیکن آج کل وزیراعظم کے اندر کا خوف سرچڑھ کر بول رہا ہے۔ ادھر مسلم لیگ اور اے این پی نے دھمکی دی کہ ہم ٹیلی فون ایکسچینج کے سامنے وزیراعظم کی موجودگی میں احتجاجی مظاہرہ کریں گے۔ ان کا سیاہ جھنڈیوں سے استقبال کریں گے' ان سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کریں گے۔ چنانچہ وزیراعظم نے اپنا پروگرام بدل دیا اور اپنی جگہ پنجاب کے سینئر وزیر جناب مشتاق اعوان کو افتتاح کے لئے بھیج دیا اور خود واپس اسلام آباد چلی گئیں حالانکہ مظاہرے کے لئے صرف سو ڈیڑھ سو کارکنوں کو بلایا گیا تھا۔

"دھمکی سے مرگیا جو نہ باب نبرد تھا"

اور جب محترمہ سیلاب زدگان کے پاس گئیں تو پوچھئے نہیں' انہیں کیا کیا سننا پڑا اور وہ دس منٹ میں ہی اپنے عوام کو چھوڑ کر خواص کے پاس یعنی گورنر ہاؤس کی محفوظ و مامون چاردیواری میں جا کر بیٹھ گئیں۔

تو اس لحاظ سے وزیراعظم آزاد کشمیر سلطان محمود چودھری خوش قسمت ہیں کہ وہ لاہور والوں کی محبتوں کے اسیر ہوئے۔ انہوں نے لاہور کے ایک ہوٹل میں ملک کے معروف کالم نگاروں سے ملاقات کی۔

وزیراعظم آزاد کشمیر نے اپنی حکومت کی ترجیحات کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ کیا۔ انہوں نے سابقہ حکومت کی غلط کارگزاریوں کا بھی تذکرہ کیا اور احتساب کی ضرورت پر زور دیا۔ یہاں پھر ان کا اپنی پارٹی لیڈر بے نظیر بھٹو سے علیحدہ راستہ نظر آیا کیونکہ بے نظیر بھٹو صاحبہ سے جب احتسابی کمیشن بنانے کی بات کی جاتی ہے تو انہیں ساری فارسی بھول جاتی ہے وزیراعظم آزاد کشمیر نے بعض چبھتے ہوئے کڑوے کسیلے سوالوں کو اپنی مسکراہٹ میں سمیٹ لیا۔ انہوں نے بار بار اس بات کا اعادہ کیا کہ وہ آزاد کشمیر کو بچارو اور پرمٹ کے کلچر سے یکسر پاک کر دیں گے۔ تاکہ وہ ریاست آزاد جموں و کشمیر کو ایک ماڈل کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

انہوں نے آزاد کشمیر کو تحریک آزاد کشمیر کا بیس کیمپ بنانے کی خواہش کا اظہار

Marfat.com

کیا۔ جہاں سے وہ مقبوضہ کشمیر میں لڑی جانے والی جنگ آزادی کی ہر طرح سے سیاسی اور اخلاقی مدد کر سکیں۔ انہوں نے آزاد کشمیر میں قائم ہونے والے علاقائی ٹیلی ویژن کا بھی تذکرہ کیا۔ ایک دوست نے امید ظاہر کی کہ آزاد کشمیر ٹیلیویژن پر پاکستان ٹیلیویژن کے منحوس سائے نہیں پڑنے چاہئیں تاکہ آزاد کشمیر ٹیلی ویژن تحریک آزادی میں اپنا فعال کردار ادا کر سکے۔

۱۷ ستمبر ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"پی ٹی وی کا نواز شریف سے "سلوک"

" مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ میں جس شخص کو سن کر آ رہی ہوں وہ آپ کے نواز شریف ہی تھے"

"کیوں اس میں اچنبھے کی کیا بات ہے؟"

" اچنبھے کی بات یوں ہے کہ چند سال پہلے جب میں نے انہیں سنا تھا تو انہیں بات کرنی نہیں آتی تھی اور آج تو سچی بات ہے کہ انہوں نے ایک سو تیس منٹ تک حکومت کے وہ لتے لئے ہیں کہ خدا کی پناہ"

" اچھا آپ نے پوری تقریر سنی"

" ایک ایک لفظ سنا اور ایک ادھ جگہ تو بے اختیار منہ سے واہ بھی نکل گئی"

" سچ میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ وہ اپنے بدترین دشمنوں سے بھی خراج وصول کر لیتا ہے"

" اچھا ایک بات تو بتائیں ہمیاں نواز شریف کی تقریر کا مجموعی تاثر کیسا تھا؟

"آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔ آپ خود وہاں نہیں تھے۔ میں نے وہاں آپ کے بہت سے ساتھیوں کو دیکھا بھی تھا"

" میں کسی دجہ سے نہیں جا سکا اسی لئے آپ سے پوچھ رہا ہوں دیکھئے آپ کو ایک اعلیٰ شخصیت کی سفارش پر ملنے والے قرضے کی قسم جھوٹ نہ بولئے گا جو آپ کی پارٹی کی سرشت میں نہ ہے"

Marfat.com

"اس قرضے کا آپ کو بھی پتہ چل گیا پتہ نہیں آپ اپوزیشن والے گستاپو کی طرح ہر جگہ کیسے پہنچ جاتے ہیں۔ آپ سے ایک گزارش ہے ابھی کسی سے ہمارے قرضے کی بات نہ کیجئے گا۔ جب ہم اسے معاف کروالیں پھر چاہے اسے اپنے اخبار کے پہلے صفحے پر چھاپ دیجئے گا۔ پھر جہاں باقی سینکڑوں وہاں ہم بھی۔"

"میں آپ کو ایک اندر کی بات بتاؤں اپوزیشن والے گستاپو کی طرح ہر جگہ نہیں پہنچ جاتے بلکہ آپ کی حکومت کی کرپشن کے ہاتھوں ستائی ہوئی مخلوق خدا خود ایسی اطلاعات ان تک پہنچا دیتی ہے۔ آپ مجھے نواز شریف کی تقریر کے بارے میں بتائیں پھر میں بھی آپ کو ایک بڑے مزے کی رازدارانہ بات بتاؤں گا۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ میاں نواز شریف پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے حکومت پر خیانت کے الزامات عائد کئے اور دستاویزی ثبوت بھی لہراتے رہے"

"اس دوران آپ کی' بقول خود' ہردل عزیز وزیراعظم کیا کرتی رہیں"

"وہ تسبیح پھیرتی رہیں"

"اور جوں جوں نواز شریف کی آواز بلند ہو رہی ہوگی۔ وزیراعظم کی تسبیح کے دانے تیزی سے گر رہے ہوں گے"

"آپ تو کہتے تھے کہ آپ وہاں نہیں تھے پھر اس تفصیل کا آپ کو کیسے پتہ؟"

"ساری عمر قلم اور ٹیلی ویژن میں گزری ہے۔ سکرین پلے ایسے ہی بنتا ہے"

"آپ کے میاں نواز شریف نے حکومت سے اور خاص طور پر وزیر داخلہ سے کروڑوں روپے کے سیکرٹ فنڈ کا حساب مانگا جس میں شیرپاؤ کا نام بھی آیا"

"میں بتاؤں اس کا جواب وزیراعظم نے کیا دیا ہوگا؟"

"آپ تو وہاں تھے نہیں پھر آپ کو کیسے پتہ ہے"

"اس سلسلے میں آپ کی وزیراعظم کے پاس ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ ہم نے یہ سیکرٹ فنڈ ملک اور قوم کے اعلیٰ مفاد میں خرچ کیا تھا اور وہ اعلیٰ مفاد کیا تھا اس راز کا افشا کرنا ملک و قوم کے اعلیٰ مفاد میں نہیں ہے۔ شرفا کے سینے رازوں کے دفنے ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ میں مرجاؤں گی لیکن یہ راز نہیں بتاؤں گی۔"

" مجھے کبھی کبھی آپ کی ذہانت پر بہت رشک آتا ہے بینظیر نے بالآخر یہی جواب دیا تھا۔ پھر میں تھوڑی دیر کے لئے ذرا کیفے ٹیریا کی طرف چلی گئی تھی بھوک سے برا حال ہو رہا تھا۔ جب میں واپس آئی تو میاں نواز شریف ایک انوکھی بات کہہ رہے تھے۔ کہ اسمبلی متفقہ طور پر ایک مستقل احتسابی کمیشن بنائے جو سب کا احتساب کرے اور سب سے پہلے میں خود اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کرتا ہوں اور بے نظیر بھٹو بھی اپنے آپ کو اس کمیشن کے سامنے پیش کریں اور جو قصور وار ہوا سے ہمیشہ کے لئے سیاست سے نکال باہر کیا جائے"

" اس تجویز پر تو وزیراعظم سمیت بہت سوں کا رنگ اڑ گیا ہوگا۔ سرکاری بنچوں پر موت کی سی خاموشی چھا گئی ہو گی اور حزب مخالف کے اراکین نے ڈیسک بجا بجا کر اپنے ہاتھ زخمی کر لئے ہوں گے"

" آپ کو تو سب کچھ پتہ ہے پھر میرے منہ سے کیوں سننا چاہتے ہیں اچھا اب میں گھر جا رہی ہوں بچے اسکول سے آنے والے ہی ہوں گے۔ اور ہاں آج رات میاں نواز شریف کی تقریر ٹیلی ویژن پر بھی آئے گی"

" سورج مغرب سے نکل سکتا ہے۔ درخت اپنی جگہ سے بھاگ سکتا ہے۔ سمندر پیاس سے مر سکتا ہے زرداری کرپشن چھوڑ سکتا ہے عینک والا جن انسان کا بچہ بن سکتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ حکومت بے نظیر' میاں نواز شریف کی یہ تقریر ٹیلی ویژن پر دکھائے"

" بہرحال میری اطلاع یہی ہے۔ خبروں کے بعد میاں کی تقریر ہوگی میری طرح اندرون ملک اور بیرون ملک کروڑوں لوگ میاں نواز شریف کی تقریر سننے کے لئے ٹیلی ویژن کے گرد بیٹھ گئے۔ ایک خوش شکل اناؤنسر خاتون نے اپنی دل آویز مسکراہٹ کے ساتھ میاں صاحب کی تقریر کا اعلان کیا۔ جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ دیکھنے والو کیا دیکھنے بیٹھے ہو۔"

Marfat.com

کیا دیکھتے ہم ان کو مگر دیکھتے رہے

میری ساری عمر قلم اور ٹیلی ویژن میں گزری ہے۔ میاں نواز شریف کی تقریر کا جو حال کیا گیا یہ پیشہ وارانہ بددیانتی کی گھٹیا ترین مثال تھی۔ میاں نواز شریف کو کلوزاپ میں نہیں دکھایا گیا۔ سی سی یو یعنی کیمرہ کنٹرول یونٹ کو بار بار چھیڑا گیا اور تصویر کی کوالٹی کو خراب کیا گیا۔ آواز والے انجنیئر نے بھی نوکری کا حق ادا کیا اور جہاں جہاں کام کی باتیں تھیں وہاں وہاں آواز کو دبا دیا گیا اور ایک جگہ جہاں بے نظیر حکومت کی کرپشن کا ذکر ہو رہا تھا وہاں تصویر اور آواز دونوں غائب کر دی گئیں۔ اگر کوئی مہذب حکومت ہوتی تو اب تک پوری شفٹ معطل ہو چکی ہوتی لیکن جب باڑ ہی کھیت کو کھانا شروع کر دے تو باقی کیا بچا اس سب کے باوجود بے نظیر ہار گئیں اور میاں نواز شریف جیت گئے کیونکہ احتسابی کمیشن کے مطالبے پر سوائے تسبیح پھیرنے کے وزیراعظم نے کوئی بات نہیں کی۔ نہیں معلوم احتساب کے نام پر حکمران جوڑے کا رنگ پیلا کیوں پڑ جاتا ہے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"بھٹو سے بھٹو کے وارث تک"

یہ 1967ء ہے۔ کراچی میں شام کے سائے اتر آئے ہیں میں ہوائی اڈے پر اپنے کسی مہمان کے استقبال کے لئے موجود ہوں اتنے میں ایک خوبصورت باوقار خاتون دو پیارے پیارے بچوں کے ساتھ ہوائی اڈے کی عمارت سے باہر آتی ہیں میں آگے بڑھ کر اس خاتون کو سلام کرتا ہوں وہ مجھے پہچان کر بڑی دلاویز مسکراہٹ کے ساتھ میرے سلام کا جواب دیتی ہیں۔

"ہمارے ہیرو کہاں ہیں؟"

وہ مسکراہٹ کے اسی تسلسل میں جواب دیتی ہیں "وہ اسلام آباد میں ہیں اور آپ خود بھی تو ہیرو ہیں"

"شکریہ تو پھر ہیروز کے ہیرو تک میرا سلام پہنچا دیجئے گا"

اسی طرح کی دو چار باتیں اور ہوتی ہیں اتنے میں ایک بڑی سی خوبصورت گاڑی پاس آکر رکتی ہے وہ خاتون اپنے دونوں بچوں کے ساتھ اس میں بیٹھ کر روانہ ہو جاتی ہیں اور میں ہجوم میں اپنے مہمان کو تلاش کرنے لگتا ہوں۔

بیگم نصرت بھٹو سے یہ میری پہلی ملاقات تھی ان کے ساتھ ہنستے مسکراتے دونوں خوبصورت بچے شاہ نواز اور مرتضیٰ تھے میں ان دنوں کراچی ٹیلی ویژن پر کام کر رہا تھا۔

وقت اپنے فیصلے بڑی بے دردی سے فوری طور پر کرتا ہے یہ اور بات ہے کہ ان فیصلوں کے حسن وقبح کو سمجھنے میں ہم کبھی کبھی بہت دیر کر دیتے ہیں۔ پھر میرے اندر

Marfat.com

کی بے چینیاں اور کچھ کر گزرنے کی آرزو مجھے سیاسی میدان میں لے آئی اور میں نے باقاعدہ پاکستان پیپلزپارٹی میں شمولیت اختیار کرلی۔ حالات اور واقعات کی ترتیب اتنی تیزی سے بدلی میں اتنی برق رفتاری سے آگے بڑھا کہ پلٹ کر دیکھنے کا موقع ہی نہ ملا کہ قلم اور ٹیلی ویژن کے میدان میں چھوڑے ہوئے نقوش پا کا کیا بنا بس ایک آگ تھی جو سینے کے اندر لگی ہوئی تھی اک جنون تھا جو مجھے روٹی کپڑا اور مکان کے نعرے کے ساتھ اڑائے لئے پھر رہا تھا جب میں کراچی میں ہوتا تو شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا جب 70 کلفٹن کا پھیرا نہ لگتا ہو۔ بھٹو صاحب گھر ہوتے تو ملاقات ہو جاتی ورنہ بھٹو صاحب کے ذاتی ملازم "بابو" اور "نورا" تواضع کرتے اور میں گپ شپ کر کے واپس آ جاتا۔ کہنا یہ چاہتا ہوں کہ 70 کلفٹن کو ہم نے اپنا دوسرا گھر سمجھ رکھا تھا اور یہاں اکثر شاہ نواز اور مرتضٰی سے ملاقاتیں ہو جاتی تھیں۔ مرتضٰی دبلا پتلا لانبے قد کا مالک خاموش سا رہتا تھا۔ شاہ نواز کی آنکھوں سے شوخی اور شرارت جھانکتی رہتی تھی مرتضٰی کا بچپن ختم ہو رہا تھا اور وہ نوجوانی کی سرحد میں قدم رکھ رہا تھا۔

ان دنوں بولیویا کے انقلابی گوریلا لیڈر چی گویرا کا دنیا میں بڑا شہرہ تھا اس کے مردانہ وجاہت والے چہرے پر ابھری ہوئی ہڈیاں ستواں ناک' بولتی ہوئی آنکھیں فوجی وردی میں ملبوس اور مخصوص گول فوجی ٹوپی میں سے نکلے ہوئے لمبے لمبے بال اور اس کے اردگرد پھیلی ہوئی بہادری کی داستانوں نے چی گویرا کی شخصیت میں نوجوانوں کے لئے بڑی کشش پیدا کر رکھی تھی۔ مرتضٰی بھی چی گویرا سے بہت متاثر معلوم ہوتا تھا اس نے اپنی ظاہری شخصیت کو چی گویرا کی طرح بنا لیا تھا چہرے پر داڑھی نہیں تھی باقی سب کچھ ویسا ہی تھا۔ مرتضٰی اکثر ایک خاص قسم کی وردی میں ملبوس نظر آتا اس نے اپنے بال بھی بڑھا رکھے تھے جو گول فوجی ٹوپی سے باہر جھانکتے رہتے تھے مرتضٰی نے 70 کلفٹن کے سامنے والے لان کے ایک کونے میں ایک کیمپ لگایا ہوا تھا اور وہ اس مخصوص لباس میں اس ٹینٹ میں رہتا تھا ایک آدھ بار میں نے ٹینٹ کے دروازے پر چی گویرا کی بڑی سی تصویر بھی دیکھی ملک میں سیاسی طوفان اٹھا ہوا تھا بھٹو صاحب

Marfat.com

آمریت کے خلاف تحریک چلا رہے تھے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مستعفی ہو چکے تھے مشرقی پاکستان میں مولانا بھاشانی اور شیخ مجیب الرحمان نے اودھم مچا رکھا تھا حالات نہایت تیزی سے کروٹیں بدل رہے تھے ان حالات میں نوجوان مرتضٰی کے ذہن پر گہرے نقوش مرتسم ہو رہے تھے میرا خیال ہے کہ جب الذوالفقار کا وجود عمل میں آیا تو اس کی تہہ میں وہی جذبات کارفرما تھے جن کا اثر مرتضٰی نے اپنی ابتدائی جوانی میں چی گویرا کی شخصیت سے قبول کیا تھا۔

الیکشن کے دنوں میں بھٹو صاحب نے مجھے اور معراج محمد خان کو لاڑکانہ بلایا ان کی خواہش پر ہم نے لاڑکانہ اور گردو نواح میں بہت سے جلسے کئے۔ ان دنوں لاڑکانہ المرتضٰی میں ہم کوئی دس بارہ دن رہے۔ المرتضٰی میں ایک سو نمنگ پول بھی تھا جس میں شاہ نواز اور مرتضٰی تیراکی کا شوق پورا کرتے۔ مرتضٰی نے کئی دفعہ مجھے بھی تیراکی کی دعوت دی جسے میں خوبصورتی سے ٹال جاتا اور وہیں کنارے پر بیٹھ کر ان سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہتا۔ پھر الیکشن کے دن قریب آ گئے ہمیں اپنی مہم اور تیز کرنی پڑی میرے لہجے میں بھی بہت تیزی آ گئی تھی۔ حیدر آباد کے ایک بہت بڑے جلسے میں میں نے براہ راست فوج کو للکارا اور وہ سب کچھ بلند آہنگ میں' میں نے کہا جس کا نتیجہ جیل کی کوٹھری ہو سکتی تھی۔ مارشل لاء عدالت نے اپنی کتاب کے تحت انصاف کیا اور مجھے ایک سال قیدبا مشقت کی سزا کاٹنے کے لئے حیدر آباد جیل بھجوا دیا گیا۔ اس کے بعد میری ملاقات شاہ نواز اور مرتضٰی سے نہیں ہوئی پھر بھٹو صاحب کے ساتھ وہ سب کچھ نہایت تیزی سے ہوا جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اگرچہ یہ بھی سچ ہے کہ بھٹو صاحب کے ساتھ جو سلوک ہوا اس میں کچھ حصہ ان کا اپنا بھی تھا۔ انہوں نے عوام کی بجائے بدنام زمانہ عوام دشمن گروہ کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا اس عوام دشمن گروہ نے بھٹو صاحب کو رفتہ رفتہ لوگوں سے دور کر دیا۔

کچھ انج دی راہواں اوکھیاں سن
کچھ گل وچ غم دا طوق دی سی

Marfat.com

کچھ شہر دے لوک وی ظالم سن
کچھ مینوں مرن دا شوق وی سی

یادوں کے اس خزانے پر ماہ و سال کا سانپ پھن پھیلائے پہرہ دے رہا ہے۔ کتنے بہت سے ساتھی خاک کا رزق ہو چکے ہیں بہت سے پھول مرجھا چکے ہیں۔ زمانہ عروج و زوال کی کتنی بہت سی داستانیں صحیفہ عالم پر رقم کر رہا ہے۔ کتنے بہت سے خاندان اٹھے' آگے بڑھے' چمکے اور پھر تاریخ کا حصہ بن گئے میں نے بھٹو صاحب سے سیاسی اختلافات کی وجہ 1973ء میں پیپلزپارٹی چھوڑ دی تھی۔ اس کے بعد بھٹو صاحب اور بیگم صاحبہ سے ایک دو دفعہ ملاقاتیں ہوئی تھیں۔

اور اب جو کچھ ہوا ہے بیالیس سال اور دو دن کے بھٹو صاحب کے وارث میر مرتضٰی بھٹو کو جس انجام سے دو چار کیا گیا ہے۔کیا۔ اس کو پولیس اور انتظامیہ کی نااہلی قرار دیا جائے گا یا حقائق کی کرید میں ان تک بھی پہنچا جائے گا جن اشخاص کی نشاندہی مخلوق خدا کر رہی ہے اور حالات خود بے روک گواہی دے رہے ہیں؟

بیگم نصرت بھٹو ابھی تک خاموش ہیں' میر مرتضٰی بھٹو کی جواں سال بیوہ خاموش ہے دنیا' بھر کے ذرائع ابلاغ کچھ اور کہہ رہے ہیں' پاکستان ٹیلی ویژن حسب روایت کچھ اور کہہ رہا ہے۔ وزیراعظم بے نظیر اور ان کے شوہر آصف علی زرداری سے جس طرح باقی خاندان نے سلوک کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ شدت غم میں وزیراعظم بے نظیر نے المرتضٰی کو وزیراعظم ہاؤس کا درجہ دینے کے لئے کہا لیکن مرتضٰی کی بیوہ غنویٰ نے وزیراعظم کی اس پیش کش کو مسترد کر دیا۔ وزیراعظم کے شوہر آصف علی زاردی نے شدت غم سے مغلوب ہو کر سب سے پہلے اپنی مونچھیں منڈوا دیں اور اپنی عینک اتار دی ہم نے یہ تو دیکھا اور سنا ہے کہ کسی کی موت پر کسی نے شدت غم میں اپنا گریبان چاک کر لیا اور ذہنی توازن کھو بیٹھا' کوئی دیواروں سے ٹکرا کر اپنی پیشانی لہولہان کر بیٹھا' کسی نے راکھ اٹھا کر سر میں ڈال لی لیکن اظہار غم کا یہ ذریعہ شاید دنیا میں پہلی بار سامنے آیا کہ کسی کی موت پر کوئی آصف علی زرداری کی طرح اپنی مونچھوں

Marfat.com

کی قربانی دے دے۔

میر مرتضٰی بھٹو کی موت نے پورے پاکستان کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میر کے ساتھ ساتھ باڈی گارڈ بھی خون میں نہلائے گئے۔ کوئی ان کے نام نہیں لیتا صرف تعداد بتاتا ہے۔

"یہ خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا"

خدا بیگم نصرت بھٹو' غنوی بھٹو' فاطمہ اور ذوالفقار علی بھٹو جونیئر کو اپنی امان میں رکھے میرے پاس اس المیے کی تعزیت کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔

میں یہ ضرور سوچ رہا ہوں کہ کیا وزیراعظم بے نظیر کے پاس اب حکومت میں رہنے کا کوئی اخلاقی جواز موجود ہے یا نہیں۔

۲۴ ستمبر ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"ہر شخص پوچھتا تھا فقط تیری داستان

کاہش معاش میں اللہ کی زمین پر بہت دور تک جانا پڑا۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ میں اقتدار کے ایوانوں سے نکالی ہوئی بے نظیر بھٹو کے خوابوں کی سرزمین لندن میں تھا۔ لندن میں مہنگائی کی اکاس بیل نے بہت حد تک عام آدمی کی خوشیوں کے سرسبز درختوں کو چاٹنا شروع کر دیا ہے۔ چونکہ وہاں نہ تو میرے سرے کے محلات تھے اور نہ ہی وہاں کے بنکوں میں پاکستان سے لوٹی ہوئی اور ہر بڑے سودے میں کمیشن کے نام پر کمائی ہوئی ناجائز رقم جمع تھی۔ اس لئے میں کہیں بھی اطمینان سے بیٹھ کر مزے لے لے کر آئس کریم کھا سکا نہ اسڑابری کے دل خوش کن ذائقوں سے لطف اٹھا سکا۔ اردو میڈیم ہونے کی وجہ سے یہ بھی نہ جان سکا کہ آکسفورڈ کے کسی ہوسٹل کو جاتی ہوئی راہداریوں میں' ڈھلتی شاموں میں خاص طرح کے سگریٹ پی کر دل و دماغ کی کیا کیفیتیں ہوتی ہیں۔ اگر کبھی پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے کچھ خریدنا بھی پڑتا تو عام پاکستانیوں کی طرح پہلے پونڈ کو ساٹھ سے ضرب دے کر حساب کرتا تو حاصل ضرب سے دل و دماغ پر وہ ضربیں پڑتیں کہ میں اکثر بلبلا اٹھتا اور سامنے رکھا ہوا کھانا زہر لگنے لگتا۔ اپنی وزارت عظمیٰ کی طرح پاکستانی کرنسی کو بھی بین الاقوامی سطح پر بے توقیر کرنا بے نظیر بھٹو کا وہ بے نظیر کارنامہ ہے جسے 3 فروری کو منعقد ہونے والے انتخابات میں پاکستانی قوم خاص طور پر یاد رکھے گی۔ میں جب لندن میں پانچ سات سو روپے کا ایک وقت کا کھانا کھاتا تو میرے دل سے اپنی حکومت کے لئے بددعائیں نکلتیں پھر جب

Marfat.com

میرے محدود پونڈ ختم ہو گئے اور میری جیب بے نظیر بھٹو کے دور حکومت کی طرح بے برکت ہو گئی تو میں نے لندن سے واپسی میں ہی عافیت جانی۔ لندن کے قیام میں میں جہاں جہاں بھی گیا اور مجھے جتنے پاکستانی ملے انہوں نے سلام دعا کے بعد ایک ہی بات پوچھی "کب اس عذاب سے جان چھوٹے گی؟"

"کب جائے گی؟"

"صدر فاروق احمد لغاری آخر اور کس زلزلے کا انتظار کر رہے ہیں؟"

پھر جب میرے پاؤنڈ ختم ہو گئے اور اس وقت کی حکومت کے کھاتے میں بہت سی بددعائیں جمع ہو گئیں تو میں نے لندن چھوڑ کر اس سرزمین کا رخ کیا جس کی خاک کو اپنی پلکوں پر سجانے کا ارمان ہر مسلمان کے دل میں مچلتا رہتا ہے۔

جہاز میں' جدہ کے ہوائی اڈے پر' باہر ٹیکسی اسٹینڈ پر جو بھی ملا۔ وہ کسی نہ کسی عنوان دل گرفتہ ہی ملا۔ کشتہ تیغ ستم ہی نکلا۔ سب کے چہرے پر ایک ہی سوال لکھا ہوا تھا۔

"حکمران جوڑا اپنی بداعمالیوں کے منطقی انجام کو کب پہنچے گا؟"

"خدا کی بے آواز لاٹھی کب ان کی سرکش پیشانیوں کو لہولہان کرے گی؟"

ہر شخص پوچھتا تھا فقط تیری داستاں
میں تو وہاں پہ جا کے مصیبت میں پڑ گیا

جدہ سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے ٹیکسی والے نے فی سواری تیس ریال لئے۔ میرے علاوہ چار مسافر اور بھی تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور سعودی تھا اور عمر کے اس حصے میں تھا جہاں زندگی کے حقائق سے زیادہ لطائف پر نظر رہتی ہے۔ پچھلی سیٹ پر ہم دو پاکستانی اور ایک مراکشی بیٹھا تھا اور اگلی نشست پر ڈرائیور کے ساتھ دو بنگلہ دیشی بیٹھے تھے۔ رات ڈھلتی جا رہی تھی اور تھکاوٹ سے بدن ٹوٹ رہا تھا۔ ہم سب خاموش تھے۔ شاید سب دل ہی دل میں درود و سلام کا ورد کر رہے تھے۔ میری برسوں کی دعا قبول ہو رہی تھی۔ گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی خانہ خدا کی طرف جا رہی تھی۔

Marfat.com

کعبہ سنتے ہیں کہ گھر ہے بڑے داتا کا ریاض
زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پھیرا ہو گا

سعودی ٹیکسی ڈرائیور، نے سکوت کو توڑتے ہوئے گردن گھما کر مجھ سے پوچھا۔

"برادر پاکستانی؟"

میں نے اثبات میں سرہلا دیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافروں سے پوچھا۔ "برادر بنگلہ دیش؟"

دونوں بنگالی مسافروں نے سرکی واضح جنبش سے ہاں میں جواب دیا۔ مراکشی مسافر نے خود ہی عربی میں اسے کچھ بتایا۔ غالبا یہی کہا ہو گا کہ میں اس قبیلہ کشتگان میں سے نہیں ہوں۔ اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور کی مادری زبان عربی تھی۔ وہ عربی میں اپنا سوال سوچتا پھر ٹوٹی پھوٹی اردو میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی کوشش کرتا۔ اور جہاں اُسے اردو کا کوئی لفظ نہ ملتا وہاں وہ عربی کے لفظ اور ہاتھوں کے ارذل اور مخفی اشاروں سے کام لیتا۔ میرا تجربہ ہے ٹیکسی ڈرائیور کسی بھی ملک کا ہو اس کی نفسیات ایک ہی طرح کی ہوتی ہے اگر کہیں کوئی فرق ہو گا تو وہ ان پڑھ اور پڑھے لکھے کا ہو گا۔

کچھ دیر مراکشی مسافر اور ٹیکسی ڈرائیور آپس میں عربی میں بات کرتے رہے جس میں سے سوائے 'بھٹو' کے اور کوئی لفظ ہمارے پلے نہیں پڑا۔ آپس کے عربی مکالمے کے بعد دونوں نے ایک بھرپور قہقہہ بھی لگایا۔ میں بے وقوفوں کی طرح دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا اور میرے چہرے پر تجسس کی پرچھائیاں تھیں۔ مراکشی مسافر نے انگریزی میں مجھے بتایا کہ ٹیکسی ڈرائیور کو اس بات پر حیرت ہے کہ پاکستان اور بنگلہ دیش آبادی کے لحاظ سے اتنے بڑے ملک ہیں اور ان کو وزیراعظم بنانے کے لئے کوئی مرد نہیں ملتا۔ مراکشی مسافر نے مزید بتایا کہ ٹیکسی ڈرائیور کہتا ہے کہ عورتیں صرف گھر چلانے کے لئے ہوتی ہیں۔ حکومتیں چلانے کے لئے نہیں۔

مکہ مکرمہ میں پاکستان ہاؤس میں قیام رہا۔ اگلی صبح مسجد عائشہ یا عرف عام میں مسجد

Marfat.com

عمرہ میں عمرہ کی نیت کی احرام باندھا اور دو نفل ادا کر کے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

میرے ساتھ میرا ایک دوست بھی تھا۔

خانہ کعبہ ہمیشہ کی طرح آباد' دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے لوگ احرام باندھے طواف کر رہے تھے۔

ان دنوں خانہ کعبہ کی تعمیر اور تزئین و آرائش ہو رہی ہے۔ بتانے والے نے بتایا کہ خانہ کعبہ کی ابتدائی تعمیر کے بعد شاید بار ہویں بار یہ تزئین نو ہو رہی ہے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جا رہا ہے کہ کوئی پتھر یا لکڑی کا کوئی ٹکڑا جو تبدیل کیا جا رہا ہے اس کے سائز میں ایک ملی میٹر کا بھی فرق نہ ہو۔ گویا کسی قسم کی بنیادی تبدیلی نہیں ہوگی۔ خانہ کعبہ کے باہر عارضی طور پر سفید رنگ کے لکڑی کے ڈھانچے سے اونچی چاردیواری بنا دی گئی ہے اور اندر دن رات تزئین کا کام ہو رہا ہے۔ زائرین کو ابھی کچھ دن اور خانہ کعبہ کے سیاہ غلاف اور حجرا سود کے دیدار سے محروم رہنا پڑے گا۔

میں عمرہ ادا کر کے احرام کھول کر اپنا پاکستانی لباس شلوار کرتا پہن کر ایک طرف سر جھکائے چپ چاپ بیٹھا تھا۔ عجیب و غریب سوچیں ذہن میں در آئی تھیں۔ تاریخ اپنے جھروکوں سے جھانک رہی تھی۔ صدیوں پیشتر اس مقام کا کیا جغرافیہ ہو گا۔ قریش مکہ نے اپنے تین سو ساٹھ دیوی دیوتاؤں کے بت کہاں کہاں سجا رکھے ہوں گے۔ ان کا پرستش کا کیا انداز ہو گا؟

ان کے ہاں خالق و مخلوق میں
کس رنگ کا کیا ناطہ تھا
طور خوشیوں کے غمی کے سر و ساماں کیا تھے

رسول کریم ﷺ نے انسانیت کے غم میں کہاں کہاں آنسو بہائے ہوں گے۔ اندھیرے کس طرح روشنی کا تعاقب کرتے ہوں گے۔ قریش کے ہاتھوں رسول کریم ﷺ اور ان کے جانثاروں نے کیسے کیسے جسمانی اور روحانی دکھ نہ اٹھائے ہوں گے۔

Marfat.com

میں تاریخ کے ایوان میں گم صم بیٹھا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کب ایک نفیس انسان میرے قریب آکر بیٹھ گیا۔ میں نے سر اٹھایا تو دعا سلام ہوئی۔ وہ پاکستانی تھا

"محترمہ کا احترام کب ختم ہو رہا ہے"

میں نے تھوڑے توقف کے بعد جواب دیا

"ہم خدا کے گھر میں اس سے بہتر موضوع پر گفتگو کر سکتے ہیں"

اجنبی نے یہ پوچھ کر بات ختم کرنے کا وعدہ کیا کہ وہ صرف یہ بتا دیں کب جا رہی ہے؟

"میں نے پہنچے ہوئے فقیروں کی طرح اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا" بہت جلد"

" میری یہ بات سنکر اجنبی کا چہرہ پھولوں کی طرح کھل اٹھا۔ پوچھنے لگا۔ "خانہ کعبہ کی اندر سے زیارت کریں گے؟"

میں نے تجسس بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ میرے چہرے پر لکھی ہوئی عبارتیں صاف پڑھی جا سکتی تھیں۔

"کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ"

اجنبی کچھ دیر کے بعد اٹھ کر کہیں چلا گیا۔ اور میں دوبارہ تاریخ کی دہلیز پر جا کھڑا ہوا۔

خانہ کعبہ کا جلال میرے دل پر رفتہ رفتہ اتر آیا تھا۔ تاریخ کے اوراق اڑتے جا رہے تھے۔ یہیں کہیں سرداران قریش اور مکہ کی نامور بے دین ہستیاں بیٹھتی ہوں گی۔ بے بس اور مفلوک الحال مسلمانوں پر توڑے جانے والے ظلم و ستم کے نت نئے طریقے سوچے جاتے ہوں گے۔ اس جور و ستم سے ہڈیوں میں لوہا گونجنے لگتا ہو گا لیکن بظاہر کمزور ناتواں مسلمان عزم و ہمت کے کیسے کیسے کوہ گراں ثابت ہوئے جن کے ذکر سے تاریخ کے اوراق آج تک روشن ہیں۔

اجنبی دور سے آتا ہوا دکھائی دیا' اس کے چہرے پر ایک ملائم سی فاتحانہ مسکراہٹ

Marfat.com

تھی۔ "آپ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں میں آپ کے لئے خانہ کعبہ کی اندر سے زیارت کی خاص اجازت لے آیا ہوں"

"نسیم صبح تیری مہربانی"

چلتے چلتے اس نے مجھ سے فرمائش کی "اندر جا کر دعا کیجئے گا خدا پاکستان کو اس بدعنوان حکومت سے نجات دلا دے"

تھوڑی دیر بعد میں اسی ملائم سی مسکراہٹ رکھنے والے اجنبی کے ساتھ طواف کرتے ہوئے مردوزن زائرین کے ہجوم سے بچتا بچاتا' ٹکراتا ہوا' اس جگہ پہنچ گیا جہاں بے شمار لوگ اس دروازے کی طرف نظریں جمائے کھڑے تھے جہاں سے کبھی کبھار کوئی ہنرمند کاریگر اندر داخل ہوتا یا باہر نکلتا..... میں اس ہجوم میں سے اپنا راستہ بنا کر آگے بڑھنے لگا تو ایک دھنسی ہوئی آنکھوں اور سوجے ہوئے محنت کش چہرے نے میرا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا "طارق صاحب اندر زیارت لئے جا رہے او دعا کرنا ایس بلا تو جان چھٹ جائے"

میں نے سختی سے اپنا بازو اس کے مضبوط ہاتھوں سے چھڑایا اور سچی بات یہ ہے کہ اس وقت اس کا اس طرح مجھے روکنا برا لگا.... لیکن ساتھ ہی دوسرے لمحے یہ خیال آیا کہ اس بے نظیر حکومت نے اپنے تین سالہ دور میں مخلوق خدا کو اتنا ستایا ہے کہ مظلوم اب غلاف کعبہ پکڑ کر جھولیاں اٹھا اٹھا کر اس کے خاتمے کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔

میں خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوا تو میری کیفیت عجیب و غریب تھی۔ میرے سارے جسم پر لرزہ سا طاری تھا۔ میں جس کا رواں رواں گناہوں کی دلدل سے لتھڑا ہوا تھا' تمام کائناتوں کی مقدس ترین جگہ اور چار دیواری کے اندر داخل ہو رہا تھا۔ میں جتنا اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کرتا میرے ہاتھ پاؤں میں اتنا ہی لرزہ بڑھ رہا تھا۔ میری نظریں چھت کی طرف نہیں اٹھ پا رہی تھیں۔ فرش پر سلوفین بچھی ہوئی تھی اور اس پر سیمنٹ' ریت اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔

Marfat.com

اجنبی نے مجھے ایک طرف کھڑا کر دیا اس طرح خانہ کعبہ کے اندر چاروں طرف میں نے دو دو نفل ادا کئے۔ میں نے دعاؤں کے علاوہ اپنے محسن اجنبی اور روئی ہوئی آنکھوں اور سوجے ہوئے چہرے والے محنت کش کی فرمائش کردہ دعائیں بھی مانگیں۔ رب کعبہ میں تیرا گناہ گار بندہ تیرے گھر میں وہاں کھڑا ہوں جہاں کی حاضری اور زیارت بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اس میں مجھ بے توقیر کا کوئی کمال نہیں یہ سب تیری عنایت ہے.....

"جو تیرا حکم' جو تیری رضا' جو تو چاہے"

اس میرے محسن اجنبی کو دین و دنیا کی سرفرازی عطا فرما۔ مجھے یاد نہیں' ان لمحات میں' میں اپنے رب سے کیا کیا مانگتا رہا..... میری آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ سارا منظر دھندلا چکا تھا۔ خانہ کعبہ کے اندر جتنے لوگ' جتنے ہنرمند اور مہندس کام کر رہے تھے وہ سب پاکستانی تھے اور خوش تھے کہ خانہ خدا کی تزئین اور آرائش میں ان کو خدمت کا موقع مل رہا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

سب ہنرمند باوضو خاموشی اور احترام کے ساتھ تزئین و تعمیر کا کام کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک کاریگر نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دیوار کے پاس اپنی طرف کھینچ لیا وہ سنگ مرمر کا ایک پتھر دیوار میں نصب کر رہا تھا۔ اس نے مجھے سنگ مرمر کی سل اٹھا کر دیوار کے ساتھ لگانے کے لئے کہا' اس کے چہرے پر روشنی سی تھی' اس کی آنکھیں صاف اور مسکراہٹ شفاف تھی۔ سنگ مرمر کی سل جسے آب زم زم سے دھویا گیا تھا خاصی وزنی تھی لیکن نہیں معلوم میرے کمزور بازوں میں کہاں سے اتنی طاقت آ گئی کہ مجھے وہ اڑتا بادل یا پھولوں کی لڑی لگی .... میں نے کلمہ شہادت اور رسول انسانیتؐ پر درود پڑھ کر وہ سل اٹھا کر نشان زدہ جگہ پر رکھ دی اور اپنے ہاتھوں سے اسے تھامے سورۂ فاتحہ پڑھتا رہا۔ پھولوں جیسی مسکراہٹ والے کاریگر نے تھوڑی کی خفیف سی ضرب سے اس کا زاویہ ذرا درست کیا پھر تغاری میں تیار سفید رنگ کا مصالحہ لگا کر اسے

Marfat.com

مضبوط کر دیا۔ اسے دیوار کعبہ میں چن دیا۔ اس خیال سے ہی میری ٹانگوں سے جان نکل گئی کہ تعمیر کعبہ میں مجھ گناہ گار کے ہاتھوں سے بھی ایک پتھر لگا ہے جو نہیں معلوم کب تک وہاں رہے۔ میں ایک دم بے جان سا ہو کر فرش کعبہ پر بیٹھ گیا۔ اجنبی نے مجھے دو نفل پڑھنے کو کہا اور میں نے اللہ کی بڑائی اور کبریائی کے ذکر کے ساتھ اپنی پیشانی فرش کعبہ پر رکھ دی۔

میں کوئی پون گھنٹے کے بعد باہر نکلا ... باہر اسی طرح زائرین کا ہجوم بلند آواز میں دعائیں پڑھتے ہوئے دنیا و مافیہا سے بے خبر مقدس کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ لوگوں نے بڑی حسرت سے مجھے دروازے سے نکلتے ہوئے دیکھا' روئی ہوئی آنکھوں اور سوجے ہوئے چہرے والا محنت کش ابھی تک وہیں کھڑا تھا وہ مجھ سے گلے ملا ..... مجھے زیارت کعبہ کی مبارک باد دے کر پوچھنے لگا "پاکستان لئی دعا کیتی سی کے ایس بلاتوں جان چھٹ جائے" میں نے اثبات میں سر ہلا دیا اس کے چہرے پر پھلجھڑی سی چل گئی۔ میں نے واپس آ کر آب زم زم کے دو گلاس پیئے پچھلے پون گھنٹے میں جو کچھ ہو چکا تھا وہ ایک خواب سا لگ رہا تھا.....

"ہے کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا"

دوسرے دن سرکاری آرام دہ بس مدینہ منورہ کی طرف جا رہی تھی اس کا ایک طرفہ کرایہ پچپن ریال ہے ٹیکسی کے بجائے اس سرکاری ٹرانسپورٹ پر سفر کرنا چاہئے یہ بس راستے میں ایک جگہ رکتی ہے وہاں مناسب سا ہوٹل بھی ہے جہاں مسافر چائے وغیرہ پی لیتے ہیں۔

بس رکی تو میں چائے پینے کے لئے ہوٹل کی طرف بڑھا ..... بہت سے پاکستانی پہلے سے وہاں بیٹھے تھے۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے روتی ہوئی آنکھوں اور سوجے ہوئے چہرے والے محنت کش کو پہلے سے وہاں بیٹھے دیکھا۔ مجھے دیکھ کر وہ اپنی کرسی چھوڑ کر میری میز کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ وہاں جتنے بھی پاکستانی تھے وہ عمرے کی مبارک باد دینے کے بعد پاکستان کی حکومت سے سخت نالاں نظر آتے تھے۔

Marfat.com

پھر بس نے ہارن دیا میں نے ہوٹل والے کو چائے کے پیسے دینا چاہے تو اس نے پیسے لینے سے انکار کر دیا۔ وہ اندر سے مسلم لیگی اور میاں نواز شریف کا عاشق تھا۔ میری مسلم لیگ میں شمولیت اس کے علم میں تھی۔ اس نے میری میز پر بیٹھے ہوئے باقی مسافروں سے بھی پیسے نہیں لئے۔

پاکستان ہاؤس مدینہ میں رات دس بجے سے ایک بجے تک مسلم لیگ مدینہ کے ساتھیوں اور پیپلزپارٹی کے دو عہدیدار کے ساتھ سیاسی بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ بات الیکشن پر آئی پیپلزپارٹی کا ایک عہدیدار کہنے لگا کہ اس کا یہ پکا یقین ہے کہ الیکشن بی بی ہی کروائے گی اور 1998ء میں۔ مجھے معلوم نہیں کس مستی میں میں نے انگلی اٹھا کر پورے یقین سے کہہ دیا کہ الیکشن مارچ 97ء سے پہلے ہوں گے ....کچھ دیر بعد محفل برخاست ہو گئی اور ہم سونے کے لئے چلے گئے۔

رات چار بجے میں تہجد کی نماز کے لئے پُر جمال مسجد نبویؐ میں گیا تو ایک سفید ریش بزرگ نے مجھے گلے لگا کر خوشی خوشی یہ خبر سنائی کہ "اسمبلی ٹوٹ گئی ہے"

اس بزرگ نے بتایا کہ وہ ابھی ابھی پاکستان اپنی بیٹی سے ٹیلی فون پر بات کر کے آیا ہے پھر جب دن کی روشنی پھیلنے لگی تو مدینہ منورہ کی گلیوں بازاروں میں ہر طرف لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہوئے مٹھائیاں بانٹ رہے تھے۔ مکہ مکرمہ اور جدہ میں بھی یہی حال تھا.... مجھے روئی ہوئی آنکھوں اور سوجے ہوئے چہرے والا محنت کش بہت یاد آیا....اگر وہ مجھے مل جاتا تو میں اسے ضرور گلے لگا کر مبارک باد دیتا کہ ایک عذاب تمام ہوا اور اب تین فروری تمام روئی ہوئی آنکھوں کے لئے عمل کا دن ہے۔

۱۷-۱۸ نومبر ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"بے نظیر یہاں بھی ہار گئی"

گھر پہنچا تو پتہ چلا کہ پرائم منسٹر ہاؤس سے دو مرتبہ ٹیلی فون آ چکا ہے۔ ان دنوں ملک معراج خالد پاکستان کے وزیراعظم ہیں۔ اگرچہ نگران ہیں پھر بھی یہ تو کھلا کہ غریب آدمی اگر اپنی عمر کچھ اپنے لئے بچا رکھے اور بازار حیات میں ارزل اور بے توقیر دروازوں پر دستک دیئے بغیر گزر جانے کا حوصلہ رکھتا ہو تو ایک دن ملک کا وزیراعظم بھی بن سکتا ہے۔

ملک صاحب سے میری نیاز مندیوں کا سلسلہ کم و بیش ستائیں برسوں پر محیط ہے۔ مجھے سیاسی جدوجہد کے وہ دن بھی یاد ہیں جب مارشل لاء کے جھروکوں سے ہم پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور ہم .....

"آپ اٹھا لاتے تھے گر تیر خطا جاتا تھا"

ہم شملہ کانفرنس میں بھی ایک میز پر ساتھ ساتھ ہی بیٹھے تھے۔ ملک صاحب آبادی کے لحاظ سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کے وزیراعلیٰ بھی رہے۔ قومی اسمبلی کے سپیکر بھی رہے اور نہیں معلوم .....

"کہاں کہاں تیرا عاشق تجھے پکار آیا"

عروج و زوال کے ان سارے زمانوں میں بہت سی چیزیں بدلیں ... کتنا بہت سا پانی پلوں کے نیچے سے بہہ چکا لیکن اگر کسی چیز کو استحکام رہا تو وہ ملک معراج خالد کی دل موہ لینے والی مسکراہٹ اور پہنچے ہوئے فقیروں جیسی بے نیاز انکساری ہے شاید یہی وجہ

Marfat.com

ہے ان سے سیاسی اختلاف رکھنے والے بھی دل سے ان کا احترام کرتے ہیں۔ ملک صاحب جیسے لوگ اس قبیلے کے لشکری ہوتے ہیں جو اندھوں کے شہر میں آئینے بیچنے کے لئے نکل پڑتے ہیں صرف اس امید پر کہ شاید کوئی بینا مل جائے .... یہ بقول اقبال' نظیری کے اس مصرع کی ہمیشہ بولتی تصویر ہوتے ہیں .....

"کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ مانیست"

پاکستان پیپلز پارٹی میں دو معراج تھے دونوں سچے اور کھرے آدمی تھے۔ دونوں پیپلزپارٹی کی لیڈر شپ کی ناز برداریاں تو کرتے تھے لیکن برملا کہتے بھی تھے .....

"ادا و ناز کو انداز دلبرانہ سمجھ
مگر جفا کو جفا ہی سمجھ وفا نہ سمجھ

دونوں کی پیپلزپارٹی کی روایتی لیڈر شپ سے کبھی نہ نبھ سکی۔ نبھتی بھی کیسے' باطل کے پاس تو سمجھوتوں کے سوراستے ہوتے ہیں۔ اس کے حساب میں تو کبھی دو اور دو پانچ بھی ہو جاتے ہیں لیکن حق کی سب سے بڑی مجبوری یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس سمجھوتے کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہوتا ہے اس کی اقلیدس کی کتاب کے ہر صفحے پر یہی لکھا ہوتا ہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔

شام ڈھلے پھر ٹیلی فون کی گھنٹی بجی .... ایک مہذب لب و لہجہ والے نے بتایا کہ "کل رات آٹھ بجے وزیراعظم آپ سے ملنا چاہتے ہیں کیا آپ اسلام آباد آ سکتے ہیں؟"

میرے پاس اپنے پرانے ساتھی سے نہ ملنے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی سو میں نے ہاں کر دی ... میری اہلیہ نے ہنستے ہوئے پوچھا "کہیں نگران وزیراعظم تمہیں اپنی نگرانی میں تو نہیں لے رہے"

میں نے جواب میں غالب کے اس بولتے ہوئے مصرع کا سہارا لے لیا .....

"آخر گناہ گار ہوں کافر نہیں ہوں میں"

رات آٹھ بجے میں سندھ ہاؤس اسلام آباد میں پاکستان کے نگران وزیراعظم ملک

Marfat.com

معراج خالد کے سامنے کھڑا تھا۔ ملک صاحب نے اپنی روایتی مہربان مسکراہٹ کے ساتھ جپھی ڈال کر میرا استقبال کیا ..... میں اپنے پرانے ساتھی سے انتخاب اور انتساب کے حوالے سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن باہر کاروں کا ہجوم دیکھ کر اندازہ کر چکا تھا کہ ملک صاحب کی مسکراہٹ کے قتیل اور بھی بہت سے ہیں جو وہیں کہیں سندھ ہاؤس کے کسی گوشے میں پڑے کراہ رہے ہوں گے اور ملک صاحب نے ان کے سینے پر بھی ہاتھ رکھ کر پوچھنا ہو گا.....

"درد ہوتا ہے' کب ہوتا ہے اب ہوتا ہے؟"

ملک صاحب نے رسمی اور رواجی باتوں کو بالائے طاق رکھ دیا اور ہم موضوع پر آ گئے۔

" بھائی اپنا ٹیلی ویژن والا شو شروع کر دے' ناں دی گنجائش کوئی نئیں ..... اساں فیصلہ کر کے تینوں بلایا اے تے میں خود تینوں کہہ رہیاں"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ میرے بخت کی ارجمندیاں بھی کس کس عنوان کھل کھیلتی ہیں ..... کہ ایک سندھی وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے حکم سے میرا بیس سال سے چلنے والا پروگرام بند کیا جاتا ہے اور سندھ ہاؤس میں ہی بیٹھ کر پاکستان کا ایک وزیراعظم مجھے دوبارہ پروگرام شروع کرنے کے لئے کہہ رہا ہے ..... قرآن مجید میں ہے " دیکھو ہم تمہارے درمیان دنوں کو کس طرح پھیر دیتے ہیں"

میں نے یہاں معزول وزیراعظم کو سندھی وزیراعظم کہا ہے ..... یہ لفظ میرا نہیں بے نظیر بھٹو کی اپنی گل افشانی ہے جب انہوں نے سپریم کورٹ کے حوالے سے اپنی حکومت کی بحالی کے ضمن میں بات کی تھی "کہ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک خاص صوبے سے تعلق رکھنے والے وزیراعظم کی حکومت کی بحالی کا فیصلہ کسی دوسرے صوبے سے تعلق رکھنے والے وزیراعظم سے کتنا مختلف ہوتا ہے" میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ اس طرح کے صوبائی تعصب سے لبریز زہریلے بیانات دے کر بے نظیر بھٹو سندھ کارڈ کھیل کر آخر کیا حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ میاں نواز شریف نے اس طرح کی سوچ کو

Marfat.com

غداری کے مترادف کہا ہے .... اور یہ بات بھی کہی ہے کہ میر مرتضیٰ بھٹو کے قتل کے ساتھ ہی سندھ کارڈ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو چکا... اور رہی سہی کسر بے نظیر کے چچا ممتاز بھٹو پوری کر دیں گے۔ بے نظیر اس بار اگر اپنی سیٹ ہی بچالیں تو بڑی بات ہو گی۔

میں شاید موضوع سے ہٹ رہا ہوں۔ لیکن کیا کروں یہ بے نظیر بھٹو کا ہی کارنامہ تھا جس کی وجہ سے میں ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں عالمی ریکارڈ نہ بنا سکا۔ اب میرے لئے ٹیلی ویژن میں کوئی دلچسپی نہیں پہلے میں عالمی ریکارڈ بنا کر یہ عزت پاکستان کو دلانا چاہتا تھا انہوں نے وہ اعزاز مجھ سے نہیں بلکہ ملک سے چھین لیا۔ اب میں کوشش کروں گا کہ وزیراعظم ملک معراج خالد کی خواہش کا احترام کروں۔ میں آج تقریباً سوا سال کی غیر حاضری کے بعد ٹیلی ویژن کی حدود میں قدم رکھوں گا.....

۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء

Marfat.com

اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

" السلام علیکم!! اتنے انہماک سے کیا پڑھا جا رہا ہے ذرا ہم بھی تو سنیں"

" آپ کی چہیتی بے نظیر کا بیان پڑھ رہا تھا شاید یہ ان کی زندگی کا سچا ترین بیان ہے"

"کیا فرمایا ہے "وزیراعظم" بے نظیر کا تو یہ بیان نہیں دیکھا" ؟

" آپ بھی بے نظیر زرداری اور آصف علی زرداری کی طرح عینک اتار پھینکیں اور وہ خاص لینز آنکھوں میں لگوالیں جس کے بعد آپ کو بھی ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آنے لگے گا"

" کچھ خدا کا خوف کریں آپ کے دل میں مظلوم وزیراعظم کے لئے اتنا بغض کیوں ہے؟"

" تو سنئے آپ کی منظور نظر فرماتی ہیں کہ ہم بھوکے ننگے لوگ نہیں' گھوڑوں کا خرچ خود برداشت کرتے تھے۔ وزیراعظم ہاؤس میں گھوڑوں کا اصطبل آصف زرداری نے ذاتی طور پر تیار کروایا تھا وہاں پولو کھیلنے کے لئے صدر لغاری سمیت کئی لوگ آتے تھے۔ اس کے اخراجات آصف زرداری اور ان کے دوست اپنی جیب سے ادا کرتے تھے اس کے علاوہ موصوفہ نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ ایوان وزیراعظم میں کتوں کے لئے رکھے گئے ڈاکٹر کا خرچہ بھی ہم جیب سے ادا کرتے تھے۔ سابق وزیراعظم نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے تو آج پتہ چلا کہ گھوڑے دودھ پیتے ہیں اور سیب کے

Marfat.com

مربے سے دل بہلاتے ہیں"

"تو اس ساری تقریر سے آپ کا کیا مطلب ہے کیا گھوڑوں کو بھوکا مار دیا جاتا؟"

"ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔ میں بے نظیر زرداری کے اس بیان سے سو فیصد متفق ہوں۔ یہ حکمران جوڑا بھوکا ننگا نہیں ہے بلکہ اب تو خلق خدا یہاں تک کہہ رہی ہے کہ اس حکمران جوڑے کا شمار ایشیا کے دولت مند ترین جوڑوں میں ہوتا ہے۔ اگر صدر پاکستان فاروق احمد خان لغاری اور کچھ دیر "فاروق بھائی" بنے رہتے تو ملک کا چاہے جو بھی حال ہوتا یہ حکمران جوڑا یعنی بے نظیر زرداری اور آصف علی زرداری دنیا کا دولت مند ترین جوڑے کا اعزاز ضرور حاصل کر لیتا۔"

"میں آپ کی شعر و شاعری سے متاثر ہونے والی نہیں مجھے بتائیں کہ بھٹو اور زرداری خاندان کے دولت مند ہونے میں کوئی شک ہے آپ کو' وہ پوتڑوں کے رئیس ہیں بھٹو خاندان کا ہر فرد ہیراچاٹ کر مرا ہے آپ کی طرح اردو میڈیم اور ٹٹ پونجیا نہیں"

"سبحان اللہ کیا زبان استعمال فرمائی ہے آپ نے اس سے پہلے ایک دفعہ سوروں اور سورنیوں کے شکار کے شوقین ملک غلام مصطفیٰ کھر نے بھی حق وزارت ادا کرتے ہوئے ایسے ہی پھول بکھیرے تھے۔ جب عوام نے پوچھا تھا کہ بے نظیر نے اتنی قیمتی گاڑی کہاں سے درآمد کی ہے تو شوق شکار والے کھر نے جواب دیا تھا کہ بے نظیر' بھٹو کی بیٹی ہے کسی فاقہ زدہ کلرک کی بیٹی نہیں ہے وہ قیمتی سے قیمتی کار درآمد کر سکتی ہے"

"ان کے دولت مند ہونے میں کوئی شک ہے آپ کو؟"

"نہیں' کون کافران کی دولت سے انکار کر سکتا ہے"

"تو پھر؟"

"تو پھر میرے ایک دو سوال ہیں"

"آپ تو سدا کے سوالی ہیں پوچھئے کیا پوچھنا ہے؟"

"میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اگر بے نظیر زرداری بھوکی ننگی نہیں ہیں اور ان کے

Marfat.com

شوہر اپنے گھوڑوں کا خرچ خود اٹھاتے ہیں تو پاکستان کے چودہ کروڑ عوام یہ پوچھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بچے کی پیدائش کے اخراجات کے لئے حکومت پاکستان کے خزانے سے یا زکوۃ فنڈ سے لاکھوں روپے کیوں وصول کئے کیا آصف علی زرداری کی نظر میں انسانی بچے گھوڑوں سے بھی گئے گزرے ہیں کہ گھوڑے تو دودھ پئیں اور سیب کے مربے کھائیں اور ان کے بچے سرکاری خرچ پر دنیا میں آکر پہلی سانسیں لیں۔ غریب سے غریب عورت بھی اپنے بچے کی پیدائش پر اپنے زیور وغیرہ بیچ کر اخراجات ادا کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے اور بقول آپ کے پوتڑوں کے رئیسوں کا یہ عالم ہے کہ اپنے بچے کی پیدائش پر کچھ خرچ کرنے کی بجائے عوام کے ٹیکسوں پر ہاتھ مارا۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا"

"ہاتھ کنگن کو آر سی کیا۔ خود جا کر اپنی "دیانت دار" معزول سہیلی سے پوچھ لیجئے۔ آج کل تو فرصت ہی فرصت ہے دو دو گھنٹے پلیٹ فارم پر کھڑی گاڑی میں بیٹھ کر استقبالی ہجوم کا انتظار کرتی رہتی ہیں"

"ایک بات تو بتائیں جو کچھ آپ نے بتایا یہ سچ ہے یا سیاسی الزام تراشی؟"

"رب کعبہ کی قسم میرے علم و اطلاع کے مطابق یہ سو فیصد سچ ہے اور ابھی تو ڈیوٹی فری گاڑیوں کا سیکنڈل بھی ہے"

"نہیں نہیں میں جا رہی ہوں۔ آپ نے تو میرے پاؤں کے نیچے سے زمین ہی کھینچ لی۔ مجھ میں اب اور کچھ سننے کی سکت نہیں"

"ان کی کرتوتیں سنی تو پڑیں گی اخباروں میں یا ہونے والے انتخابی جلسوں میں اور ہاں میں کاغذ کے ایک پرزے پر ایک شعر لکھ دیتا ہوں اسے اپنے پیاروں کو پڑھوا دیجئے گا۔"

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

یکم دسمبر ۱۹۹۶ء

Marfat.com

"کہانی کے سارے کردار مشکوک ہیں"

شاید یہ سرد جنوری کی ایک چمکیلی صبح تھی جب روتی ہوئی آنکھوں اور سوجے ہوئے چہرے والا ایک اجنبی مجھ سے ملنے آیا۔ باتیں کرتے ہوئے مجھے اندازہ ہوا کہ میرے ملاقاتی کا ذہن زیادہ تیزی سے کام کر رہا ہے اور زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی۔ اپنے اظہار کے لئے لفظوں کے چناؤ میں وہ بار بار ٹھوکر کھا رہا تھا۔ اس کی گفتگو کا سارا دارومدار ایک بے ریادلسوزی اور قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ بے روک لگاوٹ پر تھا۔ وہ بولے جا رہا تھا اور میں چپ چاپ سن رہا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ میری ساری توجہ اس اجنبی کی طرف نہیں تھی۔ میں اپنے قومی اسمبلی کے الیکشن اور سرد جنوری کے اس چمکیلے دن کی مصروفیات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

پھر بھی جعفر طاہر کو پیش آنے والی صورتحال کی طرح ..... "یہ بھی کرم سمجھ کہ جوہوں ہوں کروں ہوں میں" آخر میں نے اپنے اجنبی ملاقاتی سے کہا کہ وہ قائداعظم کے بارے میں بننے والی فلم کے سلسلے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ لکھ کر دے دے۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کی بات متعلقہ لوگوں کی سماعتوں میں انڈیل دوں۔

"نتیجہ کچھ بھی ہو زنجیر تو ہلا جاؤں"

پھر اپنے قومی اسمبلی کے الیکشن کے ہنگاموں میں میں اسی روئی ہوئی آنکھوں اور سوجے ہوئے چہرے والے اجنبی اور اس کے دیئے ہوئے خط کو بھول گیا۔ الیکشن میں انسان بہت کچھ بھول جاتا ہے اور اگر مجھ جیسا بے سروسامان اس اکھاڑے میں کود

Marfat.com

پڑے تو وہ سب کچھ ہی بھول جاتا ہے۔

ہوئی جو شام تو لوگوں سے بھر گئی چوپال
جلا الاؤ تو ہم داستان بھول گئے

الیکشن چیز ہی ایسی ہے۔ ایسی ایسی کہانیاں سننے کو ملتی ہیں ایسے ایسے باریش منافقوں سے پالا پڑتا ہے کہ خدا کی پناہ ..... وقت ملا تو اس پر باقاعدہ ایک کتاب لکھوں گا .....الیکشن ختم ہوا۔ اللہ نے مسلم لیگ کے ٹکٹ کی وجہ سے مجھے کامیاب و کامران کیا۔ پچھلے چند دنوں سے اخبارات میں بڑے تواتر کے ساتھ قائداعظم پر بننے والی فلم کے بارے میں خبریں آ رہی ہیں یہ خبریں پڑھتے ہوئے مجھے اچانک وہ روتی ہوئی آنکھوں اور سوجے ہوئے چہرے والا شخص یاد آ گیا۔ پرانے کاغذات میں اس اجنبی کی وہ تحریر بھی مل گئی جس میں قائداعظم پر بننے والی فلم کے بارے میں تفصیلات لکھی ہوئی تھیں دو تین دن پہلے "نوائے وقت" میں میرے دیئے گئے بیان کا خاطر خواہ اثر ہوا اور ملک کے فنکاروں اور دانشور اور صحافیوں نے بھی اس کا نوٹس لیا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی داستان گو کچھ یوں بیان کرتا ہے کہ ڈاکٹر ایس اکبر احمد اتفاق سے ہمارے ملک کی ایک مقتدر شخصیت کے ساتھ زیر تربیت گروپ میں شامل رہے ہیں۔ ایک سہانی صبح پرچہ نویسوں نے یہ خبر پہنچائی کہ ڈاکٹر ایس اکبر نے قائداعظم پر فلم بنانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس کا سکرپٹ کس نے لکھا۔ اور بانی پاکستان پر فلم بنانے کی اجازت موصوف کو کس نے دی اور جنسی درندے ڈریکولا کا کردار کر کے شہرت حاصل کرنے والے ایکٹر کرسٹوفرلی کو کس سازش کے تحت قائداعظم کا کردار ادا کرنے کے لئے چنا گیا۔ اس فلم کے حوالے سے پرتھوی راج کپور ایسے پاکستان دشمن ایکٹر خانوادے کے ایک رکن کو پاکستان آنے کی زحمت گوارا کرنے کی تکلیف کیوں دی گئی۔ اس فلم کے ڈائریکٹر سونے پر سہاگہ جمیل دہلوی کو لیا گیا ..... اور بھارتی ایکٹروں ایکٹرسوں کو پاکستان بلا کر یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ جیسے فلم کی شوٹنگ ابھی شروع ہوئی ہے۔ حالانکہ منصوبے کے تحت کام بہت پہلے سے شروع ہو چکا ہے۔ ہمارے ملک میں

Marfat.com

بے نظیر بھٹو کے عالمی شہرت یافتہ شوہر کے سودے اور سودوں میں شرکت نے بہت شہرت پائی۔ اب انہی راہوں پر چلتے ہوئے نہیں معلوم کیوں فلمساز کو چھ کروڑ روپے کی خطیر رقم دی جا رہی ہے اور یہ سارے کاروبار نگران حکومت کے دور میں ہوئے پہلے سیدھے احکامات جاری کئے گئے ..... لیکن وزارت خزانہ نے صاف انکار کر دیا قصہ مختصر دلچسپی رکھنے والوں نے اب بات کو یہاں تک پہنچایا کہ پہلے تو پاکستان ٹیلی ویژن کو مجبور کیا گیا کہ وہ چھ کروڑ روپے اس فلم ساز کو ادا کرے جب فقیر ٹیلی ویژن والوں نے ہاتھ اٹھا دیئے کے بے نظیر بھٹو کی چہیتی اور ہمراز رعنا شیخ پہلے ہی اس ادارے کو کروڑوں کا نقصان پہنچا چکی ہے لہٰذا .....

گھر میں تھا کیا کہ تیرا غم جسے غارت کرتا
وہ جو اک حسرت تعمیر ہم رکھتے تھے سو ہے

پھر اسٹیٹ بنک نے شاید حبیب بنک کے لئے چھ کروڑ کا قرضہ منظور کیا۔ حبیب بنک کا چھ کروڑ کا چیک پاکستان ٹیلی ویژن تک پہنچ چکا ہے کہ جلد از جلد فلمساز کے اکاؤنٹ میں جمع کروایا جائے میری اطلاع یہاں تک ہے کہ نگران حکومت اپنی حکومت کے آخری منٹ پر یہ رقم فلم ساز کو دلوانے کی کوشش کرتی رہی ہے۔

میرے پاس اور بھی حقائق ہیں۔ ضرورت پڑی تو میں اس مسئلے کو قومی اسمبلی میں بھی اٹھاؤں گا۔ اور پاکستان جیسے ملک کو جو پہلے ہی قرضوں کے بوجھ تلے سسک رہا ہے چھ کروڑ روپے کا نقصان پہنچانے والوں سے جواب طلب کروں گا۔

میں یہ بھی سمجھتا ہوں قائداعظم کے ادنیٰ جانشین وزیراعظم نواز شریف اور ان کے مشیر اطلاعات و نشریات و ثقافت کو اس معاملے کی پوری پوری تفتیش کرنی چاہئے اور قومی خزانے کو کروڑوں کا نقصان پہنچانے والے چہروں سے نقاب نوچ پھینکنا چاہئے پاکستان میں اس فلم کی شوٹنگ فوری طور پر روک دینی چاہئے۔ روتی ہوئی آنکھوں اور سوچے ہوئے چہرے والا بھی یہی کچھ چاہتا تھا۔

۳ مارچ ۱۹۹۷ء

Marfat.com

"کیا بجٹ کی تقریر ایسی ہوتی ہے؟"

—— (1) ——

جناب سپیکر! حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ایک قول ہے کہ "کلام کرتا کہ تو پہچانا جائے" مجھے یاد نہیں میں نے یہ جملہ کہاں پڑھا' یہ قول کس سے سنا' لیکن تین چار دن سے اس قول کی سچائیاں دل و دماغ کو منور کر رہی ہیں۔ یہاں مختلف احباب نے کلام کیااور اپنی اپنی پہچان کروائی۔

"فکر ہر کس بقدر ہمت اوست"

جناب والا! جب میں اس سیاسی طور پر مقدس ایوان میں داخل ہوا تو' اس وقت ایک فاضل خاتون رکن جن کا تعلق حزب اختلاف سے ہے' نہایت ڈرامائی انداز میں وزیر خزانہ جناب سرتاج عزیز کے پیش کردہ بجٹ پر اظہار خیال فرما رہی تھیں۔ انہوں نے نہایت ڈرامائی انداز میں انگشت شہادت نچا نچا کر بجٹ کے اعداد و شمار کو مشکوک قرار دیا۔ انہوں نے اور بھی بہت کچھ کیا۔ جناب والا چونکہ آج آخری دن میری باری آئی ہے اور بجٹ پر بے شمار تقاریر ہو چکی ہیں۔ اعداد و شمار میں تو نہیں جاؤں گا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ فاضل مقررہ بے نظیر بھٹو کے پیش کردہ اعداد و شمار کو اس ایوان کے اندر معزز رکن سینئر پارلیمنٹرین جناب فخر امام نے چیلنج کر دیا تھا اور پوچھا تھا کہ معلوم

Marfat.com

نہیں فاضل مقررہ کے محدبن "ابو موسیٰ الخوارزمی" کون ہیں جنہوں نے ان کو یہ اعداد و شمار مہیا کئے ہیں۔ بہر حال چونکہ میں ابتداء میں کہہ چکا ہوں کہ اعداد و شمار کے ہیر پھیر میں نہیں جاؤں گا کہ بہت ہو چکی' بہت کچھ کہا سنا جا چکا لیکن جناب والا میں کچھ دوستوں کی تقاریر کا جواب دینا چاہوں گا۔ جناب سپیکر! فاضل مقررنے اس دن اپنی حکومت کی اقتصادی کارکردگی اور جناب سرتاج عزیز کے پیش کردہ اقتصادی ڈھانچے کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے موازنے کے لئے اسے سپریم کورٹ میں لے جایا جائے۔ جناب سپیکر! محترمہ کے منہ سے سپریم کورٹ کا نام سن کر اس ایوان کے اکثر معزز ممبروں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس لئے کہ یہ وہی حلقوم تھا' یہ وہی زبان تھی جس نے بطور وزیراعظم پچپن منٹ تک اس مقدس ایوان میں کھڑے ہو کر پاکستان کی سب سے اعلیٰ سب سے مقدس عدلیہ کی توہین میں جس طرح ان کے منہ سے پھول جھڑے تھے اور یہ جھڑتے پھول پاکستانی پریس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی پریس نے بھی دیکھے۔ اس ایوان نے بھی ان زہریلے پھولوں کی خوشبو محسوس کی۔

جناب سپیکر! میں آج ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ حضور کل تو یہ لوگ برے تھے۔ کل ان کے فیصلے غصے کے فیصلے تھے۔ آج آپ پھر اسی در پر دستک دینا چاہتے ہیں اور جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ دستور پاکستان کے مطابق تو سپریم کورٹ کا مفہوم متعین ہے لیکن معنوی طور پر سب جانتے ہیں کہ پاکستان کی اصلی سپریم کورٹ کونسی ہے۔ جناب سپیکر وہ سپریم کورٹ پاکستان کے تیرہ کروڑ اسی لاکھ عوام ہیں جو تین فروری 1997ء کو اپنا فیصلہ سنا چکے' بعض کو مقبول بارگاہ بنا چکے اور بعض کو نا مقبول قرار دے چکے۔ اب روز روز اور کس سپریم کورٹ کا دروازہ آپ لوگ کھٹکھٹانا چاہتے ہیں۔ ہے کوئی جواب' ہے کوئی دعویٰ' ہے کوئی دلیل!

جناب والا! فاضل مقررہ نے نہایت جذباتی انداز میں یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ سچ کا پرچم بلند کر رہی ہیں۔ انہوں نے کربلا کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یاد فرمایا۔ جناب سپیکر! میں ایک بات کہتا ہوں اس کو ذرا توجہ سے سن لیا جائے۔

Marfat.com

سچ کے ساتھ ہمیشہ یہ مصیبت رہی ہے کہ ایک کہے اور دوسرا اس کی تصدیق کرے اسی لئے صدق کی تصدیق کرنے والے کو صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا گیا اور جھوٹ کے لئے ایسی کوئی کوئی پابندی نہیں۔ بس بولتے جاؤ بولتے جاؤ یہ تسبیاں رولتے جاؤ جناب والا! ایک میرے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچ تھا اور ابو جہل بھی اپنی دانست میں اپنے آپ کو سچا سمجھتا تھا۔ جناب والا پھر حق اور باطل میں تفریق کرنے کے لئے کیا کیا۔ کیا کرنا چاہئے' کہاں سے دلیل لینی چاہئے۔ جناب سپیکر! دلیل کبھی زمانہ لاتا ہے کبھی اعمال کے نتائج لاتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ اعمال اور سوچوں کے نتائج کی وجہ سے آج پوری دنیا میں رسول انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام تقدس سے لیا جاتا ہے اور دنیا بھر میں ایک ارب دس کروڑ سے زیادہ انسان پانچ وقت دن میں اس کا ذکر کرتے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بدنصیب ابوجہل کا تذکرہ تاریخ میں ایک دردناک تمثیل کے لئے باقی رہ گیا۔ تو جناب والا! سچ کے اس آئینے میں بہت سے لوگوں کو اپنا "ابوجہلائی چہرہ" دیکھ لینا چاہئے۔

جناب سپیکر! پھر کہا گیا کہ پنجابی انہیں ووٹ نہیں دیتے۔ اگر زمانے کا حافظہ اتنا کمزور نہیں تو معلوم رہے کہ یہ وہی زندہ دلوں کا شہر تھا۔ یہ وہی کالجوں اور باغوں کا شہر تھا۔ یہ وہی داتا کی نگری تھی۔ یہ وہی لاہور تھا جہاں ڈاکٹر مبشر حسن کے گھر میں 1967ء میں جب ایک معزول وزیر خارجہ تشریف لائے۔ اہل لاہور نے بازو کھول کر ان کا استقبال کیا۔ مسکراتے ہوئے چہروں سے خوش آمدید کہا۔ ان پر برسنے والی لاٹھیوں کو پیشانیوں کے لہو سے لال گلال کیا۔ انہیں اپنے سر آنکھوں پر بٹھایا۔ پھر کیا ہوا اعمال سامنے آئے۔ پیاز کے چھلکے اترتے گئے' تہیں کھلتی گئیں' اندر سے کیا نکلا؟ 1970ء میں۔ یہ باتیں اس لئے کہ رہا ہوں کہ یہاں میرے اس دور کے ساتھی جناب عبدالحمید جتوئی بیٹھے ہیں۔ وہ میرے گواہ ہیں۔ جب ڈھاکہ سے واپسی پر انہوں نے کہا کہ "خدا نے پاکستان بچا لیا" اس وقت کراچی ائرپورٹ پر میں اور معراج محمد خان تھے جنہوں نے کہا کہ "نہیں صاحب تو پاکستان توڑ آیا ہے"۔

Marfat.com

جناب سپیکر! ایک دن اسی اسمبلی کے فلور پر میں نے پیپلز پارٹی والوں سے مذاقاً" کہا تھا کہ اپنی تاریخ پوچھنی ہو تو مجھ سے پوچھ لیا کرو۔ میں تمہارا "دادا استاد" ہوں تو بہت سے ماتھوں پر شکنیں آگئیں تھیں۔

جناب سپیکر! ان کی تو سینس آف ہیومر بھی ختم ہو گئی ہے۔ جناب والا ملک توڑنے میں تین پارٹیاں تھیں۔ جن میں سے ایک وہ بھی تھی جس میں اس وقت میں بھی شامل تھا۔

میرے بھی دستخط ہیں سرِ محضرِ شکست
میرے لئے بھی بچ کے نکلنا محال ہے

اور یہ اس پارٹی کی باقیات بیٹھی ہیں۔ جن کی لیڈر نے یہ بھی کہا کہ اس بجٹ کے تحت جس نے بھی اس حکومت سے تعاون کیا ہم حکومت میں آکر اس سے حساب لیں گے۔ جناب والا دنیا میں ہر شخص کو خواب دیکھنے کی آزادی ہے۔ خیالی پلاؤ پکانے کا حق ہے۔(یہاں پہنچ کر سپیکر قومی اسمبلی سے مکالمہ ہوتا ہے)

جناب سپیکر --- پلیز وائنڈ اپ"

طارق عزیز --- "وہ شکریہ کہا کرتے تھے آپ حکم دے رہے ہیں"

جناب سپیکر --- وہ میں آخر میں شکریہ کہوں گا۔

طارق عزیز --- "مجھے معلوم ہے کہ آپ کو میری باتیں پسند آ رہی ہیں جناب والا جب میرے دس منٹوں میں سے پانچ منٹ رہ جائیں تو پلیز مجھے بتا دیجئے گا"۔

جناب سپیکر --- "بارہ منٹ ہو گئے ہیں آپ کے۔ پلیز ٹرائی ٹو وائینڈ اپ"

جناب والا! ادھر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا بیٹھی ہیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ ہونے والی ریاستی دہشت گردی کا ذکر کیا تھا۔ مجھے اپنی بہن سے پوری ہمدردی ہے اور میں ان افعال کی مذمت کرتا ہوں جس سے ان کے دل و دماغ کو صدمہ پہنچا' لیکن جناب والا مجھے حزب اختلاف میں بیٹھی ہوئی فاضل ممبر کے سامنے ان ہی کی پارٹی کی مرتب کردہ تاریخ کے کچھ اوراق پلٹ لینے دیجئے۔ جناب والا یہ وہی پارٹی ہے جس نے اس

Marfat.com

مقدس ایوان میں چودھری ظہورالٰہی' اور مفتی محمود کو اٹھوا کر باہر پھینک دیا تھا۔ یہ وہی پارٹی ہے جس نے جے اے رحیم' معراج محمد خان' میر علی احمد تالپور اور میر رسول بخش تالپور جیسے بے شمار لوگوں کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا۔

کس کس کی زبان روکنے جاؤں تیری خاطر
کس کس کی تباہی میں تیرا ہاتھ نہیں ہے

۱۲ جولائی ۱۹۹۷ء

Marfat.com

"کیا بجٹ کی تقریر ایسی ہوتی ہے؟"

---2---

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف بے نظیر بھٹو صاحبہ نے اپنی تقریر میں کچھ پیش گوئیاں بھی فرمائی ہیں۔ جن پر میں پھر کبھی بات کروں گا۔ اس سیشن میں میرے پاس وقت کم ہے۔(یہاں پھر جناب سپیکر سے مکالمہ ہوتا ہے) جناب سپیکر "بہت بہت شکریہ جی"

طارق عزیز --- "ابھی نہیں سر ابھی نہیں"

جناب سپیکر --- طارق صاحب آپ کو ٹائم میں تین منٹ زیادہ مل گئے ہیں بہت بہت شکریہ۔ وائنڈ اپ کر لیں۔

طارق عزیز --- سر میرے اپنے حلقے کے بھی بہت سے مسائل ہیں ان پر بھی بات کرنی ہے۔ سر آپ ایسا کیجئے کہ آئندہ سال کی بجٹ تقریر میں سے ابھی کچھ وقت دے دیں۔ کیا پتہ کل میں زندہ رہوں یا نہ ہوں ---

یہ صبح رہے شام رہے میں نہ رہوں
یہ گردش ایام رہے میں نہ رہوں
میں کل کا بھروسہ نہیں کرتا ساقی
ممکن ہے کہ کل جام رہے میں نہ رہوں

Marfat.com

جناب سپیکر --- "اگلی بار پھر آپ ضد کریں گے جی بہت بہت شکریہ ---"

جناب سپیکر میں ایک دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا میں ایک مفکر گزرا ہے۔ قدیم چین کا --- کنفیوشس --- یہ غالباً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو ساڑھے پانچ سو برس پہلے کا آدمی ہے۔ اس نے ایک مقالہ لکھا ہے جو دنیا کے بڑے مقالات میں شامل ہوتا ہے۔ کنفیوشس کہتا ہے کہ حکومت کیا ہے؟ پھر اس پر بحث کرتے ہوئے وہ ایک فقرہ کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر حکومت ایک سو سال تک اچھے اور دردمند لوگوں کے ہاتھ میں رہے۔ "پھر خود ہی بریکٹ کرتا ہے فتویٰ دیتا ہے" "کہ جو ناممکن ہے" تب کہیں جاکر برائی کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا جاسکتا ہے۔ پتہ چلا کہ برائی تو رہے گی حکومتوں میں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ برائی کا پیمانہ کتنا ہوگا۔ جناب والا! آج آخبار پڑھا تو اپنا منہ نوچ لینے اور سرپیٹ لینے کو جی چاہا۔ اتنا اندھیر جناب سپیکر اسی اسلام آباد میں' سابقہ دور حکومت میں ایوان وزیراعظم میں بیٹھنے والوں نے۔ ان کی سکھی سہیلیوں نے ناہیدوں اور شہنازوں نے اسکول کے بچوں کے نام پر کروڑوں کے پلاٹ اربوں کے پلاٹ ہزاروں اور لاکھوں میں لے لئے گیا کہیں! جناب والا (یہاں پہنچ کر ایک فاضل رکن اسمبلی اٹھتے ہیں)

ارباب سعداللہ خان --- پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر --- "ارباب سعداللہ خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر"

ارباب سعداللہ خان --- جی طارق عزیز صاحب نے مزید وقت مانگا۔ بجٹ پر انہوں نے یہ سپیچ شروع کی ہے یہ تو پیپلزپارٹی والوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ فاضل ٹائم میں یہ کچھ مطلب کی باتیں کہہ کر ختم کریں شکریہ ---

جناب سپیکر --- "طارق عزیز صاحب پلیز وائنڈ اپ" جی سر! میں وائنڈ اپ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جناب سپیکر وزیراعظم کی حیثیت قطبی ستارے کی سی ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی روشن اور چمکدار صفت کے ساتھ ایک جگہ قائم و دائم رہتا ہے۔ جسر، کو دیکھ کر جناب والا صحراؤں میں چلنے والے قافلے اپنا راستہ متعین کرتے ہیں۔

Marfat.com

جناب سپیکر! اگر قطبی ستارہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ ڈانواں ڈول ہو جائے تو قافلے بھٹک جاتے ہیں۔ لوگ بچھڑ جاتے ہیں۔ باد سموم انہیں موت کی وادیوں میں لے جاتی ہے۔ جناب والا گئے دنوں میں ہمارے ملک کی وزارت عظمیٰ کی کرسی کس کس عنوان ڈولتی اور ڈگمگاتی رہی ہے۔ وہ عبرت اور سنگدلی کی ایک علیحدہ داستان ہے۔ جس کتاب عبرت کے کچھ اوراق احتساب سیل سنا رہا ہے۔ جناب سپیکر مجھے معلوم ہے کہ وقت کم ہے میں خارجہ امور کے بارے میں بھی کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن کل جناب اسفندیار ولی نے جو باتیں کی ہیں میں ان میں سے بہت سی باتوں پر اپنے آپ کو ان سے متفق پاتا ہوں انہوں نے کم و بیش میری سوچوں کی عکاسی کی ہے --- اور آخر میں وائنڈ اپ کی طرف آتے ہوئے میں یہ عرض کروں گا کہ اگر کوئی آپ سے آکر یہ کہے کہ اس نے درختوں کو چلتے اور پہاڑوں کو بھاگتے دیکھا ہے۔ اگر کوئی آپ سے کہے کہ لولے کبڈی کھیل رہے تھے اور گونگے میڈونا کے ساتھ جھوم جھوم کر گانا گا رہے تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حاجی بوٹا ہمارے اس معزز ایوان کے سب سے زیادہ سمارٹ رکن ہیں تو یقین کر لیجئے گا --- کیونکہ یہ امکانات کی دنیا ہے۔ اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ آج لاہور سے قومی اسمبلی کے رکن میاں محمد منیر نے اپنے حلقے سے آئی ہوئی کسی عرضی پر چودھری نثار علی صاحب سے دستخط نہیں کروائے تو یقین کر لیجئے گا۔ لیکن جناب والا اس بات پر یقین نہ کیجئے گا کہ یہ جو کچھ لوگ گلے پھاڑ پھاڑ کر اور انگلیاں نچا نچا کر مگرمچھ کے آنسو بہا رہے ہیں ان سے کسی اچھے قومی مفاد کی توقع کی جاسکتی ہے۔ جناب والا ہمارا موجودہ نظام بانجھ ہو چکا ہے اس کی کوکھ سے یہی کچھ جنم لے سکتا تھا جو ماضی ہمیں وراثت میں ملا۔ اس نظام کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ ایک بڑے آپریشن کی ضرورت ہے۔ جناب والا اس وقت سر تاج عزیز صاحب یہاں نہیں ہیں ان سے بھی کچھ کہنا تھا جو اس وقت ذہن میں نہیں آرہا ایک تو آپ نے مجھے ڈسٹرب کر دیا ہے شکریہ شکریہ کہہ کر--

جناب سپیکر --- " آپ کہہ رہے تھے کہ شکریہ ادا نہیں کر رہے میں نے آپ کا

Marfat.com

شکریہ ادا کر دیا۔

طارق عزیز ---- جناب والا آپ کے سبھی احترام میرے دل میں ہیں۔ جی تو میں کہہ رہا تھا --- کہ وزیر خزانہ جناب سرتاج عزیز نے یہ بجٹ معیشت قرضوں کے سیم و تھور سے شور زدہ زمین میں خواہشات کے بیج بو کر توقعات کی فصل کاٹنے کی ایک کوشش کی ہے۔ خدا کرے ان کی توقعات پوری ہوں۔

جناب والا! کل مجھے ایک خاتون کا فون آیا۔ وہ مجھے کہنے لگیں کہ اپنے عزیز کو مبارکباد دینا اچھا بجٹ پیش کرنے پر --- میں نے کہا کہ خاتون آپ کس عزیز کی بات کر رہی ہیں۔ کس کو مبارکباد کہوں۔ فرمانے لگیں کہ وہی عزیز آپ کے وزیر خزانہ جناب والا! میں نے کہا کہ آپ سرتاج عزیز کیوں نہیں کہتیں تو شرمائی ہوئی آواز میں کہنے لگیں ہائے اللہ میں ان کو سرتاج کیسے کہہ دوں --- میرا سرتاج تو میرے گھر بیٹھا ہے "بہر حال ان سب کی طرف سے جن کے سر تاج گھروں میں بیٹھے ہیں وزیر خزانہ تک ان کی مبارکباد پہنچا دیجئے گا۔

جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ طارق عزیز صاحب آپ بہت وقت لے چکے ہیں۔

طارق عزیز --- جناب والا میں نے باتیں بھی اچھی کی ہیں بس ایک آدھ بات اپنے حلقے کے بارے میں کر کے میں خاموش ہو جاؤں گا۔ جناب سپیکر! پلیز ٹرائی ٹو وائنڈ اپ۔

جناب والا! میں لاہور کے حلقہ نمبر 94 سے منتخب ہو کر آیا ہوں میں خود ایک غریب آدمی ہوں اور میرے حلقے میں اکثریت غریبوں کی ہے آپ دنیا کا کوئی مسئلہ لے لیں اگر وہ میرے حلقے میں بھی نہ نکلے تو میں یہ سیٹ چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا۔

جناب سپیکر! میرے علاقے میں ایک پل ہے جسے شاہو کی گڑھی کا پل کہتے ہیں یہ سو سال پرانا پل ہے۔ سال ہا سال پہلے حکومت اسے خطرناک قرار دے کر بھاری ٹریفک کے لئے بند کر چکی ہے جناب والا! پل بہت خستہ ہو چکا ہے۔ کسی وقت بھی گر

Marfat.com

سکتا ہے یہاں اس پل پر سے روزانہ ہزاروں کاریں اور لاکھوں لوگ گزرتے ہیں حکومت کب سے ڈیکلیئر کر چکی ہے کہ گر سکتا ہے۔ جناب والا اگر خدانخواستہ کسی دن یہ پل گر گیا تو بہت بڑا حادثہ ہو گا۔ میرے علاقے کے سینکڑوں غریبوں کی جانیں جائیں گی۔ میں وزیر خزانہ سے ہاتھ باندھ کر کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ کوئی بڑا حادثہ جنم لے --- اور ملکی اور غیر ملکی پریس اور ٹیلی ویژن میں دردناک تصویریں چھپیں وہ کچھ پیسہ دے دیں کچھ ریلوے ہمت کرے کچھ پنجاب حکومت مدد کرے کچھ آپ اسمبلی کے بجٹ سے دے دیں۔ میرے علاقے کا کام کروا دیں میں خوش میرا خدا خوش --- خدا آپ کو بھی خوش و خرم رکھے اور ---

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

۱۵ جولائی ۱۹۹۷ء

Marfat.com

ہم وہ سیہ نصیب ہیں طارق کہ شہر میں
کھولیں دُکاں کفن کی تو سب مَرنا چھوڑ دیں

Marfat.com